صحیح آداب و اخلاق

محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

کی کتب سے ماخوذ، صحیح احادیث کی روشنی میں
کبار علمائے امت کی تشریحات کے ساتھ

ترجمہ
فضیلۃ الشیخ مولانا سعید الرحمٰن ہزاروی حفظہ اللہ تعالیٰ
مدرس جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ

وانک لعلی خلق عظیم

www.KitaboSunnat.com

مکتبہ بیت السلام
لاہور، الریاض

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

صحیح آداب و اخلاق

محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی کتب سے ماخوذ، صحیح احادیث کی روشنی میں
کبار علمائے امت کی تشریحات کے ساتھ

ترجمہ

فضیلۃ الشیخ محمد سعید الرحمن ہزاروی حفظہ اللہ تعالیٰ
مدرس جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ

www.KitaboSunnat.com

مکتبہ بیت السلام
لاہور، الریاض

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب کے جملہ حقوق نقل و نشر و اشاعت بحق
مکتبہ بیت السلام الریاض لاہور
محفوظ ہیں

281
ال ب _ صل

2021

[redacted]

۱۴۳۳ھ ـــــــــــ ۲۰۱۲ء

مکتبہ بیت السلام الریاض لاہور
ص ب 16737 سعودی عرب
فون نمبر 4381122-4381155 فیکس 4385991
موبائل نمبر 0532666640 - 0566661236
لاہور 0321-6466422
bait-us-salam@hotmail.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح آداب و اخلاق

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرس

❁ عرضِ ناشر 11

❁ اسلامی آداب 13

❁ پہلی قسم؛ اسلامی آداب 35

⊙ کھانے کے آداب 37

⊙ ٹیک لگا کر کھانا ممنوع ہے 39

⊙ کھانے میں نکتہ چینی کرنا مکروہ ہے 42

⊙ کھانا کھانے کا طریقہ 44

⊙ کھانے کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا 48

⊙ کھانا اکٹھے کھانا چاہیے 51

⊙ کم بندوں کا کھانا زیادہ کو کفایت کرتا ہے 56

⊙ کھانے سے فراغت پر ''الحمد للہ'' کہنا چاہیے 58

⊙ روزے دار کو دعوت دی جائے تو وہ کیا کرے؟ 62

⊙ دعوت کے بغیر شرکت..؟ 66

⊙ بائیں ہاتھ سے کھانا منع ہے 69

⊙ ایثار کی ترغیب 72

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⊙ کھانے میں برکت کیسے آئے گی؟ 74
⊙ برتن کے درمیان سے کھانا مکروہ ہے 76
⊙ کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنا سنت ہے 81
⊙ پانی پینے کے آداب 89
⊙ مشکیزے وغیرہ کو منہ لگا کر پینا مکروہ ہے 95
⊙ مشروب میں پھونک مارنا مکروہ ہے 98
⊙ کھڑے ہو کر پانی پینا جائز ہے 101
⊙ کھانا پینا تقسیم کرنے والا خود کب کھائے اور پیے؟ 105
⊙ چھینک اور جمائی لینے کے آداب 109
⊙ قضائے حاجت کے آداب 116
⊙ تین چیزیں لعنت کا باعث ہیں 122
⊙ قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی جانب منہ اور پیٹھ کرنے کی ممانعت 128
⊙ بیت الخلا میں داخل ہونے کی دعا 133
⊙ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا؟ 135
⊙ دائیں ہاتھ سے استنجا کرنا مکروہ ہے 137
⊙ بیت الخلا میں باتیں کرنا مکروہ ہے 140
⊙ سونے کے آداب 142
⊙ نماز تہجد کا بیان 151

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⊙ پیٹ کے بل سونا ممنوع ہے 155

⊙ اللہ کا ذکر کر کے سونا چاہیے 157

⊙ لباس کے آداب 159

⊙ افضل کپڑے کون سے ہیں؟ 162

⊙ میانہ روی اختیار کرنا بہتر ہے 168

⊙ دعا اور ذکر کے آداب 170

⊙ دعا میں ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں؟ 179

⊙ دعا میں وثوق ہونا چاہیے 181

⊙ ممنوع دعائیں 185

⊙ جامع دعا 187

⊙ ملاقات کے آداب 188

⊙ ملاقات کے لیے اجازت طلب کرنا 193

⊙ اجازت مانگتے وقت اپنا نام بتایا جائے 200

⊙ زیارت کے آداب 204

⊙ مہمان نوازی کے آداب 207

⊙ میزبان کے لیے دعا کرنا 214

⊙ مہمان نوازی کتنے دن تک ہے؟ 216

⊙ سفر کے آداب 219

⊙ رات کو اکیلا سفر کرنا 222

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- رات کو سفر کرنا بہتر ہے 225
- جانوروں پر شفقت 227
- سواری کی نگہداشت 231
- سفر کی دعا 234
- اوپر چڑھتے وقت اور اترتے وقت کا وظیفہ 240
- جن کی دعا مقبول ہوتی ہے 244
- کسی جگہ بیٹھے تو کیا کہے؟ 247
- مسافر کو گھر جلدی لوٹ آنا چاہیے 250
- دن کو گھر آنا چاہیے 253
- سفر سے واپسی پر پہلے مسجد میں آنا چاہیے 256
- سلام کے آداب 258
- سلام کے مسنون الفاظ 261
- سلام کا طریقہ 265
- سلام درمیانی آواز میں کہے 270
- عورتوں کو سلام کہنا 272
- کیا بڑا چھوٹے کو سلام کہہ سکتا ہے؟ 275
- ہر بار ملتے وقت سلام کہنا چاہیے 277
- مجالس کے آداب 281
- کفارہ مجلس کی دعا 284

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⊙ مجلس کا حق 291
⊙ مجلس سے اٹھتے وقت سلام کہنا چاہیے 294
⊙ گفتگو کے آداب 296
⊙ سمجھانے کے لیے اپنی بات کو دہرانا 298
⊙ مسجد کے آداب 302
⊙ بدبودار چیز کھا کر مسجد میں آنا منع ہے 305
⊙ مریض کی عیادت کے آداب 307
⊙ مریض کو خوشخبری دینا مستحب ہے 310
⊙ مریض کے اہل خانہ سے مریض کی حالت پوچھنا 312
⊙ زندگی سے مایوس شخص کیا کہے؟ 315
⊙ جنازے کے آداب 319
⊙ نمازِ جنازہ پڑھنے والوں کی سفارش 322
⊙ میت کا قرض ادا کرنا 325
⊙ میت کی خوبیاں بیان کرنا 327
❁ دوسری قسم: اسلامی اخلاق 335
⊙ اچھا اخلاق 337
⊙ صبر عمدہ اخلاق کی بنیاد ہے 340
⊙ مصیبت کے وقت صبر ہی بہتر ہے 344
⊙ بیماری میں صبر کرنے کی جزا 349

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⊙صبر کے فوائد 351
⊙سچائی کی فضیلت 353
⊙سچ اطمینان کا باعث ہے 362
⊙فرشتوں کی دعا کا مستحق 366
⊙صدقے کی فضیلت 371
⊙درگزر اور تواضع 375
⊙فخر اور تکبر حرام ہے 379
⊙حیا کی اہمیت 381
⊙نبی کریم ﷺ کی حیا کا بیان 385
⊙راز کی حفاظت 389
⊙نرمی کرنے کی فضیلت 393
⊙نبی کریم ﷺ کی شفقت 395
⊙آسانی اور محبت کو رواج دو 401
⊙ہر کسی کے ساتھ احسان کرنا 407
⊙بردباری اختیار کرنا اور جلد بازی سے اجتناب کرنا 410
⊙رشک کرنا جائز ہے 412
⊙توکل کی فضیلت 418
⊙عدل و انصاف کی فضیلت 424
⊙خیر خواہی کرنا 426

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرضِ ناشر

اسلامی تعلیمات میں حسنِ اخلاق کے التزام کی بڑی تاکید کی گئی ہے، کیونکہ اس کی بدولت معاشرے میں محبت باہمی پروان چڑھتی اور لوگوں میں قلبی یگانگت پیدا ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے متعدد فرامین میں صاحب اخلاق مسلمان کو معاشرے کا بہترین فرد قرار دیا ہے اور ایسے خوش اخلاق انسان کے لیے دنیوی و اخروی کامیابی کی ضمانت دی ہے، تاکہ لوگ اپنے اخلاق و عادات کی اصلاح کریں اور اپنے عمل و کردار میں کوئی مذموم خصلت پیدا نہ ہونے دیں۔

دیگر امور کی طرح حسنِ خلق کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کے اخلاق کریمہ ہمارے لیے بہترین اسوہ ہیں، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ ﷺ کے شخصی آداب وشمائل کے متعلق فرمایا ہے:

﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ [القلم: 4]

''اور بلاشبہ یقیناً تو ایک بڑے خلق پر ہے۔''

بنابریں ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنے اخلاق میں نبی کریم ﷺ کی سیرت وشمائل کی پیروی کرے، خصوصاً آج کے پرفتن دور میں تمام مسلمانوں کے لیے نبوی اخلاق کی پابندی از بس ضروری ہے تاکہ ان اخلاق کریمہ کی پابندی اور التزام کے ذریعے سے غیر مسلم افراد کے سامنے اسلامی تعلیمات کا یہ روشن باب بھی اور زیادہ نکھر کر سامنے آئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی اخلاق و آداب کی اسی اہمیت کے پیش نظر اس کتاب میں احادیث نبویہ کے ذخیرے میں سے وہ احادیث وسنن جمع کی گئی ہیں جو ہمارے سامنے پیغمبر اسلام ﷺ کے اخلاق کریمہ پر روشنی ڈالتی ہیں تاکہ ہر مسلمان انھیں پڑھ کر نبی کریم ﷺ کے اخلاق وشمائل کی روشنی میں اپنی عادات و اعمال کی اصلاح کر سکے۔

اس کتاب میں مذکورہ احادیث وسنن کے جمع و انتخاب کے سلسلے میں محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی تحقیقات وتخریجات پر اعتماد کیا ہے اور صرف معتبر و مستند احادیث ہی کو اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے، تاکہ ہر مسلمان بلا کھٹکے ان نصوص شرعیہ پر عمل پیرا ہو سکے اور ان کی صحت و استناد کے متعلق کسی کے ذہن میں کوئی شبہ نہ رہے۔ نیز احادیث کے متون کی تشریح میں اکابر علمائے امت کے اقوال وشروح کو بھی کتاب کی زینت بنایا گیا ہے، تاکہ نصوص شرعیہ کو سمجھنا آسان ہو اور اس سلسلے میں کوئی ابہام اور تشنگی باقی نہ رہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کاوش کو مؤلف، مترجم اور ناشر کے لیے اخروی نجات کا ذریعہ اور بلندیٔ درجات کا باعث بنائے۔ آمین یا رب العالمین

ابو میمون حافظ عابد الٰہی

مدیر

مکتبہ بیت السلام

ریاض، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی آداب

ادب کی تعریف:

ادب سے مراد حسن اخلاق کو اپنانا اور اس کے مد مقابل مذموم کاموں سے بچنا ہے۔ جب لفظ ادب بولا جاتا ہے تو یہی معنی ذہن میں آتا ہے مگر بسا اوقات لفظ ادب اخلاق کی ظاہری چال ڈھال پر بھی بولا جاتا ہے۔

ادب اور اخلاق میں فرق:

کلمہ ادب سے مراد سلوک اور وہ طریقہ کار ہے جس پر انسان اپنے ذاتی تصرفات میں اور لوگوں سے معاملات کرنے میں عمل پیرا ہوتا ہے، جبکہ کلمہ اخلاق طبیعت، مزاج اور عادت پر بولا جاتا ہے، بلکہ انسان کی کامل فطرت پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا بات کا خلاصہ یہ ہے کہ کلمہ ادب سے مراد حسنِ اخلاق کی ظاہری چال ڈھال یا ایسا مناسب چلن ہے جو انسان دوسروں کے ساتھ رکھنا مناسب سمجھتا ہے۔

ادب کی اقسام:

① **طبیعی:** پسندیدہ اوصاف کے ساتھ موصوف ہونا اور اخلاق کا فطرتِ انسانی کے مطابق قابل تعریف ہونا ہے، مثلاً بردباری، سخاوت، حسنِ اخلاق، حیا، تواضع اور سچ وغیرہ قابل ستائش صفات میں شامل ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

② **کسبی**: جسے انسان پڑھنے پڑھانے، یاد کرنے اور غور وفکر کرنے سے حاصل کرتا ہے۔ اسے چھ چیزوں سے تعبیر کیا جاتا ہے: کتاب۔ سنت۔ نحو۔ لغت۔ شعر اور لوگوں کے حالات۔

کلمہ ادب عربوں کے ہاں صرف اچھے اخلاق ہی پر بولا جاتا تھا، لیکن اسلام کے بعد اخلاق حسنہ کے ساتھ ساتھ اچھی گفتگو اور عمدہ باتوں پر بھی بولا جانے لگا۔

قرآن وسنت میں مذکورہ ہدایات کے مطابق آداب کا اہتمام ضروری ہے:

یہ دین جو اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ اور محبوب ہے، اس کی اصل اور ماخذ قرآن کریم اور سنت نبویہ ہے۔ اسی بنیاد پر یہ دین کسی بھی قسم کی کمی بیشی سے مستثنیٰ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے مکمل کر دیا ہے۔ اسی بنیاد پر جب ہم عملی طور پر آداب پر عمل پیرا ہوتے ہیں تو ہم پر سنت نبویہ اور کتاب اللہ میں دیے گئے احکام کا اہتمام کرنا لازمی ہو جاتا ہے۔ ہمارے لیے جائز نہیں کہ ہم حسنِ نیت کے ساتھ قرب الٰہی حاصل کرنے اور اللہ سے اجر وثواب اور مغفرت کی امید سے ایسے ایسے کاموں کو ایجاد کرنا شروع کر دیں جس کا ثبوت شارع سے موجود ہی نہیں، اس لیے کہ وہ امور جن کے ذریعے سے انسان اللہ کا قرب حاصل کرتا ہے، ان میں چار شرائط کا جمع ہونا ضروری ہے:

① وہ امور کتاب اللہ، سنتِ رسول یا قابل اعتماد اجتہاد کے ساتھ مشروع ہوں۔

② وہ امور اپنے مقرر وقت اور جگہ میں وقوع پذیر ہوں۔

③ وہ امور اس کیفیت کے مطابق ہوں جس کا شارع نے حکم دیا ہے۔

④ اللہ کا قرب تلاش کرنے میں اخلاص کا ہونا۔

جب ان شرائط میں سے ایک بھی معدوم ہو تو اسے نیکی شمار نہیں کریں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گے، بلکہ وہ بدعت کے ضمن میں آئے گا، اس لیے ایک غیرت مند مسلمان کے لیے لازم ہے کہ وہ اس چیز کو تھام لے جسے اللہ نے اس کے لیے مشروع کیا ہے اور ہر وقت اسی کو ملحوظ خاطر رکھے۔ جس وقت بھی وہ غیر شرعی کام میں واقع ہونے کا اندیشہ محسوس کرے اور دین سے انحراف کی طرف اس کا میلان ہونے لگے تو دین کی لگام تھام لے۔ مسلمان بندے پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ اپنی ساری زندگی میں ثابت شدہ شرعی کاموں پر سختی سے کاربند رہے۔

آداب میں سے کچھ تو مستحب ہوتے ہیں اور کچھ مکروہ۔ بعض کا تعلق فرض اور بعض کا حرام سے ہوتا ہے اور بعض آداب مباح ہوتے ہیں، جن کی تفصیل عنقریب آگے ذکر ہوگی۔

وہ آداب جن کی وضاحت ہم کرنا چاہتے ہیں، وہ دین و دنیا کے اکثر امور کو شامل ہیں۔ عبادات کے اپنے آداب ہیں اور لوگوں، اہلِ خانہ اور اولاد سے میل جول کے اپنے آداب ہیں۔

اسلامی اخلاق:

شریعت اسلامیہ میں اخلاق کا بڑا مرتبہ و مقام ہے، اسے سمجھنے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی رسالت کا نچوڑ اخلاق ہی کو قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إنما بعثت لأتمم مكارم الأخلاق» [1]

''میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔''

اخلاق طبیعت اور مزاج کو کہتے ہیں۔ اہل علم کی اصطلاح میں انسان کی باطنی صورت کو کہتے ہیں، کیونکہ انسان کی دو صورتیں ہیں:

[1] مسند أحمد [381/2]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظاہری صورت: یہ انسان کی وہ تخلیقی شکل ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے بدن کو بنایا ہے۔ یہ ظاہری صورت کبھی تو حسین وجمیل ہوتی ہے اور کبھی بدصورت و قبیح ہوتی ہے اور کبھی حسن وقبح کے درمیان ہوتی ہے۔

باطنی صورت: یہ نفس راسخ کی حالت ہے جس سے خیر وشر کے افعال صادر ہوتے ہیں، فکر و رویہ کی حاجت اس میں نہیں ہوتی۔ یہ صورت بھی کبھی اچھی ہوتی ہے جب اس سے اچھا اخلاق صادر ہو۔ اور کبھی قبیح ہوتی ہے جب اس سے صادر ہونے والا عمل بد اخلاقی کے زمرے میں آئے۔ اسی کو ''خلق'' کہتے ہیں، لہٰذا خلق انسان کی وہ باطنی صورت ہے جو پختہ ہو جائے۔

ایک مسلمان کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے اندر عمدہ اخلاق پیدا کرے، کیونکہ ہر چیز سے قابل احترام وہی کچھ ہوتا ہے جو عمدہ ہو۔ اسی قبیل سے نبی ﷺ کا وہ قول ہے جو آپ ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((إِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ)) [1]

''ان کا عمدہ مال لینے سے گریز کرو۔''

اس لیے انسان کا دامن صاف ستھرا ہونا چاہیے۔ احسان کو پسند کرے، بہادری، بردباری اور صبر جیسی چیزوں کو پسند کرے۔ لوگوں سے کشادہ روئی، کھلے دل اور کشادہ سینے سے ملے، کیونکہ یہ تمام خصلتیں عمدہ اخلاق کی نظیر ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا)) [2]

''مومنوں میں کامل ایمان اس شخص کا ہے جس کا اخلاق سب سے

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1496] صحيح مسلم، رقم الحديث [49]

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث [4684] سنن الترمذي، رقم الحديث [1164]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیادہ اچھا ہے۔''

یہ حدیث مومن کا دائمی نصب العین ہونا چاہیے، کیونکہ انسان کو جب یہ معلوم ہو جائے کہ حسنِ اخلاق کے بغیر وہ کسی صورت کامل ایمان والا نہیں ہو سکتا تو یہ فکر اور سوچ انسان کو مکارم اخلاق اور عالی صفات پیدا کرنے اور رذیل اور احمقانہ کردار کو ترک کرنے پر ابھارتی رہے گی۔

اخلاق کی بنیاد پر شریعت اسلامیہ کی تکمیل:

نبی کریم ﷺ نے اپنے مبعوث کیے جانے کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد اچھے اخلاق کی تکمیل کو قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((إنما بعثت لأتمم مكارم الأخلاق))[1]

''مجھے صرف عمدہ اخلاق کی تکمیل و تربیت کے لیے بھیجا گیا ہے۔''

سابقہ شریعتیں بھی، جنھیں اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے مشروع کیا، سبھی اخلاق عالیہ پر ابھارتی ہیں، اسی بنا پر اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ اخلاق فاضلہ کا شمار ان چیزوں میں ہے جن کے حصول پر تمام شریعتیں متفق ہیں، لیکن شریعت کاملہ، جسے ہمارے نبی ﷺ لائے ہیں، مکارم اخلاق اور اچھی عادات کی تکمیل کا درس دیتی ہے۔ ذیل میں ایک مثال سے اس کی وضاحت کی جاتی ہے۔

قصاص:

اہل علم نے قصاص کے مسئلہ پر بحث کی ہے۔ یعنی اگر کوئی کسی پر ظلم اور جرم کر بیٹھے تو کیا اس سے قصاص لیا جائے گا یا نہیں...؟

چنانچہ انھوں نے ذکر کیا ہے کہ بدلہ لینا یہود کی شریعت میں ضروری ہے۔ مظلوم کے لیے اس میں کوئی اختیار نہیں، جبکہ نصاریٰ کی شریعت اس کے

[1] مسند أحمد [381/4] سلسلة الصحيحة، رقم الحديث [45]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برعکس ہے، جس میں معاف کر دینا لازم ہے، لیکن ہماری شریعت دونوں طریقوں میں کامل ہے۔ ہماری شریعت میں قصاص بھی ہے اور درگزر کرنا بھی، اس لیے کہ مجرم کا اس کے جرم پر مؤاخذہ کرنے میں برائی کو روکنا ہے اور اس سے درگزر کرنے میں اس پر احسان کرنا ہے، پس ہماری شریعت الحمد للہ کامل صورت میں آئی ہے جس نے حقدار کو معاف کرنے اور مواخذہ کرنے کے درمیان اختیار دیا ہے، اس طرح سے کہ وہ معافی کے مقام پر معاف کرے اور سزا کی جگہ پر سزا دے۔

اخلاق طبع اور کسب کے درمیان ہوتا ہے:

جیسے اخلاق طبعی ہوتا ہے اسی طرح کبھی کسبی بھی ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جیسے عمدہ اور اچھے اخلاق کو اختیار کرنا انسان کی فطرت طبعی میں ودیعت کیا گیا ہے، اسی طرح اس کے لیے محنت اور کسب کے ذریعے سے اخلاق حسنہ کو اپنے اندر پیدا کرنا بھی ممکن ہے، اسی لیے تو نبی ﷺ نے اشج عبدالقیس کو کہا:

> ''تجھ میں دو خصلتیں ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے: بردباری اور متانت۔ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا یہ دونوں خصلتیں میری ذاتی کوشش سے ہیں یا اللہ نے مجھے ان پر پیدا کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بلکہ اللہ نے تمھیں ان پر پیدا کیا ہے۔'' پھر اس نے کہا: سب تعریفات اس اللہ کی ہیں جس نے میری پیدائش ایسی دو عادتوں پر کی ہے جن کو وہ اور اس کا رسول پسند کرتے ہیں۔''[1]

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ محمود و مکرم اخلاق طبعی اور کسبی دونوں طرح سے ہو سکتے ہیں، لیکن طبعی اخلاق کو کسبی پر فوقیت حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے کہ حسنِ اخلاق جب طبعی ہو تو وہ انسان کا مزاج اور عادت بن جاتا ہے اور

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [5445]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسی صورت میں انسان تکلف کی مشق کا محتاج نہیں ہوتا۔ حقیقت میں طبعاً اخلاق کا اچھا ہونا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

جو ان سے محروم رہا (طبعی طور پر حسنِ اخلاق سے عاری) اس کے لیے کسب ونظر سے اعلیٰ اخلاق کو حاصل کرنا ممکن ہے، وہ اس کو حاصل کرے جس کے لیے اسے پابندی اور مشق کرنی پڑے گی۔ آئندہ صفحات میں اس کا تفصیلی ذکر ہوگا۔

یہاں ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ ان دونوں میں افضل کون سا ہے؟ یعنی وہ آدمی افضل ہے جو فطری طور پر حسنِ اخلاق سے متصف ہے یا وہ افضل ہے جو کسب اور مشق سے حسنِ اخلاق کو اپناتا ہے؟

اس مسئلہ کے جواب میں ہم کہیں گے کہ وہ شخص جو فطری طور پر حسن اخلاق کا مالک ہو وہ اپنے اندر حسنِ اخلاق کے پائے جانے اور اپنانے کے اعتبار سے کامل ہوتا ہے اور حسنِ اخلاق کو اپنانے میں کسی تکلف کا محتاج نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی موڑ پر حسن اخلاق کا دامن اس سے چھوٹتا ہے کیونکہ حسنِ اخلاق اس کی طبیعت اور مزاج ہوتا ہے، ایسا شخص ہر وقت خوش اخلاقی سے ملتا ہے اور ہر حال میں خوش اخلاقی کا مظہر ہوتا ہے تو بغیر کسی شک وشبہہ کے یہ شخص افضل اور کامل ہے۔

لیکن وہ شخص جو اپنے نفس پر مشقت کر کے اسے حسنِ اخلاق پر آمادہ کرتا ہے، یقیناً ایسا شخص نفس پر مشقت کرنے کی وجہ سے اجر کا حقدار ہوگا اور اس اعتبار سے افضل ہے، لیکن اخلاق کے کامل ہونے میں پہلے شخص کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا۔

جب انسان کو طبعی اور کسبی دونوں قسم کے اخلاق عطا ہوجائیں تو یہ اخلاق کا سب سے کامل درجہ ہوتا ہے جبکہ دیگر درجات درج ذیل ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① وہ شخص جو طبعی اور کسبی دونوں طرح کے اخلاق سے محروم رہا۔
② وہ شخص جو طبعی سے محروم ہے، لیکن کسبی اخلاق اس کو عطا کیا گیا ہے۔
③ وہ شخص جو کسبی سے محروم رہا لیکن طبعی اسے عطا ہوا۔

پہلے دونوں درجوں سے تیسرا درجہ افضل ہے کیونکہ اس میں حسنِ اخلاق طبعی کی موجودگی میں کسبی بھی شامل ہو جاتا ہے۔

حسن اخلاق کا دائرہ:

اکثر لوگ سمجھتے ہیں کہ اخلاق کا اچھا ہونا مخلوق کے معاملے کے ساتھ خاص ہے، خالق کے معاملے کے ساتھ خاص نہیں، لیکن ان کا یہ فہم غلط ہے، کیونکہ حسنِ اخلاق کا معاملہ خالق و مخلوق دونوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں حسنِ اخلاق کا موضوع ''خالق اور مخلوق کے ساتھ معاملہ کرنا'' ہے۔ یہی وہ مسئلہ ہے جس سے سب کا آگاہ ہونا ضروری ہے۔

1- خالق کے معاملے میں حسنِ اخلاق:

خالق کے معاملے میں حسنِ اخلاق تین امور سے حاصل ہوتا ہے:

① تصدیق اور اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ خبروں کو قبول کرنا۔
② اس کے احکام کے نفاذ کو قبول کرنا۔
③ صبر و رضا کے ساتھ اس کے فیصلے اور تقدیر کو قبول کرنا۔

یہی تین چیزیں ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسنِ اخلاق کا دارومدار ہے۔

1- تصدیق:

اللہ تعالیٰ کی خبروں کو بالتصدیق قبول کرنا اس طرح ہو کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی خبر کی تصدیق میں کسی قسم کا شک اور تردد نہ ہو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خبر علم و یقین سے صادر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی بات سب سے سچی ہوتی ہے۔

جیسا کہ رب تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴾ [النساء: 87]

''اور اللہ سے زیادہ بات میں کون سچا ہے؟''

اللہ تعالیٰ کی خبروں کی تصدیق کے لیے لازمی ہے کہ ان پر پختہ یقین ہو، انسان ان کا دفاع کرے اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جدوجہد اور کوشش کرے اور اس کا انداز ایسا ہو کہ اس میں اللہ اور اس کے رسول کی خبروں کے متعلق کسی شک وشبہہ کا عمل دخل نہ ہو۔

ہم اس کی مثال میں حدیث ''ذباب'' بیان کرتے ہیں جو صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إذا ولغ الذباب في شراب أحدكم فليغمسه ثم ليطرحه، فإن في أحد جناحيه داء وفي الآخر الدواء »[1]

''جب مکھی تم میں سے کسی کے مشروب میں گر جائے تو وہ اس کو ڈبوئے پھر باہر پھینک دے، یقیناً اس کے ایک پر میں بیماری اور دوسرے میں شفا ہے۔''

اب یہ حدیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، جو امور غیب میں اپنی مرضی اور خواہش سے نہیں بولتے، بلکہ وہ وحی کے مطابق بولتے ہیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں اور بشر غیب جانتا ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے فرمایا:

﴿ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَ لَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَ لَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ﴾ [الأنعام: 50]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5784]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''کہہ دے میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں پیروی نہیں کرتا مگر اس کی جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔''

ہم یقین اور وثوق سے کہتے ہیں کہ جو کچھ نبی ﷺ نے اس حدیث میں بیان کیا ہے وہ حق اور سچ ہے، اگر چہ اس پر کوئی شخص اعتراض کرے، لیکن اس کا اعتراض قابل التفات نہیں ہوگا۔ ہم یقین سے کہتے ہیں کہ جو رسول کریم ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ منقول ہے اس کے مخالف ہر بات باطل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ﴾ [یونس: 32]

''سو وہ اللہ ہی تمھارا سچا رب ہے۔ پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے؟ پھر کہاں پھیرے جاتے ہو؟''

2- احکامات کی قبولیت:

انسان اللہ تعالیٰ کے احکامات کو قبولیت، نفاذ اور مطابقت کے ساتھ حاصل کرے۔ انسان اللہ کے احکام میں سے کسی حکم کو رد نہ کرے، اگر اللہ کے کسی حکم کو رد کر دیا تو یہ اللہ کے ساتھ برے اخلاق کا معاملہ ہے۔

اللہ کے احکام کا انکار کرتے ہوئے انھیں رد کرنا یا تکبر کرتے ہوئے اُن پر عمل پیرا نہ ہونا یا سستی کی بنا پر ان پر عمل نہ کرنا یہ تمام صورتیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسنِ اخلاق کے منافی ہیں۔

اس کی مثال روزہ ہے۔ یہ بات مسلّم ہے کہ روزہ انسانی نفوس پر بڑا گراں ہے، کیونکہ انسان اس میں کھانے، پینے اور مباشرت جیسے پسندیدہ کاموں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو ترک کرتا ہے اور یہ کام انسان پر بڑا مشکل ہے، لیکن مومن اللہ کے ساتھ اپنے اخلاق کو اچھا رکھتا ہے۔ اس لیے وہ اس تکلیف کو خوشی سے قبول کرتا ہے، بلکہ دوسرے الفاظ میں وہ اس عزت والے کام کو قبول کرتا ہے۔ حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، مومن اس نعمت کو تکلیف کی صورت میں قبول کرتا ہے اور اس کا یہ قبول کرنا اطمینان اور کشادہ دلی سے ہوتا ہے، اس لیے مومن گرمی کے طویل دنوں میں کبھی روزہ ترک نہیں کرتا اور بڑی خوشی سے روزہ رکھتا ہے، اس لیے کہ اس کا اپنے رب کے ساتھ حسنِ سلوک ہے۔

اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کے ساتھ بداخلاقی کرنے والا اس عظیم عبادت کو سزا سمجھتے ہوئے مکروہ نظر سے دیکھتا ہے۔ اُسے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے اور روزے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

تقدیر کو تسلیم کرنا:

تقدیر کو صبر و رضا کے ساتھ قبول کرنا۔ ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی وہ اقدار جو مخلوق پر جاری ہوتی ہیں وہ تمام کی تمام مخلوق کے موافق نہیں۔ مثال کے طور پر مرض انسان کے موافق نہیں اور ہر انسان صحت و عافیت میں رہنا پسند کرتا ہے، اسی طرح فقر و فاقہ انسان کو موافق نہیں، ہر بندہ غنی ہونا پسند کرتا ہے، لیکن اللہ کی اقدار اور فیصلے ایک حکمت کی بنا پر جاری ہوتے ہیں، جسے صرف اللہ ہی جانتا ہے۔

کچھ اقدار انسان کے موافق ہوتی ہیں اور وہ ان سے طبیعت کی چاہت کی بنا پر راحت محسوس کرتا ہے اور کچھ ایسی ہیں جو اس طرح سے نہیں ہوتیں۔ اللہ تعالیٰ کی اقدار کی طرف سے اس کے ساتھ حسنِ سلوک یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مقدر میں کیا ہے، اس پر انسان راضی ہو جائے اور جان لے کہ جو کچھ اللہ نے مقدر میں کیا ہے وہ کسی عظیم حکمت اور قابل ستائش مقصد کے بغیر نہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، اور وہ اس پر حمد وشکر کا حقدار ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ کی اقدار اور فیصلے کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسنِ اخلاق یہ ہے کہ انسان ان فیصلوں سے راضی ہو جائے اور انھیں برضا ورغبت تسلیم کرے۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کی مدح کی اور فرمایا:

﴿ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴾ [البقرۃ: 156,155]

''اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دے۔ وہ لوگ کہ جب انھیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں: بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔''

2- مخلوق کے معاملے میں حسنِ اخلاق:

بعض اہل علم نے مخلوق کے ساتھ حسنِ سلوک کی تعریف اس طرح سے کی ہے کہ وہ تکلیف کو دور کرنا، سخاوت کرنا اور چہرے کی خوشگواری کا نام ہے۔ اس تعریف کو حسن بصری رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

1- تکلیف کو ہٹانا:

اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کسی کو تکلیف نہ دے، خواہ تکلیف جان کے لحاظ سے ہو، مال کے لحاظ سے ہو یا عزت کے لحاظ سے۔ جو اپنی ایذا رسانی سے دوسروں کو محفوظ نہ رکھے وہ خوش اخلاق نہیں بلکہ بد اخلاق ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو تکلیف دینا حرام قرار دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حرمت کا اعلان ایک عظیم اجتماع میں کیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إن دماء كم، وأموالكم، وأعراضكم عليكم حرام، كحرمة

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یومکم هذا، في شهرکم هذا، في بلدکم هذا» ❶

''بے شک تمھارے مال، خون اور عزتیں تم پر حرام ہیں، جیسے اس مہینے، اس دن اور اس شہر کی حرمت ہے۔''

جب کوئی بندہ لوگوں پر زیادتی کرتا ہے، ان کا ناحق مال لے کر، یا دھوکا دے کر یا خیانت سے، یا لوگوں کو ناحق مارنے اور ظلم کی صورت میں زیادتی کرتا ہے یا گالی دیتا ہے، غیبت کرتا ہے یا چغلی کرتا ہے تو ان تمام صورتوں میں وہ لوگوں کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش نہیں آ رہا ہوتا، بلکہ بد اخلاقی کا مظاہرہ کر رہا ہے، کیونکہ اس نے انھیں ایذا رسانی میں مبتلا کر رکھا ہے، اگر کوئی حقدار سے اس کا حق چھین کر زیادتی کرے گا تو یہ اور بڑا گناہ ہے، مثلاً والدین کے ساتھ بداخلاقی کرنا غیروں کے مقابلے میں زیادہ برا ہوگا۔ پڑوسی کے ساتھ بدسلوکی غیر پڑوسی کے مقابلے میں زیادہ بری ہے۔ اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

« واللّٰه لا یؤمن، واللّٰه لا یؤمن، واللّٰه لا یؤمن » قالوا: من یا رسول اللّٰه؟ قال: « مَنْ لَا یَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَه » ❷

''اللہ کی قسم وہ مومن نہیں ہوتا، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں ہوتا، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں ہوتا۔'' صحابہ نے عرض کی: کون اے اللہ کے رسول ﷺ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس کا پڑوسی اس کی اذیت سے محفوظ نہ ہو۔''

2- فیاضی یا سخاوت:

کرم نوازی اور سخاوت کو بروئے کار لانا چاہیے کیونکہ یہ مخلوق کے ساتھ حسن

❶ صحیح البخاري، رقم الحدیث [67] صحیح مسلم، رقم الحدیث [30]

❷ صحیح البخاري، رقم الحدیث [6016]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلوک ہے۔ کرم نوازی صرف مال خرچ کرنے کا نام نہیں جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھ رکھا ہے، بلکہ کرم نوازی جان، مال، عزت اور علم سبھی کو خرچ کرنے کو کہتے ہیں۔

جب ہم کسی شخص کو لوگوں کی ضرورتیں پوری کرتے دیکھتے ہیں کہ وہ ان کا ہاتھ بٹاتا ہے اور ان کے ایسے کام کرتا ہے جنھیں وہ خود کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، وہ اپنا علم لوگوں میں پھیلاتا ہے، اپنا مال ان میں خرچ کرتا ہے تو کیا ہم اس کو حسن اخلاق کہیں گے؟

جی ہاں! یہی تو حسن اخلاق ہے کیونکہ اس نے اپنی تمام تر صلاحیت کو خرچ کیا ہے، اسی لیے تو نبی ﷺ نے فرمایا:

«اتق اللّٰه حيثما كنت، وأتبع السيئة الحسنة، تمحها، وخالق الناس بخلق حسن» [1]

''تو جہاں بھی ہو اللہ کا خوف اپنے دل میں رکھ، برائی ہو جائے تو اس کے بعد نیکی کر، وہ برائی کو ختم کر دے گی اور لوگوں سے حسن سلوک سے پیش آؤ۔''

لوگوں کی مخالفت کے وقت ان سے حسن سلوک یہ ہوگا کہ اگر وہ ظلم و زیادتی کر جائیں تو ان کو معاف کر دیا جائے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے درگزر کرنے والوں کی مدح کی ہے۔ فرمایا:

﴿ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ [آل عمران: 134]

''جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں اور غصے کو پی جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ نیکی کرنے

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [1987] صحيح الجامع، رقم الحديث [97]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والوں سے محبت کرتا ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ اَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی ... ﴾ [البقرة: 237]

''اور یہ (بات) کہ تم معاف کر دو تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ... ﴾ [النور: 22]

''اور لازم ہے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔''

مزید فرمایا:

﴿ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ﴾ [الشورىٰ: 40]

''پھر جو معاف کر دے اور اصلاح کر لے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔''

جو انسان بھی لوگوں سے میل جول رکھتا ہے وہ لوگوں سے کچھ نہ کچھ تکلیف ضرور پاتا ہے۔ تکلیف کی صورت میں وہ لوگوں کو معاف کرے اور وہ جان لے کہ اس کا درگزر کرنا اور برائی کا اچھائی سے بدلہ دینا عنقریب اس کے درمیان اور اس کے بھائیوں کے درمیان دشمنی کو پیار، محبت، الفت اور صداقت میں بدل دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴾

[حم السجدة: 34]

''اور نہ نیکی برابر ہوتی ہے اور نہ برائی۔ (برائی کو) اس (طریقے) کے ساتھ ہٹا جو سب سے اچھا ہے، تو اچانک وہ شخص کہ تیرے درمیان اور اس کے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہوگا جیسے وہ دلی دوست ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عربی زبان سے واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں کہ "إذا" جو مفاجات کے لیے مستعمل ہو، اس کا نتیجہ فوری ہوتا ہے، چنانچہ اچھا بدلہ دینے سے فوراً دشمنی دوستی اور نفرت محبت میں بدل جاتی ہے، لیکن ہر ایک کو اس کی توفیق نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴾ [حم السجدة: 35]

"اور یہ چیز نہیں دی جاتی مگر انھی کو جو صبر کریں اور یہ نہیں دی جاتی مگر اسی کو جو بہت بڑے نصیب والا ہے۔"

سوال کیا ہم مذکورہ بحث سے یہ سمجھ سکتے ہیں کہ مجرم کو مطلق طور پر معاف ہی کر دینا قابل تعریف اور مامور بہ کام ہے؟

جواب بعض لوگوں کا یہی خیال ہے، لیکن یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ معاف کرنا اس وقت قابل ستائش ہوگا جب مجرم معافی کے لائق ہو، اگر وہ سزا کے لائق ہے تو پھر سزا دینا ہی قابل ستائش ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [الشورىٰ: 40]

"اور کسی برائی کا بدلہ اس کی مثل ایک برائی ہے، پھر جو معاف کر دے اور اصلاح کر لے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔ بے شک وہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔"

اللہ نے درگزر کرنے کو اصلاح کے ساتھ ملایا ہے۔ بسا اوقات ممکن ہے کہ درگزر کرنے میں اصلاح نہ ہوتی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ جس شخص نے آپ کے ساتھ زیادتی کی ہے وہ فساد میں مشہور ہو تو ایسی صورت میں مواخذہ ہی قابل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعریف ہوگا۔ معاف کرنے کی صورت میں فتنہ وفساد اور شر کے بڑھنے کا اندیشہ ہوتا ہے، پس اس مقام پر مجرم کو جرم کی سزا دینا ہی بہتر اور افضل ہوگا، کیونکہ اس سے اصلاح کا امکان ہوگا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

"اصلاح کرنا واجب ہے اور معاف کرنا مستحب ہے۔ جب معاف کرنے سے اصلاح کی نفی ہوتی ہو تو ایسی صورت میں ہم نے واجب پر مستحب کو ترجیح دے دی، جبکہ شریعت میں اس کی دلیل نہیں ملتی کہ واجب پر مستحب کو ترجیح ہو۔"

3- مسکرا کر ملنا:

یعنی لوگوں سے میل جول کے وقت چہرے کو خوشنما اور تر وتازہ رکھنا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لا تحقرن من المعروف شيئاً ولو أن تلقىٰ أخاك بوجه طلق» [1]

"تو کسی بھی نیکی کو حقیر نہ جان اگرچہ تو اپنے بھائی کو خوشنما چہرے کے ساتھ ملے۔"

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے کہ جب ان سے نیکی کے بارے میں سوال ہوا تو فرمانے لگے: "خوشنما چہرا اور نرم زبان"

کسی شاعر نے اس کو نظم کی صورت میں بیان کرتے ہوئے کہا ہے:

بُنَيَّ إِنَّ الْبِرَّ شَيْءٌ هَيِّنٌ
وَجْهٌ طَلِيقٌ وَلِسَانٌ لَيِّنٌ

"اے میرے بیٹے! نیکی تو بڑی آسان ہے۔ چہرے کو خوش رکھنا اور

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [144]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نرم گوئی اختیار کرنا۔“

چہرے کو خوشنما بنانے سے لوگ مسرور ہو جاتے ہیں اور پیار و محبت کو جذب کرتے ہیں جو انسان اور اس کے مخالف لوگوں کے لیے کشادگی کا باعث ہے، لیکن اگر انسان تیوڑی چڑھا لے تو لوگ دور بھاگ جاتے ہیں اور ایسے شخص کے پاس بیٹھنا بھی گوارا نہیں کرتے اور نہ ہی بات چیت کرنا پسند کرتے ہیں، جس سے انسان نفسیاتی بندھنوں اور خطرناک امراض کا شکار ہو سکتا ہے، اسی کو گھٹن کہتے ہیں، کیونکہ کشادہ روئی اور کھلے سینے سے میل جول رکھنا اس بیماری کے لیے سب سے بڑی رکاوٹ ہے، اسی لیے طبیب حضرات اس بیماری میں مبتلا لوگوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ ان چیزوں سے دور رہیں جو انھیں غصہ دلاتی ہیں، ورنہ ان کے مرض میں اضافہ ہو جائے گا۔ خوشنما چہرے سے ملنا بے چینی اور بے قراری کے مرض کو ختم کر دیتا ہے اور انسان لوگوں میں محبوب ہو جاتا ہے۔

یہی وہ تین اصول ہیں جن پر مخلوق کے ساتھ حسنِ اخلاق کا دارومدار ہے۔

لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی علامتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان اپنے ساتھ زندگی بسر کرنے والے عزیز و اقارب اور دوستوں کے ساتھ حسنِ معاشرت سے پیش آئے اور تنگ دلی کو اپنے پاس نہ پھٹکنے دے بلکہ اس قدر ان کے دلوں پر سرور داخل کرے جتنا وہ اللہ کی شریعت کی حدود میں رہ کر سکتا ہے۔ شریعت خداوندی کی حدود میں رہ کر لوگوں کو خوش رکھنے کی قید ضروری ہے کیونکہ کچھ لوگ اللہ کی نافرمانی ہی میں خوش ہوتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے دوسروں کو خوش رکھنا کسی صورت جائز نہیں لیکن شرعی حدود کی پاسداری کرتے ہوئے اپنے ساتھ والوں کو خوش رکھنا حسنِ اخلاق ہے، اسی وجہ سے نبی ﷺ نے فرمایا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

《خیرکم، خیرکم لأهله، وأنا خیرکم لأهلي》[1]

''تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہے اور میں تم سب سے بڑھ کر اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہوں۔''

بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اکثر لوگ باہر تو بڑے حسن سلوک سے پیش آتے ہیں لیکن اپنے اہل خانہ کے ساتھ انتہائی بدسلوکی سے پیش آتے ہیں، یہ ایک بہت بڑی غلطی ہے، اور جب انسان قریب والوں سے حسنِ سلوک نہیں کرسکتا تو دور والوں کے ساتھ کیسے حسنِ سلوک کرے گا؟

قرابت دار دوسروں سے زیادہ حق رکھتے ہیں کہ ان سے اچھا رہن سہن رکھا جائے۔ اس لیے کہ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! لوگوں میں سب سے بڑھ کر میرے حسن سلوک کا حقدار کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیری ماں'' اس نے کہا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیری ماں''، اس نے کہا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیری ماں'' اس نے پوچھا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیرا باپ۔''[2]

بعض لوگ اس کے برعکس چلتے ہیں، آپ انھیں دیکھیں گے کہ اپنی ماں کے ساتھ تو ان کا سلوک برا ہے لیکن اپنی زوجہ کے ساتھ بڑا اچھا سلوک رکھتے ہیں، وہ زوجہ کو حسنِ معاشرت میں ماں پر مقدم رکھتے ہیں جو ان کے ہاں محض ایک قیدی کی حیثیت رکھتی ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

《استوصوا بالنساء خیراً فإنهن عوان عندکم》[3]

---

1. سنن الترمذي، رقم الحدیث [3895]
2. صحیح البخاري، رقم الحدیث [5971]
3. سنن الترمذي، رقم الحدیث [3087]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”عورتوں کے ساتھ بھلائی کا معاملہ رکھو، کیونکہ وہ تمھارے پاس قیدی کی طرح ہیں۔“

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اہل خانہ اور قرابت دار حسنِ اخلاق کے زیادہ حقدار ہیں۔

مکارم اخلاق حاصل کرنے کی کیفیت:

انسان مکارم اخلاق کے حصول کی طاقت رکھتا ہے جو جدوجہد اور کوشش سے حاصل ہوتا ہے، انسان چند امور کا خیال رکھے تو حسنِ اخلاق والا ہوسکتا ہے۔

1- کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کو سامنے رکھے:

جس خوش اخلاقی کو انسان اپنے اندر پیدا کرنا چاہتا ہے اس کی ترغیب پیدا کرنے والی نصوص کو سامنے رکھے، اس لیے کہ مومن بندہ جب نصوص کو دیکھتا ہے کہ وہ کچھ افعال و اخلاق کی مدح سرائی کر رہی ہیں تو انھیں وہ اپنانے کی کوشش کرتا ہے۔

نبی ﷺ نے اپنے مندرجہ ذیل فرمان میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے:

« إنما مثل الجليس الصالح والجليس السوء كحامل المسك ونافخ الكير، فحامل السملك؛ إما أن يهديك، وإما أن تبتاع منه، وإما أن تجد منه ريحاً طيبة، ونافخ الكير؛ إما أن يحرق ثيابك، وإما أن تجد منه ريحاً خبيثة »[1]

”اچھی اور بری مجلس کی مثال کستوری اٹھانے والے اور بھٹی میں پھونکنے والے شخص کی ہے۔ کستوری اٹھانے والا یا تو تجھے تحفہ دے گا یا تو اس سے خرید لے گا یا کم از کم تم اس سے عمدہ خوشبو پائے گا، اور بھٹی میں پھونکنے والا یا تو تیرے کپڑے جلا دے گا یا تو اس سے بدبو پائے گا۔“

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2101] صحيح مسلم، رقم الحديث [146]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2- جن لوگوں کو حسن اخلاق کی پہچان ہو ان سے دوستی رکھے:

برے اخلاق سے دور رہنا اور حماقت والے اعمال سے کنارہ کشی کرنا انسان میں اس قدر زیادہ ہو کہ وہ حسنِ اخلاق کی ایک مثال بن جائے اور لوگ حسن اخلاق میں اسے نمونہ سمجھیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«الرجل علی دین خلیله، فلینظر أحدکم من یخالل» ❶

''انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، اس لیے وہ دیکھے کہ کس سے دوستی کر رہا ہے؟''

3- انسان غور وفکر کرے کہ اس کے برے اخلاق کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

بد اخلاق سے ناراض ہو کر اسے تنہا چھوڑا جاتا ہے اور اس کو برے الفاظ میں یاد کیا جاتا ہے۔ جب انسان کو پتا چل جائے کہ بد اخلاقی کے باعث اس کو بری نگاہ سے دیکھا جاتا ہے تو وہ لازماً بد اخلاقی سے کنارہ کش ہو جائے گا۔

4- انسان رسول کریم ﷺ کے اخلاق کو ہمیشہ مدنظر رکھے:

آپ ﷺ کیسے تواضع کرنے والے، لوگوں سے درگزر کرنے والے، بردباری سے پیش آنے والے اور ان کی ایذا رسانی پر صبر کرنے والے تھے۔ جب انسان نبی ﷺ کے اخلاق کو ملحوظ رکھے اور اس بات کو بھی مدنظر رکھے کہ آپ ﷺ خیر البشر ہیں اور عبادت کرنے والوں میں افضل ہیں تو خود بہ خود انسان اپنے آپ میں تواضع پیدا کرنے کی کوشش کرے گا اور تکبر کا مادہ اس سے ختم ہو جائے گا جو اسے خوش اخلاقی کی طرف لانے کا بڑا ذریعہ ہے۔

---

❶ سنن الترمذي، رقم الحديث [2378] صحیح الجامع، رقم الحديث [3545]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آداب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھانے کے آداب

1۔ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: «رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ جَالِسًا مُقْعِيًا يَأْكُلُ تَمْرًا» ❶

”سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حالتِ اقعاء میں بیٹھ کر کھجوریں کھاتے دیکھا۔“

تشریح:

اقعاء کا مطلب یہ ہے کہ انسان پاؤں کو زمین کے ساتھ ملائے اور پنڈلیوں کو کھڑا کرتے ہوئے چوتڑوں پر بیٹھ جائے۔ نبی کریم ﷺ نے کھانے کے وقت یہ حالت اس لیے اختیار کی کہ اِس حالت میں انسان اطمینان کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتا اور جب انسان مطمئن ہو کر نہ بیٹھے تو زیادہ کھانا بھی نہیں کھا سکتا، اس لیے نبی کریم ﷺ نے زیادہ کھانے سے اجتناب کے لیے اقعاء والی صورت اختیار کی۔

اکثر انسان پرسکون ہو کر بیٹھے تو زیادہ کھانا کھا لیتا ہے، مگر ضروری نہیں کہ جب پرسکون ہو کر نہ بیٹھے تو کم کھائے گا۔ بسا اوقات پرسکون حالت میں بیٹھ کر بھی زیادہ کھانا نہیں کھایا جا سکتا اور کبھی انسان عدم اطمینان کی حالت میں بیٹھ کر بھی زیادہ کھانا کھا لیتا ہے، لیکن عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ انسان پر سکون ہو کر بیٹھے تو زیادہ کھانا کھاتا ہے اور پرسکون ہو کر نہ بیٹھے تو کم کھاتا

❶ صحيح مسلم، رقم الحديث [2044]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، اس لیے انسان کو کھانا کھاتے وقت پرسکون حالت اختیار نہیں کرنی چاہیے تاکہ کم کھانا کھایا جا سکے۔ کھانے کے سلسلے میں انسان کو پیٹ کے تین حصے بنانے چاہییں: ایک حصہ کھانے کے لیے، ایک پینے کے لیے اور ایک حصہ سانس لینے کے لیے۔ اس طرح انسان خود بہ خود کم کھائے گا۔ ہاں، اگر کبھی کبھار سیر ہو کر بھی کھا لے تو کوئی حرج نہیں۔

حدیث پاک کے فوائد:

کھانا تناول کرتے وقت پاؤں پر بیٹھنا مستحب ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹیک لگا کر کھانا ممنوع ہے

2۔ عَنْ عَلِي بنِ الْأَقْمَرِ، سَمِعْتُ أَبَا جُحَيْفَةَ رضی اللہ عنہ يقول: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: «لَا آكُلُ مُتَّكِئًا» ❶

علی بن اقمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔''

تشریح:

رسول کریم ﷺ نے کیوں فرمایا کہ میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا؟

جواب: عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول کریم ﷺ کو بکری کا گوشت ہدیہ میں بھیجا تو آپ ﷺ گھٹنوں کے بل بیٹھ کر کھانے لگے، جب اعرابی نے اس حالت میں بیٹھ کر کھاتے دیکھا تو کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ آپ کیسے بیٹھے ہوئے ہیں؟ تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ جَعَلَنِي عَبْدًا كَرِيمًا وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا عَنِيدًا» ❷

''اللہ تعالیٰ نے مجھے عاجز ومسکین بندہ بنایا ہے، متکبر اور سرکش نہیں بنایا۔''

امام ابن بطال رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ گھٹنوں کے بل بیٹھنا عاجزی کی علامت ہے، اس لیے رسول کریم ﷺ اللہ کے سامنے اپنی عاجزی کو ظاہر کرنے کے لیے گھٹنوں کے بل بیٹھے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو

---

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [5083]

❷ سنن أبي داود، رقم الحديث [3773]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کبھی ٹیک لگا کر کھاتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔

امام مجاہد رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ایک بار ٹیک لگا کر کھایا، مگر پھر ترک کر دیا اور کہا: اے اللہ! میں تیرا بندہ اور رسول ہوں۔

ٹیک لگا کر کھانے کا مطلب:

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عام لوگ سمجھتے ہیں کہ کھاتے وقت انسان ایک جانب کو جھک جائے اور وزن ڈال لے تو اسے ٹیک لگا کر کھانا کہتے ہیں، حالانکہ یہ ٹیک لگانا نہیں۔ ٹیک لگا کر کھانے کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے نیچے گدا بچھا ہو اور اس پر انسان پرسکون ہو کر بیٹھ جائے۔

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ زیادہ کھاتے ہیں، میں ان کی طرح ٹیک لگا کر نہیں کھاتا بلکہ میں اتنا کھاتا ہوں جس سے حاجت پوری ہو سکے۔

ٹیک لگا کر کھانے کے متعلق علمائے سلف کا موقف:

ابن قاص رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"ٹیک لگا کر کھانے کی ممانعت صرف نبی کریم کے لیے ہے، عام انسان ٹیک لگا کر کھانا کھا سکتے ہیں۔"

امام بیہقی رحمہ اللہ نے ابن قاص کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ ٹیک لگا کر کھانا ہر امتی کے لیے منع ہے، کیونکہ یہ متکبرین کا فعل ہے اور عجمی بادشاہ ایسا کیا کرتے تھے۔

اگر انسان کو کوئی عارضہ لاحق ہے جس کی بنا پر ٹیک لگا کر کھانے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تو پھر ٹیک لگا کر کھانا جائز ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث پاک کے فوائد:

① ٹیک لگا کر کھانا منع ہے۔

② ٹیک لگا کر کھانا تکبر کی علامت ہے اور تکبر بذات خود منع ہے، اس لیے ٹیک لگا کر کھانا بھی ممنوع ہوا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ٹیک لگا کر کھانا صحت کے لیے بھی نقصان دہ ہے۔

③ نبی کریم ﷺ بڑے عاجزی اور انکساری کرنے والے تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھانے میں نکتہ چینی کرنا مکروہ ہے

3۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: «مَا عَابَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم طَعَامًا قَطُّ، إِنِ اشْتَهَاهُ أَكَلَهُ وَإِنْ كَرِهَهُ تَرَكَهُ»[1]

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کھانے میں نکتہ چینی نہیں کی۔ اگر پسند ہوتا تو کھا لیتے وگرنہ چھوڑ دیتے۔''

تشریح:

کھانے پینے کی ہر چیز ''طعام'' کہلاتی ہے۔ طعام اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے، اس لیے جب انسان کے سامنے کھانا پیش کیا جائے تو نعمت سمجھتے ہوئے اللہ کا شکر کرے اور بلا چوں و چرا کھا لے۔ ہاں، اگر پسند نہ ہو تو چھوڑ دے مگر کھانے میں کیڑے نہ نکالے، کیونکہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کھانا پسند ہوتا کھا لیتے، اگر مرضی کے مطابق نہ ہوتا تو ترک کر دیتے، لیکن عیب اور نکتہ چینی نہیں کرتے تھے۔

مثال کے طور پر اگر ایک شخص کے سامنے ناقص کھجوریں پیش کی جائیں تو وہ ناقص کہتے ہوئے ٹھکرا نہ دے، بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھتے ہوئے شکر بجا لائے، اگر پسند آئیں تو کھا لے بصورت دیگر احسن طریقے سے واپس کر دے، مگر عیب نہ لگائے، کیونکہ کھانے میں عیب نکالنا انسان کے شانِ شایان نہیں۔

ایسے ہی اگر کھانا پکا کر پیش کیا جائے تو پسند ہو تو کھا لے بصورت دیگر

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5409] صحيح مسلم، برقم [2064]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترک کر دے لیکن اس میں نکتہ چینی نہ کرے، اگر کوئی بندہ نکتہ چینی کرے تو اسے کہہ دیا جائے کہ پسند ہے تو کھا لو، وگرنہ چھوڑ دو۔

حدیث پاک کے فوائد:

1. کھانے میں عیب نکالنا انسان کے شایانِ شان نہیں۔
2. اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کرنی چاہیے۔
3. دوسروں کی چاہت اور مرضی کو ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھانا کھانے کا طریقہ

4۔ عن عَمْرِو بْنِ أَبِي سَلَمَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: كُنْتُ غُلَامًا فِي حِجْرِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَكَانَتْ يَدِي تَطِيشُ فِي الصَّحْفَةِ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ «يَا غُلَامُ، سَمِّ اللّٰهِ، وَكُلْ بِيَمِينِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ» فَمَا زَالَتْ تِلْكَ طُعْمَتِي بَعْدُ.[1]

عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول کریم ﷺ کے زیر پرورش تھا۔ کھانے کے دوران میں دوسروں کے سامنے سے بھی کھا لیتا۔ رسول کریم ﷺ نے مجھے فرمایا: ''اے بچے! کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھ کر شروع کر۔ دائیں ہاتھ سے کھا اور اپنے سامنے سے کھا۔ اس کے بعد میں ہمیشہ بسم اللہ پڑھ کر، دائیں ہاتھ سے اور سامنے سے کھاتا۔''

تشریح:

عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ زوجہ رسول ﷺ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے فرزند تھے جو ان کے سابقہ خاوند ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے۔

ایک دفعہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ کھانے کی مجلس میں شریک ہوئے اور ان کا ہاتھ دوسروں کے سامنے تک جا رہا تھا، یعنی پلیٹ کی ہر جانب سے کھا رہے تھے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بچے! بسم اللہ پڑھ کر، دائیں ہاتھ سے اور

[1] صحیح البخاري، رقم الحديث [5061] صحيح مسلم، برقم [2022]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے سامنے سے کھا۔ کھانے کے یہ تین آداب ہیں جو رسول کریم ﷺ نے عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کو سکھائے۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

پہلا ادب: بسم اللہ پڑھ کر کھانا:

کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے، اگر بسم اللہ پڑھے بغیر کھانا شروع کر دیا جائے تو انسان کا سب سے بڑا دشمن شیطان بھی کھانے میں شریک ہو جاتا ہے اور کوئی شخص پسند نہیں کرتا کہ اس کا دشمن کھانے میں اس کے ساتھ شریک ہو۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مکمل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنی چاہیے یا صرف بسم اللہ؟

مکمل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا بھی جائز ہے اور صرف بسم اللہ بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ رسول کریم ﷺ نے "سم اللّٰہ" کا لفظ ارشاد فرمایا ہے جس کا معنی ہے اللہ کا نام لو۔ اور کامل تسمیہ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھی اپنے خط میں پوری "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" لکھی تھی۔

اگر صرف "بسم اللہ" پڑھ لیا جائے تو پھر بھی جائز ہے، جانور کو ذبح کرتے وقت "بسم اللہ" پڑھنا شرط ہے، اگر بسم اللہ پڑھے بغیر ذبح کر دیا جائے تو وہ حرام اور مردار ہو جاتا ہے۔

علماء کرام فرماتے ہیں کہ ذبح کرتے وقت "الرحمٰن الرحیم" کا اضافہ درست نہیں کیونکہ یہاں قول اور فعل متضاد ہو جائیں گے، مگر درست بات یہ ہے کہ وہاں بھی اگر "الرحمٰن الرحیم" پڑھ لیا جائے تو جائز ہے۔

دوسرا ادب: دائیں ہاتھ سے کھانا:

دائیں ہاتھ سے کھانا، پینا ضروری ہے اور بائیں ہاتھ سے کھانا، پینا حرام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا پیتا ہے۔''[1]

اور ہمیں شیطان کی اتباع سے روکا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ وَمَنْ یَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ فَاِنَّهٗ یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ﴾ [النور: 21]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! شیطان کے قدموں کے پیچھے مت چلو اور جو شیطان کے قدموں کے پیچھے چلے تو وہ تو بے حیائی اور برائی کا حکم دیتا ہے۔''

اس لیے دائیں ہاتھ سے کھانا واجب ہے۔ جس طرح شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے ایسے ہی کفار بھی کھانے پینے میں بائیں ہاتھ کا استعمال کرتے ہیں۔

بعض لوگ جب کھانا کھاتے ہیں تو پانی بائیں ہاتھ سے پیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دائیں ہاتھ کے ساتھ سالن لگ جاتا ہے اس لیے پانی پینے کی صورت میں سالن گلاس کے ساتھ لگ جائے گا جس سے گلاس گندا ہو جائے گا۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر گلاس گندا ہوگا تو سالن ہی سے گندا ہوگا، سالن کوئی ناپاک چیز تو نہیں، اور بعد میں گلاس کو دھویا بھی جا سکتا ہے۔

اس کے علاوہ شہادت کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر بھی گلاس کو پکڑا جا سکتا ہے، اس طرح اگر گلاس گندا بھی ہوگا تو تھوڑا سا گندہ ہوگا، لہٰذا اس صورت میں بھی بائیں ہاتھ سے پینا حرام ہے۔ حرام صرف ضرورت اور مجبوری کے وقت جائز ہوتا ہے، اس لیے یہاں عذر باقی نہیں رہتا، کیونکہ عذر اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ دایاں ہاتھ شل ہو جائے یا زخمی ہو جائے کہ منہ تک انسان نہ اٹھا سکتا ہو تو پھر بائیں ہاتھ سے جائز ہوگا۔

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [2020]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہم بات:

ضرورت کے وقت بائیں ہاتھ کو کھانے پینے میں استعمال کیا جا سکتا ہے مگر بغیر ضرورت اور عذر کے حرام ہے۔

تیسرا ادب: اپنے سامنے سے کھانا:

اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیے کہ انسان اپنے سامنے سے کھائے۔ دوسروں کے سامنے سے کھانا ادب کے خلاف ہے، ہاں اگر مختلف قسم کے کھانے ہوں تو ایسی صورت میں دوسروں کے سامنے سے انسان اٹھا کر کھا سکتا ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر کھانا کھایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم برتن میں سے کدو تلاش کر کے کھا رہے تھے۔[1]

حدیث پاک کے فوائد:

① بسم اللہ پڑھ کر اور اپنے سامنے سے کھانا واجب ہے۔

② نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کو اچھے انداز میں ادب سکھایا اور اس پر نرمی کی۔

② انسان کے لیے ضروری ہے کہ اپنی اولاد کو کھانے کی دعا اور طریقہ سکھائے، جس طرح کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کو سکھایا۔

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2094] صحيح مسلم، برقم [2041]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھانے کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا

5۔ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ «إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ تَعَالَىٰ، فَإِنْ نَسِيَ أَنْ يَّذْكُرَ اسْمَ اللّٰهِ تَعَالَىٰ فَلْيَقُلْ: بِسْمِ اللّٰهِ فِيْ أَوَّلِهِ وَآخِرَهُ» [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب کوئی بندہ کھانا شروع کرے تو ”بسم اللہ“ پڑھ کر شروع کرے، اگر شروع میں بھول جائے تو وہ ”بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ“ پڑھ لے۔“

6۔ وعن جابرٍ رضي اللّٰه عنه، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: «إِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ فَذَكَرَ اللّٰهَ تَعَالَىٰ عِنْدَ دُخُوْلِهِ وَعِنْدَ طَعَامِهِ، قَالَ الشَّيْطَانُ لِأَصْحَابِهِ: لَا مَبِيتَ لَكُمْ وَلَا عَشَاءَ، وَإِذَا دَخَلَ، فَلَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ تَعَالَى عِنْدَ دُخُوْلِهِ قَالَ الشَّيْطَانُ: أَدْرَكْتُمُ الْمَبِيتَ، وَإِذَا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ تَعَالَى عِنْدَ طَعَامِهِ قَالَ: أَدْرَكْتُمُ الْمَبِيتَ وَالْعَشَاءَ» [2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”جب انسان گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا تناول کرتے وقت ”بسم اللہ“ پڑھتا ہے تو شیطان اپنے چیلوں سے کہتا

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [3767] صحيح الجامع [380]

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث [2018]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے: تمھارے لیے رات گزارنے کے لیے جگہ ہے اور نہ رات کا کھانا ہے۔ اور جب گھر میں داخل ہوتے وقت "بسم اللہ" نہیں پڑھتا تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے: رات گزارنے کے لیے تمھیں جگہ مل گئی، اور جب بندہ کھانے پر بھی "بسم اللہ" نہیں پڑھتا تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے تمھیں رات کا کھانا اور جگہ دونوں مل گئے ہیں۔"

کھانا شروع کرتے وقت "بسم اللّٰه" پڑھنا واجب اور ضروری ہے۔ اگر انسان کھانا شروع کرتے وقت "بسم اللّٰه" نہ پڑھے تو شیطان بھی کھانے میں شریک ہوجاتا ہے، حالانکہ شیطان انسان کا دشمن ہے اور کوئی بندہ بھی پسند نہیں کرتا کہ اس کا دشمن کھانے میں اس کے ساتھ شریک ہو۔

اب "بسم اللہ" مکمل پڑھنی ہے یا صرف "بسم اللہ"؟ تو اگر "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" مکمل پڑھ لے پھر بھی ٹھیک ہے اور اگر صرف "بسم اللہ" پڑھ لے تب بھی کوئی حرج نہیں۔ اگر شروع میں "بسم اللہ" پڑھنا بھول جائے اور کھانے کے درمیان یاد آئے تو "بِسۡمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ" پڑھنا چاہیے۔

کیونکہ سنن ابو داود میں روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب انسان کھانے پر "بسم اللّٰه" نہیں پڑھتا تو شیطان بھی اس کے ساتھ کھاتا ہے۔"

دوسری حدیث میں گھر میں داخل ہونے کے وقت اللہ کے ذکر کا بیان ہے کہ گھر میں داخل ہوتے وقت یہ الفاظ کہے:

« بِسۡمِ اللّٰهِ وَلَجۡنَا وَبِاسۡمِ اللّٰهِ خَرَجۡنَا وَعَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلۡنَا، اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسۡأَلُكَ خَيۡرَ الۡمَوۡلِجِ وَأَسۡأَلُكَ خَيۡرَ الۡمَخۡرَجِ »[1]

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [5096]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اللہ کے نام کے ساتھ ہی ہم گھر میں داخل ہوتے ہیں اور اللہ کا نام لے کر ہی ہم گھر سے نکلتے ہیں اور اللہ پر ہی ہم توکل کرتے ہیں۔ اے اللہ! تجھ سے سوال کرتا ہوں بہتری کے ساتھ داخل ہونے کا اور بہتری کے ساتھ نکلنے کا۔"

جب بھی گھر میں داخل ہو (خواہ دن ہو یا رات) یہ دعا پڑھنی چاہیے اور رات کے کھانے کے وقت یہ دعا پڑھے: "بِسْمِ اللّٰہِ" تو جب گھر میں داخل ہوتے وقت اور رات کے کھانے کے وقت اللہ کا ذکر یعنی مذکورہ بالا دعائیں پڑھی جائیں تو شیطان اپنے چیلوں سے کہتا ہے کہ تمھارے لیے رات گزارنے کی جگہ بھی نہیں اور رات کا کھانا بھی نہیں کیونکہ یہ گھر (جس میں داخل ہوتے وقت دعا پڑھی گئی) اور یہ کھانا (جس کو شروع کرتے وقت دعا پڑھی گئی) دعا پڑھنے کی وجہ سے شیطانوں سے محفوظ کر لیا گیا ہے۔

اگر گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانے کے وقت دعا نہ پڑھی جائے تو شیطان کہتا ہے کہ رات گزارنے کے لیے جگہ مل گئی ہے اور رات کے کھانے میں بھی شرکت ہوگئی ہے۔ اس لیے جب گھر میں داخل ہوا جائے تو دعا پڑھنی چاہیے اور جب کھانا شروع کیا جائے تو بھی دعا پڑھنی چاہیے، اس طرح انسان شیطان لعین سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

حدیث پاک کے فوائد:

① گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا تناول کرتے وقت مسنون دعا پڑھنی چاہیے۔

② کھانا شروع کرنے سے قبل بسم اللہ پڑھنا واجب ہے، اگر شروع میں بھول جائے تو اٹھنے سے پہلے پہلے پڑھ لے۔

③ شیطان بھی کھاتا ہے، کیونکہ اس حدیث میں آیا ہے کہ شیطان کھانے میں اس وقت شریک ہو جاتا ہے جب دعا نہ پڑھی جائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھانا اکٹھے کھانا چاہیے

7۔ ”عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَأْكُلُ طَعَامًا فِيْ سِتَّةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَأَكَلَهُ بِلُقْمَتَيْنِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: «أَمَا إِنَّهُ لَوْ سَمَّى لَكَفَاكُمْ»❶

”حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے چھ (6) ساتھیوں کے ساتھ مل کر کھانا کھا رہے تھے کہ ایک دیہاتی آیا تو اس نے دو لقموں میں کھانا ختم کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ بسم پڑھ کر کھاتا تو یہ کھانا تم سب کو کفایت کر جاتا۔“

”وَعَنْ حُذَيْفَةَ رضي الله عنه، قَالَ: كُنَّا إِذَا حَضَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ طَعَامًا، لَمْ نَضَعْ أَيْدِيَنَا حَتّٰى يَبْدَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَيَضَعُ يَدَهُ. وَإِنَّا حَضَرْنَا مَعَهُ مَرَّةً طَعَامًا، فَجَاءَتْ جَارِيَةٌ كَأَنَّهَا تُدْفَعُ، فَذَهَبَتْ لِتَضَعَ يَدَهَا فِي الطَّعَامِ، فَأَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِهَا، ثُمَّ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ كَأَنَّمَا يُدْفَعُ، فَأَخَذَ بِيَدِهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: «إِنَّ الشَّيْطَانَ يَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ أَلَّا يُذْكَرَ اسْمُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ. وَإِنَّهُ جَاءَ بِهٰذِهِ الْجَارِيَةِ لِيَسْتَحِلَّ بِهَا، فَأَخَذْتُ بِيَدِهَا، فَجَاءَ بِهٰذَا الْأَعْرَابِيِّ لِيَسْتَحِلَّ بِهِ، فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ، وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ، إِنَّ يَدَهُ فِيْ يَدِيْ مَعَ يَدَيْهِمَا» ثُمَّ ذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَأَكَلَ.“❷

❶ سنن الترمذي، رقم الحديث [1858]

❷ صحيح مسلم [2017]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانے میں شریک ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کھانا شروع نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانے میں شریک تھے کہ ایک بچی اس طرح دوڑتی ہوئی آئی گویا اسے پیچھے سے دھکیلا جا رہا ہو۔ اس نے کھانے سے کچھ لینا چاہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، اس کے بعد ایک دیہاتی آیا اس کی بھی یہی کیفیت تھی جیسے کسی نے اس کو دھکا دیا ہو۔ اس نے بھی کھانے میں ہاتھ ڈالنا چاہا تو اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شیطان اُس کھانے کو اپنے لیے حلال کر لیتا ہے جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے۔ شیطان اس بچی کو لے کر آیا اپنے لیے کھانا حلال کرنے کے لیے مگر میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر اس دیہاتی کو لے کر آیا تاکہ کھانا اپنے لیے حلال کر لے میں نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اٹھا کر کہا: یقیناً شیطان کا ہاتھ ان دونوں (بچی اور دیہاتی) کے ہاتھوں کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا نام لیا اور کھانا کھایا۔''

تشریح:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھ ساتھیوں کے ساتھ مل کر اکٹھے کھانا کھا رہے تھے تو ایک دیہاتی آیا، وہ بھی کھانے میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوا، اور دو ہی لقموں میں سارا کھانا کھا گیا، جیسا کہ وہ بھوکا تھا۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ ''بسم اللہ'' پڑھتا تو کھانا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب کو کفایت کر جاتا، چونکہ اس نے بسم اللہ نہیں پڑھی اس لیے سارا کھانا دو ہی نوالوں میں کھا گیا اور کھانا کم ہو گیا۔

یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کھانا اکٹھے مل کر کھانا چاہیے جیسے رسول اللہ ﷺ کھا رہے تھے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب انسان ''بسم اللہ'' نہیں پڑھتا تو شیطان کھانے میں اس کا شریک ہو جاتا ہے اور برکت ختم ہو جاتی ہے تو وہ کھانا جس کو انسان کافی خیال کرتا ہے اس میں برکت نہیں رہتی اور وہ ناکافی ہو جاتا ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ ایک دن وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، آپ ﷺ کو کھانا پیش کیا گیا۔ جب انھوں نے شروع کرنے کا ارادہ کیا تو ایک چھوٹی بچی دوڑتی ہوئی آئی تو اس نے ''بسم اللہ'' پڑھے بغیر کھانا تناول کرنا چاہا، امام الانبیاء علیہم السلام نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، پھر اسی طرح ایک دیہاتی آیا، اس نے بھی ''بسم اللہ'' پڑھے بغیر کھانا چاہا، رسول اکرم ﷺ نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا، پھر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ شیطان اس بچی اور دیہاتی کے ساتھ اپنے لیے کھانا حلال کرنے کے لیے آیا تھا کہ یہ بغیر ''بسم اللہ'' کے شروع کریں اور کھانا اس کے لیے حلال ہو جائے۔

ان دونوں کو پتا نہیں تھا اس لیے ان کا مواخذہ نہیں کیا گیا کیونکہ یہ تو بچی ہے اور یہ بندہ دیہاتی اور جاہل ہے لہٰذا ان کی باز پرس نہیں ہوتی، پھر رسول معظم ﷺ نے قسم اٹھا کر کہا کہ شیطان کا ہاتھ ان دونوں کے ہاتھ کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔

حدیث پاک کے فوائد:

① صحابہ رسول اللہ ﷺ کا احترام اور ادب کیا کرتے تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

② جب کوئی بڑا کھانے میں شریک ہو تو چھوٹوں کو پہلے شروع نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ بڑے سے پہلے شروع کرنا مناسب نہیں۔

③ شیطان انسان کو نامناسب کام پر ابھارتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں بھی ہے:

﴿اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَ يَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ﴾ [البقرۃ: 268]

''شیطان تمھیں فقر کا ڈراوا دیتا ہے اور تمھیں شرمناک بخل کا حکم دیتا ہے۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ [النور: 21]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! شیطان کے قدموں کے پیچھے مت چلو اور جو شیطان کے قدموں کے پیچھے چلے تو وہ تو بے حیائی اور برائی کا حکم دیتا ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ شیطان انسان کو برائی کا حکم دیتا ہے اور بچتا وہی ہے جس کو اللہ بچا لے۔

④ جب انسان آئے اور لوگ کھانا کھا رہے ہوں تو وہ بسم اللہ ضرور پڑھے اور یہ نہ سوچے کہ پہلوں نے پڑھ لی ہوگی۔

سوال جب لوگ زیادہ ہوں اور اکٹھے شروع کریں تو ایک کا بسم اللہ پڑھنا کافی ہوگا یا نہیں؟

جواب اگر ایک بندہ دل میں بسم اللہ پڑھتا ہے تو کفایت نہیں کرے گی، کیونکہ دوسروں نے اس کی بسم اللہ نہیں سنی، ہاں اگر اونچی آواز سے اور تمام کی طرف سے نیت کرکے پڑھے تو بعض کہتے ہیں کفایت کر جائے گی اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض کہتے ہیں افضل یہ ہے کہ ہر بندہ اپنی اپنی بسم اللہ پڑھے، یہی بہتر اور احسن ہے۔

5 شیطان کا بھی ہاتھ ہوتا ہے کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے اس کے ہاتھ کو روکا۔

6 یہ حدیث رسول کریم ﷺ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ (حذیفہ کی حدیث) کے ذریعے سے لوگوں کو بتلائی۔ شیطان نے بچی کو اور اعرابی کو بھیجا، مگر رسول معظم ﷺ نے دونوں کے ہاتھوں کو اپنے دستِ مبارک سے روک لیا۔

7 اگر کوئی بندہ کھانا کھانے کا ارادہ کرے اور دوسرا بندہ اس کی بسم اللہ کو نہیں سنتا تو وہ اس کا ہاتھ روک لے، یہاں تک کہ وہ بسم اللہ پڑھ لے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بھی بچی اور اعرابی کا ہاتھ پکڑ لیا تھا اور یہ نہیں کہا کہ انھوں نے بسم اللہ پڑھی ہوگی کیونکہ سنائی نہیں دی تو اس سے ان کو نصیحت حاصل ہوگئی کہ جب بھی وہ اس واقعہ کو یاد کریں گے، کبھی بسم اللہ کے بغیر کھانا نہیں کھائیں گے۔

8 کھانا کھاتے وقت "بسم اللّٰہ" کی بڑی تاکید ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ کھانا کھاتے وقت "بسم اللّٰہ" پڑھنا واجب ہے۔ اگر انسان "بسم اللّٰہ" کے بغیر کھانا شروع کرتا ہے تو وہ رسول اللہ ﷺ کا نافرمان ہے اور کھانے میں شیطان کی شرکت پر راضی ہے، اسی لیے "بسم اللّٰہ" پڑھنا واجب ہے۔ اگر شروع میں "بسم اللّٰہ" بھول جائے تو جب درمیان میں یاد آئے تو "بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ" پڑھ لے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کم بندوں کا کھانا زیادہ کو کفایت کرتا ہے

8۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((طَعَامُ الِاثْنَيْنِ كَافِي الثَّلَاثَةِ، وَطَعَامُ الثَّلَاثَةِ كَافِي الْأَرْبَعَةِ)) ❶

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دو بندوں کا کھانا تین کو کفایت کر جاتا ہے اور تین کا کھانا چار کو کفایت کرتا ہے۔''

9۔ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ: ((طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي الِاثْنَيْنِ، وَطَعَامُ الِاثْنَيْنِ يَكْفِي الْأَرْبَعَةَ، وَطَعَامُ الْأَرْبَعَةِ يَكْفِي الثَّمَانِيَةَ)) ❷

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''ایک کا کھانا دو کے لیے کافی ہوتا ہے اور دو آدمیوں کا کھانا چار کے لیے کفایت کر جاتا ہے اور اگر چار کا کھانا ہے تو اس سے آٹھ آدمی سیر ہو سکتے ہیں۔''

تشریح:

ان دونوں روایتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ ایک انسان کا کھانا دو کو کفایت کر جاتا ہے اور دو کا چار کو، اور چار بندوں کے کھانے سے آٹھ آدمی سیر ہو سکتے ہیں۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ایثار کے جذبے کو

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [5392] صحيح مسلم، برقم [2058]

❷ صحيح مسلم، رقم الحديث [2059]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسان میں ابھارتا ہے، یعنی انسان کھانا لے کر آتا ہے اور اپنے تئیں وہ گمان کرتا ہے کہ یہ ایک آدمی ہی کھا سکتا ہے، اچانک ایک دوسرا آدمی آجاتا ہے تو اس کو وہاں بخل سے کام نہیں لینا چاہیے کہ کہنے لگے ایک بندے کا کھانا تھا یہ دوسرا کیوں آ گیا ہے؟ بلکہ اس کو بھی اپنے ساتھ کھلائے۔ اس سے وہ دونوں سیر ہو سکتے ہیں۔

ایسے ہی اگر دو آدمی اپنا کھانا لے کر آتے ہیں اچانک دو آدمی مزید آجاتے ہیں تو کھانے والے دوسروں کو بھی اپنے ساتھ شریک کر لیں۔ اگر چار بندے ہیں تو ان کا کھانا بھی آٹھ بندوں کا پیٹ بھر سکتا ہے۔

حدیث پاک کے فوائد:

مل کر کھانے سے برکت نازل ہوتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھانے سے فراغت پر ''الحمد للہ'' کہنا چاہیے

10۔ عَنْ مُعَاذِ بن أنسٍ رضي الله عنه قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: «مَنْ أَكَلَ طَعَامًا فَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنِيْ هٰذَا الطَّعَامَ وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّيْ وَلَا قُوَّةٍ؛ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ» [1]

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کھانا کھا کر یہ دعا پڑھی: «اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنِيْ هٰذَا الطَّعَامَ وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّيْ وَلَا قُوَّةٍ» ''تمام تعریفات اس ذات پاک کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور میری کسی قوت اور طاقت کے بغیر مجھے رزق دیا۔ اس کے پہلے تمام گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔''

11۔ وعن أبي أُمَامة رضي الله عنه، أَنَّ النَّبِيَّ كَانَ إِذَا رُفِعَ مَائِدَتُهُ، قَالَ: «اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ، وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا» [2]

ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کھانے سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے: «اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ، وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا» ''سب تعریف

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [4023] إرواء الغليل، رقم الحديث [1989]
[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [4548]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ ہی کے لیے ہے، تعریف بہت پاکیزہ، بابرکت، ناکافی اور نہ چھوڑی ہوئی اور نہ ہی بے پرواہی برتی گئی، اے ہمارے رب!“

تشریح:

جب انسان کھانا کھانے سے فارغ ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے جس نے اس کو رزق مہیا کیا ہے اور یہ دعا پڑھنی چاہیے:

« اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَطْعَمَنِيْ هٰذَا الطَّعَامَ وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّيْ وَلَا قُوَّةٍ »

”تمام تعریفات اس ذات پاک کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور میری کسی قوت اور طاقت کے بغیر مجھے رزق دیا۔ اس کے پہلے تمام گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔“

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کو ہمارے لیے میسر نہ کرتا تو ہم کبھی نہ کھا سکتے، جیسا کہ قرآن مجید میں رب تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ أَفَرَأَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ۝ ءَ أَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ أَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ۝ إِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴾ [الواقعة: 63 تا 67]

”پھر کیا تم نے دیکھا جو کچھ تم بوتے ہو؟ کیا تم اسے اگاتے ہو، یا ہم ہی اگانے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو ضرور اسے ریزہ ریزہ کر دیں، پھر تم تعجب سے باتیں بناتے رہ جاؤ کہ بے شک ہم تو تاوان ڈال دیے گئے ہیں۔ بلکہ ہم بے نصیب ہیں۔“

جب انسان زمین میں بیج ڈالتا ہے پھر بیج سے کونپل نکلتی ہے جو بڑھتی ہے، فصل تیار ہو کر کاٹی جاتی ہے، غلہ بنا کر اس کو پکایا جاتا ہے اور پھر کھانے کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرحلہ آتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ ان تمام امور کو پایۂ تکمیل تک نہ پہنچاتا تو انسان کے اختیار میں کچھ بھی نہیں۔ انسان کا کام صرف بیج ڈالنا ہے، اس کے بعد تمام امور خالقِ کائنات سرانجام دے کر انسان کے لیے روزی کا بندوبست کرتا ہے۔

اس لیے بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ انسان کے پاس جو کھانا پہنچتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے مگر اس نعمت سے قبل بھی کئی نعمتیں انسان کو حاصل ہو جاتی ہیں جن کا شکریہ لازم ہے، جیسے بیج کو کونپل کی شکل اللہ تعالیٰ عطا کرتے ہیں۔ یہ ایک نعمت ہے کہ انسان کا بیج ضائع نہیں ہوا۔ اس طرح اس کے بعد فصل کا تیار ہونا اور تمام مراحل سے گزر کر طعام کا سبب بننا یہ اللہ رب العزت کی بہت بڑی عطا ہے، ہم کو ان نعمتوں کا پتا نہیں ہوتا اور ہم ان سے اکثر غفلت برت جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے کہ وہ ہم کو اور تمام مسلمانوں کو رزق حلال عطا فرمائے اور اپنی نعمتوں کے شکریہ کی توفیق بخشے، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا پڑھنے پر ابھارا ہے:

«اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيهِ غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ، وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا»

”سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے، تعریف بہت پاکیزہ، بابرکت، نہ کافی نہ چھوڑی ہوئی اور نہ ہی بے پرواہی برتی گئی، اے ہمارے رب!“

یعنی ہم اللہ تعالیٰ سے بے پروا نہیں ہو سکتے اور نہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی ہمیں کفایت کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام عیوب و نقائص سے مبرا ہے، وہی ہمارا کارساز اور رازق ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث پاک کے فوائد:

① ہر نعمت کا شکریہ ادا کرنا واجب ہے۔

② انسان اللہ تعالیٰ سے کسی صورت میں بے پروا نہیں ہو سکتا۔

③ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرنا اور پھر ان پر شکریہ بجا لانا واجب ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روزے دار کو دعوت دی جائے تو وہ کیا کرے؟

12۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰه ﷺ «إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ، فَلْيُجِبْ، فَإِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُصَلِّ، وَإِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيَطْعَمْ» [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کسی کو دعوت دی جائے تو اس کو قبول کرے۔ اگر اس نے روزہ رکھا ہے تو پھر دعا کرے۔ روزہ نہیں رکھا تو دعوت میں شریک ہو کر کھانا کھائے۔''

تشریح:

جب انسان کو کھانے کی دعوت دی جائے تو اس کا صرف حاضر ہونا ہی کافی نہیں بلکہ اس کو کھانا بھی تناول کرنا پڑے گا کیونکہ جس نے دعوت دی ہے اس نے کھانا کھانے کے لیے پکایا ہے، دیکھنے کے لیے نہیں، اور پھر مال بھی خرچ کیا ہے، پھر دعوت بھی دی ہے، لہٰذا کھانا ضروری ہوگا۔

ہم کہیں کہ اگر کھانا چھوڑ بھی دیں یعنی نہ کھائیں اور صرف حاضر ہو جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں تو میرے بھائی اس میں بہت بڑا حرج ہے، کیونکہ اس نے کھانا پکوایا ہے، اس پر اس کا مال بھی صرف ہوا ہے، اگر نہ کھایا جائے تو مال کا بھی ضیاع ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی بھی ناقدری، اس کے

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1431]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ جو دعوت دینے والا ہے اس کے دل میں کھٹکا ہو گا کہ کس وجہ سے انھوں نے میرا کھانا نہیں کھایا؟

اس لیے جب کوئی دعوت دینے والا دعوت دے تو سنت یہ ہے کہ اس کی دعوت کو قبول کیا جائے، اگر ولیمہ کی دعوت مل رہی ہے تو اس کو قبول کرنا واجب ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ لَمْ يُجِبْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ» [1]

''جس نے دعوت قبول نہ کی اس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی۔''

اس حدیث میں ولیمہ کی دعوت مراد ہے۔ ولیمہ کے علاوہ دوسری دعوتوں میں اختیار ہے۔ مثال کے طور پر ایک انسان سفر سے واپس آیا اور اپنے دوستوں کی دعوت کی اور اس نے تجھے بھی دعوت دی تو اگر جی چاہے تو قبول کر لے، اگر دل نہیں کرتا تو نہ کر، مگر افضل یہ ہے کہ تو دعوت کو قبول کرے، جمہور علماء کرام کا یہی موقف ہے۔

بعض علماء کرام کہتے ہیں کہ دعوت ولیمہ ہو یا غیر ولیمہ، قبول کرنا واجب اور ضروری ہے، ہاں اگر کوئی شرعی عذر ہو تو پھر قبول نہ کرنے میں حرج نہیں۔ اگر دعوت کو قبول کرتے ہوئے حاضری کا موقع مل گیا ہے اور روزہ نہیں تو پھر کھانا تناول کرنا چاہیے، روزہ ہو تو پھر دعوت دینے والے کے لیے اچھے اچھے الفاظ استعمال کرتے ہوئے دعائیں دینی چاہییں اور اسے روزے کے متعلق مطلع کرنا چاہیے تاکہ اس کے دل میں کوئی وسوسہ پیدا نہ ہو سکے۔

روزہ فرضی نہیں تو اس کو توڑ بھی سکتا ہے تاکہ صاحب طعام کے خدشات دور ہوں، فرض ہو تو اس کو توڑنا صحیح نہیں بلکہ منع ہے۔

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5177] صحيح مسلم، برقم [1432]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسائل:

① روزہ نہ ہونے کی صورت میں دعوت میں حاضر ہو کر کھانا چاہیے۔

② روزہ فرضی ہو تو اس کو توڑنا جائز نہیں۔

③ روزہ نفلی ہو تو پھر اختیار ہے، انسان چاہے تو توڑ سکتا ہے اور نہیں بھی توڑ سکتا۔ نہ توڑنے کی صورت میں داعی (دعوت دینے والا) کو اپنے روزے سے آگاہ کر دے، جو بھی مناسب سمجھے حالات کے پیشِ نظر اس کو اختیار کرے، مگر روزہ کو نہ توڑنا زیادہ بہتر ہے۔

اگر کوئی کارڈ کے ذریعے سے دعوت دیتا ہے تو اس کو قبول کرنا واجب نہیں، کیونکہ اکثر کارڈ صرف روایتی طور پر ہی بھیجے جاتے ہیں، ان کا منشا یہ نہیں ہوتا کہ مدعو (جس کو دعوت دی گئی ہے) لازمی حاضر ہو۔

مگر جب وہ حقیقی دعوت دے اور وہ تمھاری شرکت کا متمنی بھی ہو تو پھر قبول کرنا واجب ہے، کیونکہ وہ تمھارا قریبی دوست یا اقارب سے ہے تو لازمی امر ہے کہ وہ تمھاری شرکت کا متمنی ہے، یہ الگ بات ہے کہ آج کل اکثر دوست اور رشتے دار بھی روایتی دعوت ہی دیتے ہیں۔

((فَلْيُصَلِّ)) کا مطلب:

« فلیصل » کا مطلب ہے کہ وہ دعا کرے کیونکہ یہاں "يُصَلِّ" سے مراد دعا ہی ہے اور لغت عرب میں بھی صلوۃ دعا کے معنی میں مستعمل ہے۔ صلاۃ کا شرعی معنی معروف عبادت ہے جس کو نماز کا نام دیا جاتا ہے۔ اگر کوئی قرینہ موجود ہو تو پھر شرعی معنی سے پھیر کر لغوی معنی مراد لیا جا سکتا ہے جس طرح یہاں قرینہ موجود ہے جو دعا پر دلالت کرتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث پاک کے فوائد:

① جب انسان کو کھانے کی دعوت دی جائے اور اس کا روزہ بھی نہیں تو اس کو قبول کرنا چاہیے۔

② مدعوّ (جس کو دعوت دی گئی ہو) اگر روزہ دار ہے اور فرضی روزہ ہے تو روزہ توڑنا صحیح نہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعوت کے بغیر شرکت..؟

13۔ "عَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قال: دَعَا رَجُلٌ النَّبِيَّ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ لَهُ خَامِسَ خَمْسَةٍ، فَتَبِعَهُمْ رَجُلٌ، فَلَمَّا بَلَغَ الْبَابَ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّ هٰذَا تَبِعَنَا، فَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَأْذَنَ لَهُ، وَإِنْ شِئْتَ رَجَعَ» قال: بل آذَنُ لَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ."[1]

ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے کھانا تیار کیا اور رسول اللہ ﷺ سمیت پانچ آدمیوں کو دعوت دی۔ جب وہ دعوت تناول کرنے کے لیے تشریف لے گئے تو ایک اور آدمی ان کے ساتھ آ گیا۔ دروازے پر پہنچ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ آدمی ہمارے ساتھ آ گیا ہے، حالانکہ اس کو دعوت نہیں دی گئی۔ اگر تو چاہتا ہے تو اس کو اجازت دے دے وگرنہ یہ لوٹ جائے۔ گھر والے نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں اس کو اجازت دیتا ہوں۔''

تشریح:

درج بالا حدیث شریف میں مذکور ہے کہ ایک آدمی نے پانچ آدمیوں کی دعوت کی، یعنی پانچ آدمیوں کی تعداد متعین کر کے کھانا تیار کیا، جب وہ پانچ افراد جانے لگے تو ایک آدمی مزید ان کے ساتھ چلا گیا جس سے ان کی تعداد چھ ہوگئی۔ جب امام کائنات ﷺ دعوت دینے والے کے گھر پہنچے تو چھٹے کے لیے

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2081] صحيح مسلم، برقم [2036]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجازت چاہی اور فرمایا: اے دعوت دینے والے! یہ بندہ ہمارے ساتھ آ گیا ہے اگر اس کو اجازت ہو تو اندر آ جائے وگرنہ واپس چلا جائے۔

مسائل:

① دعوت دینے والے کے لیے افراد کی تعداد متعین کرنے میں کوئی حرج نہیں، بعض لوگ ایسے انسانوں کو جو افراد کی تعداد متعین کر لیتے ہیں کہ کھانے میں ہر گھر سے ایک فرد شریک ہو، بخیل تصور کرتے ہیں، حالانکہ وہ اپنے حالات کو بہتر جانتا ہے، ہوسکتا ہے اس کی استطاعت ہی اتنی ہو، اس لیے وہ متعین افراد کو دعوت دیتا ہے۔ عام طور پر مالی اعتبار سے کمزور لوگ ہی ایسا کرتے ہیں، مال دار لوگ تو سب کو بلاتے ہیں، اس لیے بخل کا الزام نہیں دینا چاہیے، بلکہ اس کے حالات کو مدنظر رکھنا چاہیے۔

② مدعو (جسے دعوت دی گئی ہے) لوگوں کے ساتھ غیر مدعو بھی جا سکتا ہے۔ ہوسکتا ہے اس کو بھی کھانے کے لیے مل جائے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی اپنے ساتھ جانے والے کو نہیں روکا، حالانکہ وہ غیر مدعو تھا، بلکہ اس کے لیے اجازت مانگی تاکہ وہ بھی کھا لے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے اس لیے اس کو منع نہیں کیا کہ وہ بھی اپنے پیٹ کو سیر کر لے۔[1]

③ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب مدعوین (جن کو دعوت دی گئی ہو) کے ساتھ غیر مدعو (جس کو دعوت نہیں دی گئی) بھی چلا جائے تو مدعوین اس کے لیے اجازت مانگیں، خصوصاً اجازت اس وقت ضروری ہوگی جب مدعو کو گمان ہو کہ داعی نے کسی خاص مقصد کے لیے بلایا ہے۔

④ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ گھر والا (جس نے دعوت کی ہے) اگر

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5375]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہے تو غیر مدعو کو واپس کر سکتا ہے، کیونکہ نبی مکرم ﷺ نے اس کے لیے اجازت طلب کی، جس سے پتا چلتا ہے کہ اس کو اختیار تھا واپس کرنے کا بھی اور اجازت کا بھی۔ گھر والے کو واپس بھیج دینے کا مکمل اختیار ہے، اگر چاہے تو اجازت دے ورنہ کہہ دے کہ واپس چلا جا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے:

﴿ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ﴾ [النور: 28]

''اور اگر تم سے کہا جائے واپس چلے جاؤ تو واپس ہو جاؤ۔''

اگر کوئی بندہ مشغول ہو اور اجازت نہ دے تو اس سے ناراض نہیں ہو جانا چاہیے، بعض لوگ اس کو ناراضی کا سبب بنا لیتے ہیں، حالانکہ اس کو ناراضی کا سبب بنانا غلط ہے، کیونکہ لوگوں کے اپنے کام بھی ہوتے ہیں اور دوسرے افراد سے بھی تعلقات ہوتے ہیں جن کو ڈیل کرنا بھی لازمی ہوتا ہے، اس لیے اجازت نہ ملنے کی صورت میں خوشی خوشی واپس ہو جانا چاہیے۔ شریعت کا بھی یہی مسئلہ ہے۔

حدیث پاک کے فوائد:

1. کھانے کی دعوت کرنا جائز ہے۔
2. مدعوین کی تعداد متعین کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بائیں ہاتھ سے کھانا منع ہے

14۔ ''عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الأَكْوَعِ رضي الله عنه أَنَّ رَجُلًا أَكَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِشِمَالِهِ فَقَالَ: « كُلْ بِيَمِيْنِكَ » قَالَ: لَا أَسْتَطِيْعُ، قَالَ: « لَا اسْتَطَعْتَ » مَا مَنَعَهُ إِلَّا الْكِبْرُ، فَمَا رَفَعَهَا إِلَى فِيْهِ.''[1]

''سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے کہا: دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اس نے کہا: میں دائیں ہاتھ سے نہیں کھا سکتا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تجھے اس کی کبھی توفیق نہ ہی ہو۔'' اس شخص نے ایسا تکبر کی وجہ سے کہا تھا، چنانچہ وہ اپنا دایاں ہاتھ منہ تک کبھی نہ اٹھا سکا۔''

تشریح:

دائیں ہاتھ سے کھانا پینا واجب ہے اور بائیں ہاتھ سے حرام ہے۔ جو بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے وہ اللہ و رسول کا نافرمان ہے اور گناہ کا ارتکاب کرتا ہے، اس کے علاوہ وہ شیطان اور کفار کی بھی مشابہت کرتا ہے۔

البتہ ہاتھ شل وغیرہ ہو تو بائیں ہاتھ سے کھا سکتا ہے۔ اس بنا پر امام نووی نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ نے اس آدمی کو کہا:

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [2021]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دائیں ہاتھ سے کھانا تناول کر۔ اس نے کہا: مجھ میں دائیں ہاتھ سے کھانے کی طاقت نہیں تو آپ ﷺ نے بددعا کرتے ہوئے کہا: اللہ تجھے کبھی اس کی طاقت نہ دے۔ کیونکہ اس نے تکبر کی وجہ سے ایسے کہا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو بددعا دی جس کے نتیجے میں اس کا ہاتھ ہمیشہ کے لیے ہی شَل ہو گیا۔

آپ ﷺ کا اس کے لیے بددعا کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بائیں ہاتھ سے کھانا حرام ہے۔

نبی مکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

« إن الشيطان يأكل بشماله ويشرب بشماله »[1]

”بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا پیتا ہے۔“

اے مسلمان! تیرے سامنے رسول مکرم ﷺ کا طریقہ بھی موجود ہے اور شیطان کا بھی، بتا تو کس کا طریقہ اختیار کرے گا؟

یقیناً ایک مومن تو رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہی اپنائے گا، اور رسول اللہ ﷺ کا طریقہ دائیں ہاتھ سے کھانا ہے۔ آپ ﷺ نے اس کا حکم بھی دیا ہے۔

چونکہ بائیں ہاتھ سے کھانا پینا شیطان کا فعل ہے، اسی وجہ سے شیطان اور اس کے پیروکاروں (یہودی، عیسائی، کفار و مشرکین وغیرہ) کو بائیں ہاتھ ہی سے کھاتے پیتے دیکھا گیا ہے۔ اب مسلمان! تیری مرضی شیطان کا دوست بن یا رحمان کا۔ کفار و مشرکین پر تو شیطان کا غلبہ ہے، اس لیے وہ شیطان ہی کی پیروی کریں گے، تجھے ان کے رستے سے بچنا چاہیے۔

بعض لوگ جب کھانا کھاتے ہیں تو گلاس بائیں ہاتھ میں پکڑ لیتے ہیں جو جائز نہیں، کیونکہ بائیں سے پینا حرام ہے اور حرام صرف ضرورت کے وقت

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث [2020]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائز ہوتا ہے۔ گلاس کو نیچے سے پکڑے اور پانی پی لے، اس سے تھوڑا سا وہ سالن وغیرہ سے آلودہ ہوگا۔ آج کل اکثر پلاسٹک کے گلاس استعمال کیے جاتے ہیں جنھیں ڈسپوزل گلاس کہتے ہیں، پی کر ان کو پھینک دیا جاتا ہے یا پھر سٹیل یا شیشے کے استعمال کیے جاتے ہیں تو اگر ان کے ساتھ سالن لگ جائے تو اسے دھویا جاسکتا ہے، اس لیے بائیں ہاتھ سے پینے کا جواز بنتا ہی نہیں۔

اگر اس کے باوجود بائیں کو پینے میں استعمال کرتا ہے تو رسول اللہ ﷺ کا نافرمان ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کا بھی نافرمان ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ﴾ [النساء: 80]

''جو رسول کی فرمانبرداری کرے تو بے شک اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی۔''

﴿ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴾

[الأحزاب: 36]

''اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے سو یقیناً وہ گمراہ ہوگیا، واضح گمراہ ہونا۔''

اس کے علاوہ رسول تو اللہ تعالیٰ کے حکم ہی سے بولتا ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی گویا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔

حدیث پاک کے فوائد:

① دائیں ہاتھ سے کھانا واجب ہے۔

② نبی مکرم ﷺ کی اطاعت واجب ہے۔

③ نبی اکرم ﷺ کی نافرمانی سے بچیں، ورنہ نحوست پیدا ہوتی ہے اور انسان عذابِ الٰہی کا شکار ہوتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایثار کی ترغیب

15۔ عَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُحَيْمٍ قَالَ: أَصَابَنَا عَامُ سَنَةٍ مَعَ ابْنِ الزُّبَيْرِ فَرُزِقْنَا تَمْرًا، وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عمر رضي الله عنهما يَمُرُّ بِنَا وَنَحْنُ نَأْكُلُ، فَيَقُولُ «لَا تُقَارِنُوا، فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ الْإِقْرَانِ، ثُمَّ يَقُولُ: إِلَّا أَنْ يَسْتَأْذِنَ الرَّجُلُ أَخَاهُ» [1]

جبلہ بن سحیم فرماتے ہیں: ''عبداللہ بن زبیر کے دورِ خلافت میں ہم قحط سے دو چار ہوگئے، ہمیں کھانے میں کھجوریں ملیں تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہمارے پاس سے گزرے تو فرمایا: اکٹھی دو دو اٹھا کر نہ کھاؤ، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس سے منع فرمایا ہے۔ پھر فرمایا: اگر دوسرا بندہ اجازت دے تو پھر کھا سکتے ہو۔''

تشریح:

جب کھانے میں کچھ افراد شریک ہوں، یعنی کھانا اکٹھے کھا رہے ہوں اور کھانے میں وہ اشیاء موجود ہوں جو ایک ایک کر کے کھائی جاتی ہیں، جیسے کھجوریں وغیرہ تو انھیں دو دو اکٹھی اٹھا کر منہ میں ڈالنا ممنوع ہے۔ اس سے دوسرے افراد جو کھانے میں شریک ہیں۔ ان کے دل میں ایک خدشہ سا پیدا ہوجاتا ہے اور یہ ادب کے بھی خلاف ہے، اگر وہ اجازت دیں تو پھر دو دو اکٹھی بھی اٹھا کر کھائی جاسکتی ہیں۔

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5446] صحيح مسلم، برقم [2045]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر انسان اکیلا ہوتو پھر فرداً فرداً کھائے یا اکٹھی اٹھا کر کھالے، اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ اب یہ اکیلا ہے۔ اگر کوئی ساتھ شریک ہوتا تو اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوسکتا ہے کہ یہ زیادہ کھا جائے گا، اس بنا پر اس کو تکلیف ہوتی ہے، اب چونکہ یہ خدشہ نہیں لہٰذا اس کو اختیار ہے۔

ایک ڈرا بھی باقی ہے کہ اگر وہ دو اکٹھی منہ میں ڈالے گا تو اس کے گلے میں نہ اٹک جائیں کیونکہ عام لوگ کہتے ہیں کہ اگر بڑا لقمہ منہ میں ڈال دیا جائے تو وہ گلے میں اٹک جاتا ہے، اگر گلے میں اٹکنے کا خدشہ ہے تو پھر بھی دو اکٹھی اٹھا کر منہ میں نہ ڈالے کیونکہ اس سے کسی دوسرے کو تو نہیں خود اس کو تکلیف ہوگی اور کوئی بھی اپنے آپ کو تکلیف دینا پسند نہیں کرتا۔

حدیث پاک کے فوائد:

1. وہ اشیاء جو فرداً فرداً کھائی جاتی ہیں ان کو اکٹھا کھانا منع ہے۔
2. ساتھیوں کی ضرورت کا بھی خیال ہونا چاہیے۔
3. اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دینی چاہیے، خاص کر ضرورت کے وقت۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھانے میں برکت کیسے آئے گی؟

16۔ عَنْ وَحْشِيِّ بْنِ حرب رضي الله عنه أَنَّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا نَأْكُلُ وَلَا نَشْبَعُ؟ قَالَ: « فَلَعَلَّكُمْ تَفْتَرِقُونَ » قَالُوا: نَعَمْ. قَالَ: « فَاجْتَمِعُوا عَلَى طَعَامِكُمْ، وَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ، يُبَارَكْ لَكُمْ فِيهِ »[1]

''وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم کھاتے تو ہیں مگر سیر نہیں ہوتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''شاید تم الگ الگ کھاتے ہو؟ انھوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مل کر کھایا کرو اور بسم اللہ پڑھ کر شروع کیا کرو، تمھارے کھانے میں برکت نازل ہوگی۔''

تشریح:

اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ جو کھانا کھاتا ہے مگر سیر نہیں ہوتا، اسے کیا کرنا چاہیے؟ کھانا کھانے کے باوجود سیر نہ ہونے کے بہت سے اسباب ہیں:

① پہلا سبب یہ ہے کہ انسان بسم اللہ پڑھ کر شروع نہیں کرتا جس کی وجہ سے شیطان بھی کھانے میں شریک ہوجاتا ہے اور برکت اٹھ جاتی ہے۔

② دوسرا سبب یہ ہے کہ جب پلیٹ وغیرہ کے درمیان سے کھایا جائے تو بھی برکت ختم ہوجاتی ہے، کیونکہ برکت درمیان میں اترتی ہے، اس لیے

[1] صحيح. سنن أبي داود، رقم الحديث [3199]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درمیان سے کھایا جائے تو برکت بھی ختم اور رسول مکرم ﷺ کے فرمان کی بھی مخالفت ہوتی ہے۔

③ تیسرا سبب یہ ہے کہ الگ الگ ہو کر کھانا تناول کرنا، کیونکہ جب ہر بندہ الگ الگ کھانا کھائے گا تو ہر ایک کے لیے الگ برتن ہوگا جس میں اس کو کھانا پیش کیا جائے گا، تو کھانا الگ ہونے سے برکت بھی ختم ہو جائے گی، لیکن جب ایک ہی برتن میں سب کو کھانا پیش کیا جائے گا تو تھوڑے کھانے میں برکت ہو جائے گی اور سب سیر ہو کر کھالیں گے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی برتن میں سب مل کر کھانا کھائیں، خواہ دس افراد ہوں یا پانچ، اس طرح کھانے میں برکت نازل ہوگی، اور الگ ہو کر کھانے سے برکت ختم ہو جائے گی۔

حدیث پاک کے فوائد:

① اکٹھے مل کر کھانا برکت کا سبب ہے۔

② الگ الگ ہو کر کھانا بے برکتی کا باعث ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برتن کے درمیان سے کھانا مکروہ ہے

17۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النبيِّ ﷺ قَالَ: «اَلْبَرَكَةُ تَنْزِلُ وَسَطَ الطَّعَامِ؛ فَكُلُوا مِنْ حَافَتَيْهِ، وَلَا تَأْكُلُوا مِنْ وَسَطِهِ»❶

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول مکرم ﷺ نے فرمایا: برکت کھانے کے درمیان میں اترتی ہے، اس لیے برتن کے اطراف سے کھاؤ اور درمیان سے نہ کھایا کرو۔''

15۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ لِلنَّبِيِّ ﷺ قَصْعَةٌ يُقَالُ لَهَا: الْغَرَّاءُ، يَحْمِلُهَا أَرْبَعَةُ رِجَالٍ، فَلَمَّا أَضْحَوْا وَسَجَدُوا الضُّحى، أُتِيَ بِتِلْكَ الْقَصْعَةِ۔ يَعْنِي: وَقَدْ ثُرِدَ فِيهَا۔ فَالْتَفُّوا عَلَيْهَا، فَلَمَّا كَثُرُوا جَثَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ: مَا هٰذِهِ الْجِلْسَةُ؟ فَقَالَ رَسُولُ: «إِنَّ اللّٰهَ جَعَلَنِي عَبْدًا كَرِيمًا، وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا عَنِيدًا» ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ «كُلُوا مِنْ حَوَالَيْهَا، وَدَعُوا ذِرْوَتَهَا؛ يُبَارَكْ فِيهَا»❷

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کا ایک پیالہ تھا جسے ''غراء'' کہتے تھے۔ اس کو چار آدمی اٹھاتے تھے۔ جب صحابہ

❶ سنن أبي داود، رقم الحديث [3772]

❷ سنن أبي داود، رقم الحديث [3773] صحيح الجامع، رقم الحديث [4833]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے چاشت کی نماز ادا کی تو اس پیالے میں ثرید بنا کر لائی گئی، سارے اس پر جمع ہوگئے۔ جب تعداد زیادہ ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے۔ ایک دیہاتی کہنے لگا: یہ آپ کیسے بیٹھ گئے ہیں؟ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے عزت والا بندہ بنایا ہے اور متکبر و سرکش نہیں بنایا۔'' پھر رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''اس کے اطراف سے کھاؤ اور درمیان کو چھوڑ دو، اس میں برکت نازل ہوگی۔''

تشریح:

پلیٹ اور پرات وغیرہ کی ایک طرف سے کھانا چاہیے، درمیان سے اور اوپر سے بھی کھانا مناسب نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کی احادیث سے یہی راہنمائی ملتی ہے کہ انسان ایک جانب سے کھانا شروع کرے، اگر کچھ اور لوگ اس کے ساتھ شریک ہیں تو پھر اپنے سامنے سے کھائے اور دوسروں کے آگے سے کھانے سے گریز کرے۔

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«إن البركة تنزل في وسط الطعام»

''برکت کھانے کے درمیان میں اترتی ہے۔''

اس سے پتا چلتا ہے کہ جب بندہ برتن کے درمیان سے کھاتا ہے تو کھانے سے برکت ختم ہوجاتی ہے۔

اہل علم فرماتے ہیں کہ جب کھانا مختلف قسموں کا ہو اور ان میں ایک نوع درمیان میں ہو تو اس صورت میں انسان درمیان سے اٹھا کر کھا سکتا ہے۔ مثال

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے طور پر گوشت کے ہمراہ مختلف کھانے سامنے پڑے ہوئے ہیں، گوشت کو درمیان میں رکھا گیا ہے تو اب گوشت درمیان سے اٹھا کر کھایا جا سکتا ہے کیونکہ اطراف میں گوشت نہیں، امام کائنات ﷺ نے بھی کدو کو تمام برتن سے اٹھا کر کھایا تھا۔

عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کی روایت سے پتا چلتا ہے کہ چاشت کی نماز پڑھنی چاہیے اور یہ سنت ہے۔ جب سورج نیزے کے برابر بلند ہو جائے تو چاشت کی نماز کا یہ وقت ہے اور زوال سے تھوڑا وقت پہلے تک وہ پڑھی جا سکتی ہے، وقت گزرنے کے ساتھ اس کا نام بھی بدل جاتا ہے۔ جیسے سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھی جائے تو اس کو ''اشراق'' کہتے ہیں۔ تھوڑی لیٹ کر کے پڑھی جائے تو اسے چاشت کا نام دیا جاتا ہے اور جب سورج جوبن پر ہو کہ اونٹنی کے بچے کے پاؤں دھوپ کی وجہ سے جلن محسوس کریں تو اسے ''اوابین'' کی نماز سے موسوم کیا جاتا ہے، جو طلوعِ آفتاب سے لے کر زوال سے تھوڑا پہلے تک کسی وقت بھی ادا کی جا سکتی ہے۔

یہ نماز سنت ہے، اس لیے انسان کو اس پر محافظت کرنی چاہیے۔ اس کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسانی اعضا پر جو صدقات صبح کے وقت واجب ہوتے ہیں، اس کی ادائیگی سے سارے صدقات ساقط ہو جاتے ہیں۔ نبی مکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

''جب بندہ صبح کرتا ہے تو اس کے ہر عضو پر صدقہ واجب ہوتا ہے۔''[1]

صدقہ کا مطلب:

صدقہ صرف مال لٹانا ہی نہیں ہے بلکہ تسبیح و تقدیس، تکبیر و تہلیل، قراءۃ القرآن، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، کسی انسان کی اعانت کرنا، اچھی بات کر دینا، حتیٰ کہ اگر آدمی بیوی سے ہم بستر ہوتا ہے تو یہ بھی صدقہ ہے، اور ہر وہ چیز

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2707] صحيح مسلم، برقم [1009]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس سے اللہ کا قرب حاصل کیا جائے صدقہ ہے۔ چاشت کی دو رکعتیں ان تمام امور سے کفایت کر جاتی ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انھیں ہر روز ادا کرنا سنت ہے کیونکہ جسم کے ہر عضو پر روزانہ ہی صدقہ واجب ہوتا ہے جو ہر روز کی ادائیگی سے ساقط ہو جاتا ہے۔

عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کی روایت سے دوسرا مسئلہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان کو ٹیک لگا کر نہیں کھانا چاہیے، بلکہ ایسی کیفیت میں بیٹھے جس سے جلدی سے اٹھ سکے، گھٹنوں کے بل بیٹھ جائے، اس سے زیادہ کھانا بھی نہیں کھا سکے گا، کیونکہ زیادہ کھانا صحت کے لیے بھی مضر ہے اور امام الانبیاء نے پیٹ کو برا برتن کہا ہے۔ فرمانِ رسول ہے:

«ما ملأ ابن آدم وعاءًا شراً من بطنه فإن كان لا محالة فثلث لطعامه وثلث لشرابه وثلث لنفسه» [1]

''انسان نے پیٹ سے برے کسی برتن کو نہیں بھرا، اگر اسے پیٹ بھرنا ہی ہے تو پیٹ کے تین حصے کرے، ایک حصہ کھانے کے لیے، ایک پینے کے لیے اور ایک سانس کے لیے۔''

اس طریقہ سے کھانا نفع بخش ہوگا۔ اب کھانا کھانے کا وقت کیا ہے؟

اس کی تعیین نہیں، جس وقت بھوک ستائے اسی وقت کھا لینا چاہیے۔ اگر کوئی کہے کہ پیٹ کے تین حصے کرنے سے وقتِ عشاء سے پہلے ہی بھوک لگے گی اور کھانے کی طلب ہوگی تو جواب یہ ہے کہ جب بھوک ستائے کھا لے، مگر تھوڑا کھانے سے جلدی ہضم ہو جائے گا اور معدہ میں پڑے رہنے سے متعفن ہو کر بیماریوں کا باعث نہیں بنے گا۔ ہاں اگر کبھی کبھی خوب سیر ہو کر کھا لے تو کوئی

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [2380] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [3349]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرج نہیں، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دودھ پلایا تو اسے خوب سیر کیا اور کہا:

«اِشْرَبْ، اِشْرَبْ، اِشْرَبْ حَتّٰی قَالَ: مَا أَجِدُ لَهٗ مَسَاغاً»[1]

''پیو اور پیو، مزید پیو، حتی کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اب میرے اندر مزید گنجائش نہیں ہے۔''

اس سے ثابت ہوا کہ بسا اوقات خوب سیر ہو کر کھا لے تو کوئی گناہ اور حرج نہیں، مگر بہتر یہی ہے کہ صرف ایک تہائی حصہ پیٹ کا کھانے کے لیے مقرر کرے۔

حدیث پاک کے فوائد:

1. پلیٹ کے درمیان سے کھانا منع ہے۔
2. انسان کا پیٹ بدترین برتن ہے۔
3. کبھی کبھار سیر ہو کر کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث [4375]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنا سنت ہے

18۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ: «إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُم طَعَامًا؛ فَلَا يَمْسَحْ أَصَابِعَهُ حَتّٰى يَلعقَهَا أَوْ يُلْعِقهَا» ❶

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ''جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو انگلیوں کو چاٹے یا کسی سے چٹوائے، اس کے بعد انھیں صاف کرے۔''

19۔ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه قال: «رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَأْكُلُ بِثَلَاثِ أَصَابِعَ، فَإِذَا فَرَغَ لَعِقَهَا» ❷

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اکرم ﷺ کو تین انگلیوں سے کھاتے دیکھا، پھر کھانے سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے انگلیوں کو چاٹ لیا۔''

20۔ عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ أَمَرَ بِلَعْقِ الْأَصَابِعِ وَالصَّحْفَةِ، وَقَالَ: «إِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ فِيْ أَيِّ طَعَامِكم الْبَرَكَةُ» ❸

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول کریم ﷺ نے انگلیوں اور

---

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [5456] صحيح مسلم، برقم [2031]

❷ صحيح مسلم، رقم الحديث [2032]

❸ صحيح مسلم، رقم الحديث [2033]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برتن کو چاٹنے کا حکم دیا اور فرمایا تمھیں کیا معلوم کہ کون سے لقمے میں برکت ہو؟''

21۔ وعنه أن رَسُوْل اللّٰه ﷺ قال: «إِذَا وَقَعَتْ لُقْمَةُ أَحَدِكُمْ، فَلْيَأْخُذْهَا، فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ أَذًى وَلْيَأْكُلْهَا، وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ، وَلَا يَمْسَحْ يَدَهُ بِالْمِنْدِيلِ حَتّٰى يَلْعَقَ أَصَابِعَهُ، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي فِي أَيِّ طَعَامِهِ الْبَرَكَةُ» [1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب کسی کا لقمہ گر جائے تو اس کو اٹھا لے اور جو مٹی وغیرہ لگ جائے اس کو صاف کر کے کھا لے۔ اس لقمے کو یونہی نہ پڑا رہنے دے کہ شیطان کھا لے۔ کھانے سے فارغ ہو کر اپنی انگلیاں چاٹنے سے پہلے رومال سے صاف نہ کرے، کیونکہ اس کو پتا نہیں کونسے لقمے میں برکت ہے۔''

22۔ وعنه أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: « إِنَّ الشَّيْطَانَ يَحْضُرُ أَحَدَكُمْ عِنْدَ كُلِّ شَيْءٍ مِنْ شَأْنِهِ، حَتّٰى يَحْضُرَهُ عِنْدَ طَعَامِهِ، فَإِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةُ أَحَدِكُمْ فَلْيَأْخُذْهَا، فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ أَذًى، ثُمَّ لِيَأْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ، فَإِذَا فَرَغَ فَلْيَلْعَقْ» [2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول معظم ﷺ نے فرمایا: شیطان ہر کام کے وقت انسان کے پاس حاضر ہوتا ہے حتی کہ کھانے کے وقت بھی حاضر ہوتا ہے، تو جب کسی کا لقمہ گرے تو اسے اٹھائے اور صاف کر کے کھالے، شیطان لعین کے لیے نہ چھوڑے، پھر جب

---

❶ صحیح مسلم، رقم الحدیث [2033]

❷ صحیح مسلم، رقم الحدیث [2033]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھانے سے فارغ ہو تو انگلیوں کو چاٹ لے کیونکہ اسے معلوم نہیں کہ کھانے کے کونسے سے لقمے میں برکت ہے۔"

23۔ وَعَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قال: رسولُ اللهﷺ إِذَا أَكَلَ طَعَامًا لعِقَ أَصَابِعَهُ الثَّلاثَ، وقَالَ: « إِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةُ أَحَدِكُمْ فَلْيَأْخُذْهَا، وَلْيُمِطْ عَنْهَا الْأَذى، وَلْيَأْكُلْهَا، وَلَا يَدعُهَا لِلشَّيْطَانِ » وَأَمَرَنَا أَنْ نَسْلُتَ الْقَصْعَةَ، وَقَالَ: « إِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ فِي أَيِّ طَعَامِكُمُ الْبَرَكَةُ »[1]

"حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "امام کائنات ﷺ جب کھانا کھاتے تو اپنی تین انگلیوں کو چاٹ لیتے اور فرماتے: اگر کسی کا لقمہ گر جائے تو اس کو صاف کر کے کھالے اور شیطان کے لیے نہ چھوڑے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ہمیں برتن صاف کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: تمھیں معلوم نہیں کہ کونسے لقمے میں برکت ہے۔"

24۔ "وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّه سَأَلَ جَابِرًا رضی اللہ عنہ عن الوضوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ، فَقَالَ: لَا، قَدْ كُنَّا زَمَنَ النَّبِيِّﷺ لَا نجدُ مثلَ ذٰلِكَ الطَّعَامِ إِلَّا قَلِيلًا، فَإِذَا نَحْنُ وَجَدْنَاهُ، لَمْ يَكُنْ لَنَا مَنَادِيلُ إِلَّا أَكُفَّنَا وَسَوَاعِدَنَا وَأَقْدَامَنَا، ثُمَّ نُصَلِّي وَلَا نَتَوَضَّأُ"[2]

حضرت سعید بن حارث کہتے ہیں: "میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھا کر وضو کرنا ضروری ہے؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث [2034]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [5457]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ ﷺ کے زمانے میں آگ پر پکی ہوئی چیز بہت کم پاتے تھے یعنی کبھی کبھی میسر آتی، جب ہمیں آگ پر پکی ہوئی چیز میسر آ جاتی تو ہمارے لیے ہتھیلیوں، بازوؤں اور پاؤں کے علاوہ کوئی رومال نہیں ہوتے تھے، پھر ہم کھانے کے بعد پہلے وضو ہی سے نماز پڑھ لیتے اور نیا وضو نہ کرتے۔"

تشریح:

مذکورہ بالا احادیث میں کھانے کے چند آداب و مسائل بیان ہوئے ہیں:

① انسان کو تین انگلیوں (شہادت کی انگلی، درمیان والی اور انگوٹھے) سے کھانا تناول کرنا چاہیے۔ اس طریقے سے جو دیکھے گا وہ سمجھ جائے گا کہ یہ بندہ کھانے کا حریص نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس کے اندر تواضع بھی ہے۔

اگر کھانا ایسا ہے جو تین انگلیوں سے زائد سے کھایا جاتا ہے، مثلاً چاول وغیرہ تو ایسی صورت میں تین سے زائد بھی استعمال کر سکتا ہے، مگر سنت یہی ہے کہ تین انگلیوں کو کھانے میں استعمال کیا جائے۔

② رومال سے صاف کرنے سے پہلے انگلیوں کو چاٹنا چاہیے، جیسا کہ نبی مکرم ﷺ نے حکم دیا: "انگلیاں چاٹے یا کسی سے چٹوائے۔" چاٹنا تو ظاہر ہے کہ وہ خود ہی چاٹے گا، اب چٹوائے کس سے؟ تو یہ بھی ممکن ہے جب مرد اور اس کی بیوی کے درمیان شدید محبت ہو تو بیوی خاوند کی اور خاوند بیوی کی انگلیاں چاٹ لے گا۔

معلوم ہوا کہ انگلیاں چٹوانا بھی ممکن ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ دوسروں کو اپنی انگلیاں چٹوانا ممکن نہیں، کیونکہ یہ کام انسان کیسے کر سکے گا؟

جواب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ صرف حق بات ہی کہتے ہیں اور ناممکن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات نہیں کہہ سکتے، اس لیے چٹوانا بھی ممکن ہے، بیوی وغیرہ کو، دوستوں سے بھی اگر شدید محبت ہو تو وہ بھی چاٹنے سے گریز نہیں کرتے۔

ایسے ہی چھوٹے بچے ہیں، انسان ان سے محبت کرتا ہے اور کبھی محبت میں آ کر کھانے کے بعد ان کی انگلیاں چاٹ لیتا ہے۔

سنت طریقہ یہ ہے کہ کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنی یا چٹوانی چاہیے، جو بھی ممکن ہو کر لے۔ رسول کریم ﷺ نے جبراً یہ نہیں فرمایا کہ دوسروں کو چٹوائے، اگر معاملہ ایسا ہوتا تو ہم کہہ سکتے تھے کہ یہ جبر ہے جو انسانی طبائع پر گراں گزرتا ہے۔

سوال انگلیاں چاٹنے میں حکمت کیا ہے؟

جواب اس کی حکمت رسول مکرم ﷺ کے فرمان سے واضح ہے:

«إنكم لا تدرون في أي طعامكم البركة»

یعنی کبھی برکت اور نفع اس کھانے میں ہوتا ہے جو انگلیوں سے لگا ہوتا ہے، اس لیے چاٹنے کا حکم دیا ہے۔

بعض اطبا کہتے ہیں کہ انگلیوں کے پوروں کو اللہ کے حکم سے ایسے کثیف اجزاء الگ کر لیتے ہیں جو ہضم میں مدد دیتے ہیں لیکن اگر سنت سمجھ کر انگلیاں چاٹی جائیں تو سنت پر بھی عمل ہوگا اور فائدہ بھی حاصل ہوگا، اگر فائدہ نہ بھی ہو کم از کم سنت کی اقتدا تو ہوگی۔

③ انسان کو کھانے کا برتن بھی چاٹنا اور صاف کرنا چاہیے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس کا حکم فرمایا ہے، اور فرمایا کہ انسان نہیں جانتا کہ کونسے لقمے میں برکت ہے؟

لوگوں پر افسوس ہوتا ہے کہ وہ اس سنت سے بے بہرہ ہیں اور الگ الگ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو کر کھانا تناول کرتے ہیں جس کا سبب سنت سے جہالت ہے، یعنی انھیں پتا نہیں کہ اکٹھے مل کر کھانا سنت ہے۔ اس سنت کو اس طرح سے لوگوں میں پھیلایا جا سکتا ہے کہ علما اور طلباء عام لوگوں کے ساتھ کھانے میں شریک ہوں اور انھیں کھانے پینے کے آداب سے آگاہ کریں تو یہ سنت تمام لوگ اپنا سکتے ہیں۔

مگر ہم اللہ رب العزت سے معافی کے درخواست گزار ہیں کہ ہم نے بہت سستی کی جو حق بات کے بھی منافی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ سے اس کے رحم و کرم کی بھیک مانگتے ہیں، مگر اس سنت کو عام کرنے کا یہی طریقہ مناسب اور بہتر ہے۔

④ جب کوئی لقمہ گر جائے تو اٹھا کر صاف کر کے کھا لینا چاہیے اور چھوڑ نہیں دینا چاہیے۔ بعض صاف کیے بغیر کھانے کو انسان پسند نہیں کرتا اس لیے اس پر جبر نہیں کہ بغیر صاف کیے کھائے بلکہ اسے صاف کر کے کھا لے۔

کھانے کا حکم کیوں ہے؟ اس لیے کہ اگر چھوڑ دیا جائے تو شیطان کھاتا ہے، کیونکہ شیطان انسان کے ہر کام کے وقت حاضر ہوتا ہے، کھاتے وقت، پینے کے وقت حتی کہ جب انسان بیوی کے پاس آتا ہے تو اس وقت بھی حاضر ہو جاتا ہے، جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَ شَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ﴾ [الإسراء: 64]

''اور اموال اور اولاد میں ان کا حصہ دار بن۔''

جو ''بسم اللہ'' کے بغیر کھانا وغیرہ شروع کرتا ہے اس کے ساتھ بھی شیطان شامل ہو جاتا ہے، لیکن جب کھانا شروع کرنے سے پہلے ''بسم اللہ'' پڑھ لی جائے تو پھر شیطان نہیں کھا سکتا۔ جب کھانے پر بسم اللہ پڑھی جائے، چونکہ وہ وہاں موجود تو ہوتا ہے، پھر وہ انتظار کرتا رہتا ہے کہ لقمہ گرے اور انسان نہ اٹھائے تو میں کھا لوں، اس طرح کھانے میں ساتھ شریک تو نہیں ہوتا البتہ جو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لقمہ گرتا ہے اس میں شریک ہو جاتا ہے، اس لیے گرا ہوا لقمہ بھی شیطان کے لیے نہیں چھوڑنا چاہیے بلکہ اٹھا کر صاف کر کے کھا لینا چاہیے۔

⑤ کیا آگ پر پکی ہوئی چیز کھا کر وضو ضروری ہے یا نہیں؟

بعض علما کہتے ہیں کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھا کر وضو ضروری ہے، کیونکہ رسول مکرم ﷺ نے آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضو کرنے کا حکم دیا ہے۔[1]

لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے، اور اگر وضو کر لے تو سنت اور افضل ہے، مگر واجب نہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے آگ پر پکی ہوئی چیز کھا کر وضو نہیں کیا۔[2]

اس کے علاوہ یہ حدیث بھی ہے کہ آپ ﷺ سے سوال ہوا کہ اونٹ کا گوشت کھا کر وضو کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کرو'' سوال کیا گیا: بکری کا گوشت کھا کر وضو کریں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''دل چاہے تو کرو۔''[3]

بکری کے گوشت سے اللہ کے پیغمبر وضو میں اختیار دے رہے ہیں جس سے پتا چلا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھا کر وضو کا جو پہلا حکم تھا، وہ منسوخ ہے۔ اونٹ کا گوشت کچا ہو یا پکا، خواہ گوشت کی کوئی بوٹی کھائی یا دل کلیجہ وغیرہ جو بھی اونٹ کی چیز کھائے جائے گی وضو واجب ہو جائے گا، کیونکہ اونٹ کا گوشت وضو کو توڑ دیتا ہے۔ اونٹ کے علاوہ دوسرے حلال جانوروں کا گوشت کھا کر افضل یہ ہے کہ وضو کر لیا جائے، مگر واجب نہیں۔

---

1. صحيح مسلم، رقم الحديث [351]
2. سنن أبي داود، رقم الحديث [194] سنن النسائي، رقم الحديث [194]
3. صحيح مسلم، رقم الحديث [360]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث پاک کے فوائد:

① کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنا سنت ہے۔

② طعام کی حفاظت کرنی چاہیے اور اسراف سے گریز۔

③ ہر کام میں شیطان اپنے فائدہ کے لیے انتظار کرتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانی پینے کے آداب

25۔ «عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الشَّرَابِ ثَلَاثًا»❶

''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اکرم ﷺ پانی پینے کے دوران میں تین دفعہ سانس لیتے تھے۔''

26۔ «وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ نَهَى أَنْ يُتَنَفَّسَ فِي الْإِنَاءِ»❷

''حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: رحمتِ کائنات نے برتن میں پھونک مارنے سے منع کیا ہے۔''

27۔ عن أنس رضی اللہ عنہ أن رسول اللّٰه ﷺ أُتِيَ بِلَبَنٍ قَدْ شِيبَ بِمَاءٍ، وَعَنْ يَمِينِهِ أَعْرَابِي، وَعَنْ يَسَارِهِ أَبُو بَكْرٍ رَضِي اللّٰه عنه فَشرِبَ، ثُمَّ أَعْطَى الْأَعْرَابِيَّ وَقَالَ: «اَلْأَيْمَنَ فَالْأَيْمَنَ»❸

''حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ بے شک رسول کریم ﷺ کے پاس پانی ملا دودھ (کچی لسی) لایا گیا، آپ ﷺ کی دائیں جانب ایک اعرابی تھا اور بائیں جانب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ ﷺ نے پیا، پھر اعرابی کو دے دیا اور فرمایا: دائیں اور اس کے بعد اس کا دائیں جانب والا ہے گا۔''

---

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [5631] صحيح مسلم، برقم [2028]

❷ صحيح البخاري، رقم الحديث [5630] صحيح مسلم، رقم الحديث [267]

❸ صحيح البخاري، رقم الحديث [5619] صحيح مسلم، برقم [2029]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

28۔ وعن سهل بن سعد رضی اللہ عنہ أن رسول الله ﷺ أُتِيَ بِشَرَابٍ، فشرِبَ مِنْهُ وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ، وَعَنْ يَسَارِهِ أَشْيَاخٌ، فَقَالَ لِلْغُلَامِ: «أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَ هٰؤُلَاءِ؟» فَقَالَ الْغُلَامُ: لَا وَاللّٰهِ لَا أُوثِرُ بِنَصِيبِي مِنْكَ أَحَدًا، فَتَلَّهُ رَسُولُ اللّٰهِ فِي يَدِهِ »❶

قَوْلُه: « تَلَّهُ » أَيْ: وَضَعَهُ. وهٰذا الْغُلَامُ هو ابْنُ عباس رضی اللہ عنہ.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس مشروب لایا گیا، آپ ﷺ نے نوش فرمایا، آپ ﷺ کی دائیں جانب ایک بچہ بیٹھا ہوا تھا اور بائیں جانب کچھ سن رسیدہ لوگ تھے۔ آپ ﷺ نے بچے کو فرمایا: ''میں یہ مشروب ان لوگوں کو (جو دائیں طرف تھے) دے دوں؟ بچے نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ، آپ ﷺ سے بچے ہوئے مشروب سے جو میرا حصہ ہے اس پر میں کسی دوسرے کو ترجیح نہیں دوں گا۔ محسن انسانیت ﷺ نے برتن بچے کو تھما دیا۔ یہ بچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔''

تشریح:

ماکولات و مشروبات اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہیں، ان کی قدر وہی بہتر جانتا ہے جو ان سے محروم ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے ہیں کہ رزاقِ عالم ہمیں اس نعمت عظمیٰ سے محروم نہ کرے۔ جب انسان پیاسا ہوتا ہے تو پھر پانی کی قدر کو پہچانتا ہے اور بھوک لگنے کی صورت میں کھانے کی قدر کا علم ہوتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کا احساس ہوتا ہے۔ روزے کی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہی ہے کہ انسان ماکولات و مشروبات والی نعمت کو پہچان کر اللہ تعالیٰ کا شکریہ بجا لائے۔

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [2351] صحيح مسلم، برقم [2030]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشروب نوش کرنے کے آداب:

1 بسم اللہ پڑھ کر مشروب پینا۔

2 تین سانسوں میں پینا، کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین سانسوں میں مشروب پیتے تھے۔

تین سانسوں میں کیسے پیا جائے؟

برتن (گلاس وغیرہ) منہ سے لگائے، پھر پی کر ہٹا لے، پھر منہ سے گلاس لگائے، پھر پی کر ہٹا لے، پھر تیسری مرتبہ گلاس منہ سے لگائے اور پی کر ہٹا لے۔ ہاں! برتن میں پھونک نہ مارے، کیونکہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ برتن میں پھونک مارنے سے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

برتن میں پھونک مارنا کیوں منع ہے؟

برتن میں پھونکنا اس لیے منع ہے کہ جو بعد میں پیے گا وہ اس بات سے کراہت محسوس کرے گا۔ کبھی کبھار معدہ میں موجود امراض سانس کے ساتھ باہر آ جاتے ہیں تو جب سانس برتن میں لی جاتی ہے تو امراض مشروب کے ساتھ مل جاتے ہیں اور بعد میں پینے والوں کے لیے ضرر کا سبب بنتے ہیں۔ ایسے ہی سانس کی نالی میں منہ کے امراض بھی سانس کے ذریعے سے برتن کے ساتھ چمٹ جاتے ہیں اور دوسرے لوگوں کے لیے (جو بعد میں مشروب نوش کرتے ہیں) تکلیف کا باعث بنتے ہیں، اسی بنا پر رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینے سے منع فرمایا اور تعلیم دی کہ برتن کو منہ سے دور رکھو اور تین سانسوں میں پیو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی وجہ بیان کی ہے کہ اس سے پینے میں لطف آتا ہے، بیماریوں سے انسان بچ جاتا ہے اور مشروب حلق میں آسانی سے اترتا ہے۔[1]

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [2028]

22621

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تین سانسوں میں کیوں پینا چاہیے؟

جب پانی کی قلت کی وجہ سے معدہ میں حرارت بڑھتی ہے تو اس وقت معدہ پانی کا تقاضا کرتا ہے اور کبھی بیماری کی وجہ سے بار بار پیاس لگتی ہے تو جب یک دم پانی معدہ میں جاتا ہے تو بسا اوقات تکلیف کا باعث بن جاتا ہے، مگر جب یہی پانی آہستہ آہستہ (وقفہ سے) پیا جاتا ہے تو پیاس بھی بجھ جاتی ہے اور انسان مرض سے بھی محفوظ رہتا ہے۔

اسی بنا پر پانی آہستہ آہستہ پینا چاہیے اور جلدی جلدی ایک ہی سانس میں سارا پانی منہ میں نہیں انڈھیلنا چاہیے، بلکہ برتن منہ سے لگایا، تھوڑا پانی پیا، پھر پیچھے کر لیا۔ اس طرح تین سانسوں میں پینا چاہیے، اس سے پینے کا مزہ بھی آتا ہے اور بیماریوں سے بھی انسان بچ جاتا ہے۔

مشروب پی کر برتن کس کو دینا چاہیے؟

اگر کمرے میں کچھ افراد جمع ہیں، ایک آدمی کمرے میں داخل ہوا، اس کے ہاتھ میں قہوہ ہے، چائے ہے یا پانی، اب وہ پہلے کس کو دے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جب ان میں سے کوئی طلب کر لے تو پہلے اس کو دے دے، وگرنہ جو بڑا ہے اس کو پہلے دے، پھر وہ اپنے دائیں طرف والے کو برتن تھما دے، اس طرح دائیں طرف سے چلتا جائے۔

اگر ہر ایک کے پاس گلاس ہے تو پہلے بڑے کو مشروب پلائے، پھر بڑا اپنے بائیں طرف والے کو دے دے، کیونکہ پلانے والے کا وہ دائیں طرف بنتا ہے اور پلانے والے تمام کو اپنی دائیں طرف سے پلاتا جائے گا، اس طرح اگر ساقی (پلانے والا) کے دائیں طرف کوئی بڑا آتا ہے یا چھوٹا، اچھے نسب والا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے یا غریب وضعیف تو اس کو بھی دے۔

اس لیے کہ یہ ہمارے پیغمبر ﷺ کا اسوہ ہے اور رحمت کائنات سے ایسے ہی ثابت ہے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ کو دودھ پیش کیا گیا، آپ ﷺ نے نوش کیا، آپ ﷺ کے دائیں ایک دیہاتی تھا اور بائیں طرف ابوبکر و عمر، تو آپ ﷺ نے دودھ دائیں طرف کا لحاظ رکھتے ہوئے دیہاتی کو دے دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیہاتی سے کہا: یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارادہ یہ تھا کہ چونکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت تمام صحابہ کے درمیان مسلّم تھی، اس لیے نبی ﷺ کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ دودھ پئیں اور دیہاتی بعد میں پیے۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سے عرض کی گلاس اعرابی سے لے لیں، مگر دیہاتی آدمی نے گلاس پکڑا اور پینا شروع کر دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر دائیں جانب ایک عام آدمی بیٹھا ہے اور بائیں طرف اچھے حسب ونسب اور فضیلت والا تو مشروب پی کر دائیں طرف والے ہی کو دے، جیسا کہ رسولِ معظم ﷺ نے کیا اور فرمایا: دائیں طرف والا پہلے پیے، پھر جو اس کے دائیں طرف ہے اس کی باری ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ کے پاس مشروب لایا گیا، آپ ﷺ کے دائیں طرف ایک بچہ تھا اور بائیں طرف کبار صحابہ رضی اللہ عنہم تشریف فرما تھے، مشروب پی کر آپ ﷺ نے کبار صحابہ کو مشروب دینے کے بجائے بچے سے اجازت طلب کی تو بچے نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ سے جو بچ کر میرے حصے میں آرہا ہے، میں اس پر کسی کو ترجیح نہیں دیتا۔ میں آپ کا بچا ہوا مشروب خود پینا چاہتا ہوں تو نبی اکرم ﷺ نے برتن بچے کے ہاتھ میں تھما دیا۔

اس سے ثابت ہوا کہ دائیں طرف اگرچہ بچہ ہی کیوں نہ ہو، اس کا حق مقدم ہے۔ اور پہلی دلیل سے یہ ثابت ہوا کہ دائیں طرف اگر کم قدر ومنزلت

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والا شخص بیٹھا ہے اور بائیں طرف زیادہ عزت و شرف والے افراد بیٹھے ہیں تو دائیں طرف والے ہی کو دینا چاہیے، کیونکہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«الأيمنون، الأيمنون، الأيمنون، ألا فيمنوا، ألا فيمنوا، ألا فيمنوا» [1]

یعنی دائیں طرف والوں کا لحاظ رکھا کرو۔ خبردار پہلے دائیں طرف والوں کو دو۔

یہ تو اس کے لیے ہے جو مجلس میں بیٹھا ہے اور پینے کے بعد دوسروں کو دینا چاہتا ہے تو دائیں طرف بیٹھنے والے کو پہلے دے۔ اگر کوئی بندہ باہر سے مشروب لے کر مجلس میں داخل ہوتا ہے تو وہ پہلے بڑے آدمی کو دے، یہاں دائیں سے شروع کرنا ضروری نہیں کیونکہ احادیث میں بھی آتا ہے کہ جب کوئی بندہ مجلس میں داخل ہو تو بڑے کو پہلے دے۔

آپ ﷺ خواب میں مسواک کر رہے تھے اور دو آدمی آپ ﷺ کے پاس موجود تھے، آپ ﷺ نے مسواک چھوٹے کو دینا چاہی تو آپ ﷺ سے کہا گیا:

«كَبِّرْ» [2] ''بڑے کا لحاظ رکھو اور اس کو دو۔''

اس سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ بڑے کا لحاظ رکھنا چاہیے، مگر یہ لحاظ انھی صورتوں میں ہونا چاہیے جن میں نبی ﷺ سے ثابت ہے۔

حدیث پاک کے فوائد:

① انسان برتن میں پھونک نہ مارے۔

② دائیں طرف سے شروع کرنا مستحب ہے۔

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2571] صحيح مسلم، برقم [2029]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [246] صحيح مسلم، رقم الحديث [2271]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشکیزے وغیرہ کو منہ لگا کر پینا مکروہ ہے

29۔ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ ﷺ قَالَ: « نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ اخْتِنَاثِ الْأَسْقِيَةِ » يعني: أَنْ تُكْسَرَ أَفْوَاهُهَا، وَيُشْرَبَ منها۔❶

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے مشکیزے کو منہ کھول کر وہاں منہ لگا کر پینے سے منع فرمایا ہے۔“

30۔ وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: « نهٰى رسُوْل اللّٰه ﷺ أَنْ يُشْرَبَ مِنْ فِيْ السِّقَاءِ أَوِ الْقِرْبَةِ »❷

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے مشک یا مشکیزے وغیرہ کے منہ کو منہ لگا کر پینے سے منع فرمایا۔“

31۔ وعن أُمِّ ثَابِتٍ كَبْشَةَ بِنْتِ ثَابِتٍ أُخْتِ حَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ رضي الله عنهما قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَشَرِبَ مِنْ فِيْ قِرْبَةٍ مُعَلَّقَةٍ قَائِمًا، فَقُمْتُ إِلٰى فِيْهَا فَقَطَعْتُهُ۔❸

”ام ثابت کبشہ بنت ثابت، جو حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ ہیں، فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ ہمارے پاس آئے تو کھڑے کھڑے لٹکی ہوئی مشک کے منہ سے پی لیا تو میں نے مشک کے منہ کو کاٹ کر رکھ لیا۔“

---

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [5625] صحيح مسلم، برقم [2023]

❷ صحيح البخاري، رقم الحديث [5628]

❸ سنن الترمذي، رقم الحديث [1892]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ام ثابت رضی اللہ عنہا نے اس لیے وہ حصہ کاٹا جہاں رسول اللہ ﷺ نے منہ لگا کر پانی پیا تھا تاکہ وہ اس کی حفاظت کرنے کے ساتھ ساتھ تبرک بھی حاصل کرے اور اس کو گندگی سے بچائے، کیونکہ وہاں محسنِ انسانیت ﷺ کے مبارک ہونٹ لگے تھے۔

افضل یہ ہے کہ مشک کو منہ لگا کر نہ پیا جائے، لیکن اگر کبھی پی لے تو جائز ہے۔

پانی کے آداب:

رسول اللہ ﷺ نے مشک وغیرہ کو منہ لگا کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے، اس لیے اس سے گریز کرنا چاہیے۔

اب سوال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کرنے سے کیوں روکا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ چونکہ محسنِ انسانیت ہیں اور امت کا درد محسوس کرتے ہیں۔ کوئی ایسی بات نہیں جو امت کے لیے فائدہ مند ہو اور محمد عربی ﷺ نے اس کے اپنانے کا حکم ارشاد نہ فرمایا ہو، ایسے ہی ہر نقصان دہ چیز سے منع بھی فرمایا۔ تو مشکیزے کا پانی چونکہ عام پانی کی طرح نہیں ہوتا اور ہوسکتا ہے کہ مشکیزے میں کوئی موذی چیز ہو جو انسان کے لیے تکلیف دینے کا سبب ہو، اس امر کو سامنے رکھتے ہوئے رسول کریم ﷺ نے اس سے منع فرما دیا۔

سنن ابن ماجہ میں مذکور ہے کہ ایک آدمی نے ایک مرتبہ مشکیزے سے پانی پیا تو مشکیزے سے ایک سانپ نکل آیا۔[1]

ظاہر ہے ایسی صورت میں موذی چیز انسان کو تکلیف دے سکتی ہے۔

ہاں! ایسا برتن جہاں پانی واضح نظر آتا ہے انسان وہاں منہ لگا کر بھی پی سکتا ہے کیونکہ یہ صاف ستھرا نظر آتا ہے، ان سے پینا گلاس ہی میں پینے کی

[1] سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث [3419]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح ہے۔

اگر گلاس وغیرہ نہ مل رہا ہو تو پھر مشکیزے کو منہ لگا کر پیا جا سکتا ہے۔
حدیث کے اندر جو ممانعت وارد ہوئی ہے اس سے کراہت ثابت ہوتی ہے حرمت نہیں، کیونکہ اگر حرام ہوتا تو رسول اللہ ﷺ مشکیزے کو منہ لگا کر نہ پیتے۔

حدیث پاک کے فوائد:

1. ضرورت کے وقت کھڑے ہو کر پانی پینا جائز ہے۔
2. نبی کریم ﷺ کے آثار سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کے پسینے، تھوک، کپڑے اور بال وغیرہ سے تبرک حاصل کرتے تھے۔ آپ ﷺ کے علاوہ کسی کے آثار، تھوک، اور کپڑوں وغیرہ سے تبرک حاصل کرنا جائز نہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشروب میں پھونک مارنا مکروہ ہے

32۔ عن أبي سعيد الخدريِّ رضي الله عنه أنَّ النَّبيَّ ﷺ نَهٰى عَنِ النَّفخِ فِي الشَّرَابِ، فَقَالَ رَجُلٌ: القَذَاةُ أَرَاهَا فِي الإنَاءِ؟ فقال: «أَهْرِقْهَا» قَالَ: فَإِنِّي لَا أُرْوَى مِنْ نَفَسٍ وَاحِدٍ؟ قَالَ: «فَأَبِنِ الْقَدَحَ إِذَنْ عَنْ فِيكَ» [1]

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: ''نبی اکرم ﷺ نے مشروب میں پھونک مارنے سے منع فرمایا، تو ایک آدمی نے کہا: برتن میں تنکے وغیرہ نظر آرہے ہوں تو (پھر بھی پھونک نہ ماروں) آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو بہا دے۔ اس نے کہا: میں ایک سانس سے سیراب نہ ہوں تو...؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر برتن کو اپنے منہ سے دور کر کے سانس لے۔''

33۔ وعن ابن عباس رضي الله عنهما أنَّ النَّبيَّ ﷺ نَهٰى أَنْ يُتَنَفَّسَ فِي الإِنَاءِ، أَوْ يُنْفَخَ فِيهِ. [2]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ''رسول اکرم ﷺ نے برتن میں سانس لینے اور اس میں پھونک مارنے سے منع کیا ہے۔''

تشریح:

دونوں حدیثوں میں مشروب میں پھونک مارنے کی ممانعت بیان ہوئی

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [1887]

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث [1888]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ رسول کریم ﷺ نے برتن میں پھونک مارنے سے اس لیے منع کیا ہے کہ بسا اوقات سانس کے ساتھ موذی اشیاء (امراض) خارج ہوتی ہیں جو دوسروں کے لیے ضرر کا سبب بن سکتی ہیں تو آپ ﷺ نے صورت حال کے پیشِ نظر برتن میں پھونک مارنے سے منع کر دیا۔ آپ ﷺ سے ایک آدمی نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر تنکا وغیرہ مشروب میں پڑا ہو تو اسے ہٹانے کے لیے بندہ پھونک مار سکتا ہے؟ تو رحمتِ کائنات ﷺ نے فرمایا: جس مشروب میں تنکا وغیرہ ہے اس کو بہا دے مگر پھونک نہ مارے۔

اس نے دوبارہ سوال کیا کہ ایک بندہ ایک سانس سے سیراب نہیں ہوتا (ایسی صورت میں کیا کروں؟ برتن ہی میں سانس لے لوں؟) آپ ﷺ نے فرمایا کہ برتن کو منہ سے دور کر کے سانس لے اور پھر دوبارہ پینا شروع کر دے۔

بعض علما نے ضرورت کے پیشِ نظر مشروب میں پھونک مارنے کی اجازت دی ہے، مثلاً مشروب گرم ہے اور بندہ جلدی میں ہے تو ایسی صورت میں پھونک مارنے میں حرج نہیں، مگر احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ پھونک نہ مارے۔ اگر مشروب گرم ہو تو پھر دوسرے برتن کی مدد سے ٹھنڈا کر لے، یعنی دوسرے برتن میں انڈھیلے۔ اس طرح اس کی حرارت اور حدت ختم ہو جائے گی۔

حدیثِ مذکور سے پتا چلتا ہے کہ ہماری شریعت ہر لحاظ سے کامل ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ہر ہر چیز وضاحت سے بیان کر دی۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فوت ہونے سے قبل ہر چیز کا ہمیں بتا دیا، حتیٰ کہ اڑنے والے پرندوں کے متعلق بھی باخبر کر دیا۔

ایک مشرک نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تمھارے نبی ﷺ تمھیں بول و براز کے طریقے تک سکھاتے ہیں؟ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ نے ہمیں براز کے آداب سکھلائے ہیں کہ ہم براز کے وقت قبلہ کی جانب نہ پشت کریں اور نہ ہی منہ اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجا کریں، اور تین پتھروں سے کم پتھر استعمال نہ کریں، اور استنجا میں گوبر اور ہڈی بھی استعمال نہ کریں۔

اہم بات:

الحمد للہ ہماری شریعت ہر لحاظ سے کامل واکمل ہے، اس میں کوئی بھی کمی نہیں کہ کسی دوسرے شخص کی ضرورت ہو جو اس کمی کو پورا کرے۔ بعض بے وقوف کہتے ہیں کہ اسلامی شریعت صرف بندے اور اللہ کے درمیان عبادت کو منظّم کرتی ہے، معاملات چونکہ انسان ایک دوسرے سے طے کرتے ہیں، اس لیے شریعت نے معاملات کا اہتمام نہیں کیا۔

ایسے بے وقوفوں سے کہا جائے گا کہ اے عقل کے اندھو! قرآن کی سب سے بڑی آیت ساری کی ساری معاملات کے بارے ہی میں ہے۔ اس کے علاوہ شریعت اور کیسے اس کا اہتمام کرتی؟

قرآن مجید کی بہت سی آیات مالی تدابیر اور اس کی اصلاح کے بارے میں ہیں۔ ایسے ہی احادیث میں بھی معاملات کے بارے میں مکمل راہنمائی ہے، مثلاً ہر حدیث کی کتاب کا کتاب البیوع سارا معاملات ہی کے متعلق ہوتا ہے۔

حدیث پاک کے فوائد:

① برتن میں پھونک مارنا منع ہے۔

② برتن میں سانس لینا منع ہے۔

③ نبی کریم ﷺ اپنی امت پر بہت زیادہ حریص اور خیر خواہ ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھڑے ہو کر پانی پینا جائز ہے

34۔ عن ابن عباس رضي الله عنهما قَالَ: سَقَيْتُ النَّبِيَّ مِنْ زَمْزَمَ فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ.❶

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو زمزم کا پانی دیا تو آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر نوش کیا۔''

35۔ وعن النَّزَّالِ بنِ سَبْرَةَ رَضي الله عنه، قال: أَتَى عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَابَ الرَّحْبَةِ فَشَرِب قَائِمًا، وقَال: إِنِّي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَعَلَ كَمَا رَأَيْتُمُوْنِي فَعَلْتُ.❷

''نزال بن سبرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''حضرت علی رضی اللہ عنہ باب الرحبہ میں آئے اور کھڑے ہو کر پانی پیا، پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے آپ ﷺ نے بھی ایسا ہی کیا جس طرح میں نے کیا (کھڑے ہو کر پیا)۔''

36۔ وعن ابن عمر رضي الله عنهما قال: كُنَّا نَأْكُلُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَنَحْنُ نَمْشِي، وَنَشْرَبُ وَنَحْنُ قِيَامٌ.❸

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ کے زمانے

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [2637] صحيح مسلم، برقم [2027]

❷ صحيح البخاري، رقم الحديث [5615]

❸ سنن الترمذي، رقم الحديث [1880]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ہم چلتے پھرتے کھا لیتے اور کھڑے ہو کر پانی پی لیتے تھے۔"

37۔ وعن أنسٍ رضي الله عنه عن النبيﷺ أَنَّهُ نَهٰى أَنْ يَّشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا. قَالَ قَتَادَةُ: فَقُلْنَا لِأَنَسٍ: فَالْأَكْلُ؟ قَالَ: ذٰلِكَ أَشَرُّ، وَ أَخْبَثُ.[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت ہیں کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع کیا۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کھڑے ہو کر کھانے سے بھی منع کیا ہے؟ تو انھوں نے کہا: کھڑے ہو کر کھانا تو زیادہ برا ہے۔"

صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے:

38۔ وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قَالَ رَسُوْلُ اللهِﷺ «لَا يَشْرَبَنَّ أَحَدٌ مِنْكُمْ قَائِمًا، فَمَنْ نَسِيَ، فَلْيَسْتَقِئْ»[2]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تم میں سے کوئی کھڑے ہو کر مشروب نہ پیے، جو بھول جائے وہ قے کر دے۔"

تشریح:

بیٹھ کر کھانا پینا افضل ہے، کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر کھاتے پیتے تھے۔

کھڑے ہو کر پانی پینا کیسا ہے؟

صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث [2024]

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث [2026]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پینے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا انسان کھڑے ہو کر کھا سکتا ہے؟ انھوں نے فرمایا: جب کھڑے ہو کر پانی پینا منع ہے تو کھانا کھانا تو اور زیادہ بُرا ہے۔

سنن ترمذی میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث (جس کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی صحیح کہا ہے) میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چلتے پھرتے کھاتے تھے اور کھڑے ہو کر پانی پی لیتے تھے۔ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینا حرام نہیں، بلکہ مکروہ ہے اور بیٹھ کر پانی پینا افضل اور اچھا ہے۔

زمزم کیا ہے؟

یہ وہ چشمہ ہے جو کعبہ کے اردگرد ہے۔ جب ابراہیم علیہ السلام ہاجرہ اور لخت جگر اسماعیل کو مکہ میں آ کر چھوڑ گئے تو یہاں نہ کوئی رہائش تھا نہ کھیتی، اور مکہ ایک ایسی وادی تھی جہاں زراعت نہیں تھی۔ تھوڑا سا پانی اور تھوڑا سا راشن ان کو دے کر جانے لگے تو حضرت ہاجرہ کہنے لگی: ہمیں کہاں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ کیا اللہ نے یہ حکم دیا ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے کہا: ہاں، اللہ نے حکم دیا ہے۔ تو ہاجرہ کہنے لگی: پھر اللہ ہی ہمارا نگہبان ہوگا۔ چنانچہ جب پانی ختم ہوگیا تو اسماعیل علیہ السلام کو پیاس نے ستایا، حضرت ہاجرہ نے پانی کی تلاش میں صفا اور مروہ کے سات چکر لگائے۔ پھر اسماعیل علیہ السلام نے شدید پیاس کی بنا پر اپنی ایڑی زمین پر ماری تو وہاں سے یہ چشمہ پھوٹ پڑا۔

زمزم کا مبارک پانی بھوکے کے لیے طعام اور بیمار کے لیے شفا ہے، یعنی اللہ نے اس میں دونوں وصف رکھے ہیں۔ [1]

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [2473]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر انسان اسے پیاس کی حالت میں پیے تو پیاس اس کی ختم ہو جاتی ہے، اور اگر اسے بھوک لگی ہو تو اس کی بھوک ختم ہو جاتی ہے۔

نیز نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ)) [1]

''ماءِ زمزم ہر اس حاجت کے لیے ہے جس کے لیے پیا جائے۔''

بعض علمائے کرام نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ آب زمزم اگر کسی بیماری کے لیے پیا جائے تو بندہ تندرست ہو جائے گا۔ نِسیان کی بیماری ہو تو وہ ٹھیک ہو جائے گی یعنی، جس غرض کے لیے بھی پیا جائے، ان شاء اللہ پوری ہوگی۔

خلاصہ کلام:

افضل طریقہ یہ ہے کہ انسان بیٹھ کر پانی پیے، اور کھڑے ہو کر پانی پینے کا بھی جواز ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر پانی پیا اور کہا: اللہ کے رسول ﷺ نے بھی کھڑے ہو کر پانی پیا جس طرح میں نے پیا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر واٹر کولر مسجد میں لگا ہو اور وہاں سے پانی پینا ہو تو کیا بیٹھ کر پیے گا یا کھڑے ہو کر...؟ اگر بیٹھ کر پیے تو رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی مخالفت ہوگی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب مسجد میں کوئی داخل ہو تو دو رکعتیں پڑھنے سے پہلے نہ بیٹھے۔'' اگر کھڑے ہو کر پیے تو افضل کا تارک ہوگا... تو یہاں کیا کرے؟

تو یہاں افضل یہ ہے کہ وہ کھڑے ہو کر پیے کیونکہ دو رکعتیں پڑھنے سے قبل بیٹھنا بعض علما کے نزدیک حرام ہے جبکہ کھڑے ہو کر پانی پینا جائز ہے یا وہ پہلے دو رکعتیں پڑھے بعد میں آ کر پانی پی لے۔

[1] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [3062]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث پاک کے فوائد:

① کھڑے ہو کر پانی پینا جائز ہے، مگر ناپسندیدہ فعل ہے۔

② بیٹھ کر کھانا کھانا لازم ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھانا پینا تقسیم کرنے والا خود کب کھائے اور پیے؟

39۔ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: « سَاقِي الْقَوْمِ آخِرُهُمْ » يَعْنِي: شُرْبًا.[1]

ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نبی کریم سے روایت کرتے ہیں کہ ”جو لوگوں کو مشروب پلائے وہ خود آخر میں پیے۔“

تشریح:

جو شخص لوگوں کو مشروب پلائے (خواہ قہوہ ہو یا چائے، دودھ ہو یا پانی) وہ خود آخر میں پیے، اس طرح وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر کمی وغیرہ آئے تو وہ پلانے والے ہی پر آئے گی۔

اس عمل میں نبی کریم ﷺ کے حکم کی فرماں برداری بھی ہے اور ادب بھی۔ اگر وہ پینا چاہتا ہی نہیں تو پھر ضروری نہیں ہے کہ سب کو پلانے کے بعد پیے، اگر جی چاہے تو پی لے ورنہ نہ پیے۔

اہم بات یہ ہے کہ ایک مسلمان کو اپنی حاجات وضروریات پر اپنے بھائیوں کی ضروریات کو ترجیح دینا چاہیے۔ جب دوسرے بھائیوں کو پہلے پلائے گا تو اس سے اس کے جذبہ ایثار کا پتا چلے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے فرمان کی بجا آوری ہوگی، اور اس کے ساتھ ساتھ اس حدیث سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ انسان کو اپنے بھائیوں کی خدمت کرنی چاہیے، اگر بندہ

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث [681]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گھر کا مالک ہے تو کھانا پینا بھائیوں کے سامنے پیش کرے، جب بھی گھر میں بحیثیت مہمان تشریف لائیں، جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا:

﴿ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ۝ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴾ [الذاریات: 27,26]

''پس چپکے سے اپنے گھر والوں کی طرف گیا، پس (بھنا ہوا) موٹا تازہ بچھڑا لے آیا۔ پھر اسے ان کے قریب کیا، کہا: کیا تم نہیں کھاتے؟''

سوال صاحب خانہ کے لیے مہمانوں کے ساتھ شریک ہو کر کھانا افضل ہے یا بعد میں کھانا افضل ہے؟

جواب اگر اس کی مشارکت مہمانوں کے دلوں میں اُنس پیدا کرتی ہے اور مہمان بھی چاہتے ہیں کہ یہ ہمارے ساتھ مل کر کھائے تو پھر مہمانوں کے ساتھ ہی مل کر کھانا چاہیے، ورنہ بعد میں کھائے۔

یہاں عرفِ عام کا لحاظ رکھا جائے گا اور عادات کو دیکھا جائے گا۔ اگر عرف میں مہمانوں کو کھانے میں اکیلا چھوڑنا ہے تاکہ وہ آزادی کے ساتھ کھانا کھا لیں تو پھر صاحبِ خانہ ان کے ساتھ مل کر نہ کھائے، اگر علاقے کا رواج مہمان کے ساتھ بیٹھ کر کھانے کا ہے تو پھر مہمانوں کے ساتھ بیٹھ کر کھائے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَه))[1]

''جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ مہمان کی عزت و اکرام کرے۔''

اس میں یہ بیان نہیں کیا کہ مہمان کے ساتھ بیٹھ کر کھائے یا بعد میں۔ اس لیے ہم اس کو عام رواج پر محمول کریں گے۔

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث [6018] صحیح مسلم، رقم الحدیث [47]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث پاک کے فوائد:

① پلانے والے کو خود آخر میں پینا چاہیے۔

② انسان کو اپنے بھائیوں کی خدمت کرنی چاہیے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھینک اور جمائی لینے کے آداب

40۔ عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: « إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ، فَإِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ وَحَمِدَ اللّٰهِ تَعَالٰى كَانَ حَقًّا عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَهُ أَنْ يَقُوْلَ لَهُ: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ. وَأَمَّا التَّثَاؤُبَ فَإِنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرُدَّهُ مَا اسْتَطَاعَ، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا تَثَاءَبَ ضَحِكَ مِنْهُ الشَّيْطَانُ » [1]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند فرماتا ہے اور جمائی اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ جب کوئی بندہ چھینک مار کر ”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ“ پڑھے تو جو بھی سن رہا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ ”یَرْحَمُكَ اللّٰهُ“ کہے۔ جمائی تو صرف شیطان کی طرف سے ہوتی ہے جب کسی کو جمائی آئے تو وہ حتی الامکان اس کو روکنے کی کوشش کرے کیونکہ جب بندہ جمائی لیتا ہے تو شیطان ہنستا ہے۔“

41۔ وعنه عن النبي ﷺ قَالَ: « إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلْيَقُلْ لَهُ أَخُوْهُ ـ أَوْ صَاحِبُهُ ـ: يَرْحَمُكَ اللّٰهِ، فَإِذَا قَالَ لَهُ: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَلْيَقُلْ: يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ » [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6233]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [6242]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”جب کوئی چھینک مارے تو ”اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ“ کہے۔ سننے والا ”یَرْحَمُكَ اللّٰہُ“ کے ساتھ جواب دے۔ جب سننے والا جواب دے دے تو پھر چھینکنے والا ”یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ“ کہے۔“

42۔ وعن أبي موسىٰ رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: «إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَحَمِدَ اللّٰهَ؛ فَشَمِّتُوْهُ، فَإِنْ لَّمْ يَحْمَدِ اللّٰهَ؛ فَلَا تُشَمِّتُوْهُ» ❶

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: ”جب کوئی چھینک مار کر ”اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ“ کہے تو تم ”یَرْحَمُكَ اللّٰہُ“ کہو۔ اگر وہ ”اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ“ نہ کہے تو تم بھی تم ”یَرْحَمُكَ اللّٰہُ“ نہ کہو۔“

43۔ وعن أنس رضي الله عنه قال: عَطَسَ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَشَمَّتَ أَحَدَهُمَا وَلَمْ يُشَمِّتِ الْآخَرَ، فَقَالَ الَّذِيْ لَمْ يُشَمِّتْهُ: عَطَسَ فُلَانٌ فَشَمَّتَّهُ وَعَطَسْتُ فَلَمْ تُشَمِّتْنِيْ؟ فَقَالَ: «هٰذَا حَمِدَ اللّٰهَ، وَإِنَّكَ لَمْ تَحْمَدِ اللّٰهَ» ❷

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”دو آدمیوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس چھینک ماری۔ آپ ﷺ نے ایک کی چھینک پر ”یَرْحَمُكَ اللّٰہُ“ کہا، جبکہ دوسرے کے لیے نہیں کہا تو دوسرے نے کہا: فلاں کے لیے آپ نے ”یَرْحَمُكَ اللّٰہُ“ کہا اور میرے لیے نہیں کہا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: چونکہ اس نے ”اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ“ کہا، اس لیے میں نے اسے جواب دیا اور تو نے ”اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ“ نہیں کہا اس لیے میں نے جواب نہیں دیا۔“

❶ صحيح مسلم، رقم الحديث [2992]

❷ صحيح البخاري، رقم الحديث [6225] صحيح مسلم، برقم [2991]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریح:

چھینک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اور یہ اللہ کو محبوب ہے، کیونکہ چھینک مارنے سے انسان چاق چوبند اور اس کا بدن ہلکا ہوجاتا ہے اور چاق چوبند بندہ اللہ کو زیادہ محبوب ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«المؤمن القوي خير وأحب إلى الله من المؤمن الضعيف، وفي كل خير»[1]

''اللہ تعالیٰ کے ہاں طاقتور مومن، کمزور مومن سے زیادہ بہتر اور محبوب ہے، اور دونوں ہی میں بھلائی ہے۔''

چھینک چونکہ اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے، اس لیے چھینک آنے پر ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' کہنا چاہیے، خواہ بندہ نماز ہی کیوں نہ پڑھ رہا ہو۔

ہاں اگر بیت الخلا میں چھینک آجائے تو وہاں زبان سے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' نہ کہے، البتہ دل سے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرے کیونکہ بیت الخلا میں اللہ کا ذکر کرنا ممنوع ہے۔ جب انسان چھینک مار کر ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' کہے تو پھر سننے والے کو ''یَرْحَمُكَ اللّٰهُ'' کہنا چاہیے، کیونکہ چھینک مارنے والا اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کر رہا ہے، اس لیے سننے والے کو اس کے لیے دعائے رحمت کرنی چاہیے، یہ اس کی جزا ہے۔

اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ تمام سامعین پر ''یَرْحَمُكَ اللّٰهُ'' کہنا واجب ہے۔ دوسری روایت میں بھی ہے: ''جب چھینکنے والا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' کہے تو تم جواب دو۔''

بعض علمائے کرام کا خیال ہے کہ چھینک کا جواب دینا فرض کفایہ ہے،

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [2664]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی اگر ایک بھی "یَرْحَمُكَ اللّٰه" کہہ دے تو سب کے لیے کفایت کر جائے گا، مگر احتیاط اسی میں ہے کہ ہر سننے والا اس کا جواب دے۔

جمائی:

جمائی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے، اس لیے اللہ رب العزت اس کو ناپسند کرتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جمائی سستی پر دلالت کرتی ہے، اسی بنا پر جس بندے کو نیند آرہی ہوتی ہے اس کو بکثرت جمائیاں آتی ہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ جمائی سستی پر دلالت کرتی ہے اور سستی کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔ بہتر یہ ہے کہ جب جمائی آئے تو انسان اس کو روکے۔

بعض علما کہتے ہیں کہ جب جمائی آئے تو نیچے والے ہونٹ کو دانت سے چبائے تاکہ منہ نہ کھلے، جمائی کو کسی بھی طریقہ سے روک دینا چاہیے، خواہ یہ طریقہ ہو یا کوئی دوسرا۔ اگر کوئی بندہ جمائی کو نہیں روک سکتا تو پھر وہ اپنا ہاتھ منہ پر رکھ لے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جمائی کے وقت منہ پر ہاتھ الٹا رکھنا چاہیے، اس کی کوئی دلیل نہیں بلکہ وہ سیدھا ہاتھ منہ پر رکھے، اس سے منہ بند ہوگا۔

سوال ہاتھ منہ پر کیوں رکھنا چاہیے؟

جواب اس لیے کہ جب انسان جمائی لیتا ہے تو شیطان ہنستا ہے، نیز جمائی سستی پر بھی دلالت کرتی ہے، یعنی جمائی سے پتا چلتا ہے کہ بندہ سُست ہو رہا ہے اور شیطان بندے سے سستی ہی کو پسند کرتا ہے اور چاق چوبند انسان شیطان کے نزدیک ناپسندیدہ ہوتا ہے کیونکہ وہ قوی ہوتا ہے اور شیطان کے حملے سے بچنے کی پوری طاقت اور استطاعت رکھتا ہے، اس لیے شیطان اسے ناپسند ہوتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب جمائی آئے تو سنت طریقہ یہ ہے کہ اس کو روکے اور یہی افضل بھی ہے اگر روک نہیں سکتا تو اپنا ہاتھ منہ پر رکھے۔

سوال کیا ہم "أعوذ باللّٰه ..." کہہ سکتے ہیں؟

جواب اعوذ باللہ کہنا نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں کیونکہ نبی ﷺ نے سکھایا ہے کہ جمائی کے وقت کیا کیا جائے۔ اگر "اعوذ باللہ" کہنا ہوتا تو آپ ﷺ فرما دیتے کہ جمائی کے وقت "اعوذ باللہ" پڑھو۔ اس لیے جمائی روکنی چاہیے اور اپنا ہاتھ منہ پر رکھنا چاہیے، اعوذ باللہ نہیں کہہ سکتے۔

بعض لوگوں کے ہاں مشہور ہو چکا ہے کہ جب جمائی لیتے ہیں تو اعوذ باللہ پڑھتے ہیں تو اعوذ باللہ پڑھنا شریعت سے ثابت نہیں اور عبادات شریعت پر مبنی ہیں۔ خواہشات نہ شریعت ہیں اور نہ عبادت۔

بعض لوگ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ اِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [فصلت: 36]

"اور اگر کبھی شیطان کی طرف سے کوئی اکساہٹ تجھے ابھار ہی دے تو اللہ کی پناہ طلب کر، بلاشبہ وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔"

چونکہ جمائی بھی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے تو یہ شیطان کا چوکا ہی ہے؟

شیطان کے چوکے سے مراد ہے کہ شیطان معاصی (اللہ کی نافرمانی) کا حکم دے یا فرائض کو چھوڑنے کا حکم دے، اگر وہ اللہ کی نافرمانی کا حکم دیتا ہے یا فرائض کے ترک کا حکم دیتا ہے تو اس وقت "أعوذ باللّٰه من الشيطٰن الرجيم" پڑھنا چاہیے، اس لیے جمائی کے وقت ہم "أعوذ باللّٰه..." نہیں پڑھ سکتے، ہم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف وہ ہی کام کریں گے جس کی اللہ کے رسول ﷺ نے تعلیم دی ہے، اور وہ جمائی کو بزور روکنا ہے، اگر نہ رکے تو منہ پر ہاتھ رکھ لینا ہے۔

چھینکنے کے آداب:

جب چھینک آئے تو کپڑا منہ پر رکھنا چاہیے۔ اہل علم کے نزدیک اس میں دو حکمتیں ہیں:

① چھینک کے ساتھ امراض خارج ہوتی ہیں جو اردگرد پھیل جاتی ہیں اور دوسروں کے لیے تکلیف کا سبب بنتی ہیں۔

② چھینکتے وقت کبھی کبھار ناک سے بلغم وغیرہ نکل آتی ہے جو دیکھنے والا اچھا نہیں سمجھتا، جب منہ پر کپڑا رکھا ہوگا تو دوسروں کی ناپسندیدگی سے بچ جائے گا۔

بعض لوگ چھینک کے وقت ہاتھ کو ناک پر رکھ لیتے ہیں، اس سے اپنے آپ کے لیے ضرر اور تکلیف کا خدشہ ہوتا ہے، کیونکہ چھینک کے وقت انسان کے منہ سے ہوا خارج ہوتی ہے، اگر ہاتھ کے ساتھ اس کو روک دیا جائے تو وہ بیماری کا باعث بن سکتی ہے۔

مذکورہ بالا احادیث سے پتا چلتا ہے کہ جو چھینک کے وقت ''الحمد للّٰہ'' نہیں کہتا اس کا جواب نہیں دینا چاہیے (اسے ''یرحمك اللّٰہ'' نہیں کہنا چاہیے) کیونکہ دو آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس تھے، انھوں نے چھینک ماری، ایک کے لیے رسول کریم ﷺ نے ''یرحمك اللّٰہ'' کہا اور دوسرے کے لیے نہیں کہا تو اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ فلاں نے چھینک ماری، آپ ﷺ نے اسے ''یرحمك اللّٰہ'' کہا، اور میرے لیے نہیں کہا تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اس نے ''الحمد للّٰہ'' کہا تھا اور تو نے ''الحمد للّٰہ'' نہیں کہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر چھینکنے والا ''الحمد للّٰہ'' نہ کہے اس کے جواب میں تو ''یرحمك

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللّٰہ" نہیں کہنا چاہیے۔

سوال کیا ہم اس کو کہہ سکتے ہیں کہ "الحمد للّٰہ" کہو؟

جواب جو چھینک مار کر "الحمد للّٰہ" نہیں کہتا ہم اسی وقت اس کو نہیں کہہ سکتے، کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے حدیث مبارک میں یہ نہیں کہ اس کو کہو کہ وہ "الحمد للّٰہ" کہے، بلکہ فرمایا: تم اس کا جواب نہ دو۔ یعنی "یرحمك اللّٰہ" نہ کہو۔ ہاں! بعد میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ بھائی! جب چھینک آئے تو "الحمد للّٰہ" کہنا چاہیے۔

اہم بات یہ ہے کہ چھینکنے والے کو اونچی آواز میں "الحمد للّٰہ" کہنا چاہیے، تاکہ سننے والا اس کا جواب دے سکے، کیونکہ جب چھینکنے والا اونچی آواز میں "الحمدللّٰہ" نہیں کہے گا تو دوسرا بندہ کیسے اس کو جواب دے گا؟ دوسری بات یہ ہے کہ جب سننے والے نے "یرحمك اللّٰہ" کہا تو اب چھینکنے والا "یَهْدِیْكُمُ اللّٰهُ وَیُصْلِحُ بَالَكُمْ" کہے۔ یعنی اس کے لیے ہدایت کا سوال کرے اور اس کی حالت اور اعمال کی درستگی کی دعا کرے۔ بعض لوگ "یهدینا ویهدیکم اللّٰہ" کہتے ہیں، شریعت سے ایسا کہنا ثابت نہیں، صرف "یهدیکم اللّٰہ ویصلح بالکم" ہی کہنا چاہیے۔

حدیث پاک کے فوائد:

① چھینک مارنے کے بعد "الحمد للّٰہ" کہنا ضروری ہے۔

② جب چھینکنے والا "الحمد للّٰہ" کہے تو سننے والے کو "یرحمك اللّٰہ" کہنا چاہیے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قضائے حاجت کے آداب

44۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ: قيل له: «قَدْ عَلَّمَكُمْ نَبِيُّكُمْ ﷺ كُلَّ شَيْءٍ حَتّٰى الْخِرَاءَةَ! قَالَ: فَقَالَ: أَجَلْ، لَقَدْ نَهَانَا أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ لِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ، أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِالْيَمِيْنِ، أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِأَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ، أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِرَجِيْعٍ أَوْ بِعَظْمٍ» [1]

عبدالرحمٰن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو کہا گیا کہ "تمھارے نبی (ﷺ) نے تمھیں قضائے حاجت تک کے طریقے بھی سکھا دیے؟ تو سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں، رسول کریم ﷺ نے پیشاب اور پاخانے کے وقت قبلے کی طرف منہ کرنے سے ہمیں منع فرمایا ہے اور تین پتھروں سے کم استعمال کرنے سے ہمیں منع فرمایا ہے، نیز گوبر اور ہڈی کے ساتھ استنجا کرنے سے بھی ہمیں منع فرمایا ہے۔

تشریح:

یہ حدیث بیان کرنے کا سبب یہ ہے کہ ایک مشرک نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو حقیرانہ انداز میں کہا کہ تمھارے نبی ﷺ نے تمھیں ہر چیز سکھلا دی ہے، حتی کہ قضائے حاجت کے طریقے بھی؟ تو انھوں نے اس کے سوال کو

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [629]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظر انداز کرتے ہوئے سوال کا پانسا پلٹا اور آداب کی طرف لا کر کہا: ہاں، اللہ کے پیغمبر نے اپنی امت کو ہر وہ چیز سکھا دی جس کی وہ محتاج تھی، خواہ اس کا تعلق دین سے ہو یا دنیا سے۔ ایسے ہی ہر بھلائی کے راستے کی نشاندہی فرما دی اور ہر بری شے سے آگاہ کرنے کے بعد اس کے انجام سے بھی باخبر کر دیا، اب اس کے بعد کوئی بد بخت ہی رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات سے انحراف کر سکتا ہے۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے مرنے سے پہلے ہر چیز کے بارے میں ہمیں بتا دیا حتیٰ کہ پرندہ ہوا میں اڑتا ہے تو اللہ کے رسول ﷺ نے اس کے متعلق بھی ہمیں آگاہ کر دیا ہے۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے مشرک آدمی سے کہا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ نے ہمیں بول و براز کے وقت قبلے کی طرف منہ کرنے سے اور پیٹھ کرنے سے بھی منع کیا ہے، ایسے ہی دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے سے بھی روکا ہے، خواہ پانی کے ساتھ ہو یا مٹی اور پتھر کے ساتھ، دائیں ہاتھ سے استنجا حرام ہے۔

ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ دائیں ہاتھ کو اگلی اور پچھلی شرمگاہ کو دھونے میں استعمال نہیں کرنا چاہیے، بلکہ ایسے تمام کام بائیں ہاتھ سے کرنے چاہییں، کیونکہ دائیں ہاتھ کو بائیں پر فوقیت حاصل ہے، اس لیے گندگی کے تمام کاموں میں دائیں ہاتھ کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہیے، اسی طرح ناک صاف کرتے وقت بھی بائیں ہاتھ کو استعمال کرنا چاہیے۔

کیونکہ علمائے کرام کے ہاں ایک قاعدہ ہے کہ گندگی کے کام میں بائیں ہاتھ کو فوقیت حاصل ہے اور باقی کاموں میں دائیں ہاتھ کو۔ اسی لیے انسان کو بائیں ہاتھ سے کھانے سے منع کیا گیا ہے اور دائیں کے ساتھ کھانے کا حکم دیا گیا ہے، اسی طرح بائیں ہاتھ سے کوئی چیز پکڑانے سے بھی منع کیا گیا ہے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لینے سے بھی، بلکہ دائیں ہاتھ سے دینا اور دائیں سے ہی لینے کو پسند کیا گیا ہے۔

«أن نستنجي باليمين وأن نستنجي بأقل من ثلاثة أحجار»

''ہمیں منع کیا کہ ہم دائیں ہاتھ سے استنجا کریں اور استنجا میں تین پتھروں سے کم استعمال کرنے سے بھی منع کیا۔''

یہاں مطلق طور پر بیان کیا گیا ہے کہ تین پتھروں سے کم کے ساتھ استنجا نہ کریں۔ استنجا سے مراد ڈھیلوں کا استعمال ہے، یعنی رسول اللہ ﷺ نے تین پتھروں سے کم استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے، خواہ طہارت کم سے حاصل کیونکہ نہ ہوگئی ہو۔ یعنی ایک آدمی پیشاب کرنے کے بعد دو پتھر بطور استنجا استعمال کرتا ہے تو اس کو تیسرا بھی استعمال کرنا چاہیے، اگر تین استعمال کیے ہیں مگر رطوبت باقی ہے تو چوتھا بھی استعمال کر لے، مگر اس کے بعد پھر ایک پتھر مزید استعمال کرنا پڑے گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے طاق ڈھیلے استعمال کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے، مگر تین سے کم استعمال نہیں کر سکتا۔

«أن لا نستنجي برجيع أو عظم»

''گوبر اور ہڈی سے استنجا کرنے سے ہمیں منع کیا۔''

رسول کریم ﷺ نے لید (گوبر) سے استنجا کرنے سے منع کیا ہے کیونکہ اگر وہ نجس ہے، جیسے گدھے یا خچر کی لید، تو اس سے نجاست زائل نہیں ہوسکتی بلکہ نجاست زیادہ ہوگی۔ اگر پاک ہے جیسے ماکول اللحم جانور (جن کا گوشت کھایا جاتا ہے) کا گوبر تو اس سے استنجا کرنے سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ یہ جنوں کے جانوروں کی خوراک بنتی ہے۔

کیونکہ جب جنوں کا وفد رسول کریم ﷺ کے پاس آیا تو ان میں بعض مسلمان بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سورت جن میں ذکر کیا ہے کہ جنوں میں بعض

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمان، بعض کافر، بعض صالح اور بعض دوسرے ہوتے ہیں، جیسے انسان مسلمان بھی ہوتے ہیں، کافر بھی اور منافق وغیرہ بھی، ایسے ہی جن بھی مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔

اہم بات یہ ہے کہ جب وہ نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو ایمان لے آئے اور نبی کریم ﷺ کی رسالت کی تصدیق کر دی، جب جمع ہوئے تو انھوں نے کہا:

﴿أَنْصِتُوْا﴾ [الأحقاف: 29] ''خاموشی سے سنو۔''

یعنی بعض نے بعض کو کہا کہ خاموش ہو کر سنو۔

﴿فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ﴾ [الأحقاف: 29]

''تو اپنی قوم کی طرف ڈرانے والے بن کر واپس لوٹے۔''

دیکھیں جن کس ادب سے محافل ذکر میں ذکر سنتے ہیں اور بالکل خاموش ہوتے ہیں اور دوسروں کو خاموش رہنے کی نصیحت کرتے ہیں تا کہ کوئی بات رہ نہ جائے جو ان کی سمجھ میں نہ آسکے اور آخر تک ذکر کی محفل اور وعظ کی محفل سے دور اور الگ نہیں ہوتے، اسی لیے اللہ نے فرمایا:

﴿فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ﴾ [الأحقاف: 29]

''پھر جب وہ پورا کیا گیا تو اپنی قوم کی طرف ڈرانے والے بن کر واپس لوٹے۔''

یعنی رسول کریم ﷺ کا وعظ ختم ہونے سے پہلے وہ مجلس سے نہ اٹھے۔

جب جن ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے آخر تک نہیں اٹھے تو انسان تو ان سے زیادہ باادب ہے، انسان کو بھی بغیر عذر کے ذکر کی محفل کو نہیں چھوڑنا چاہیے، اگر بغیر عذر کے ذکر کی محفل کو چھوڑے گا تو اس کو بے ادب سمجھا جائے گا جو انسان کے لیے قطعاً مناسب بھی نہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو جب وہ رسول کریم ﷺ کے پاس آئے تو انھوں نے کہا: آپ ﷺ اپنی امت کو منع کریں کہ گوبر وغیرہ سے استنجا نہ کریں، کیونکہ اس میں ہمارے جانوروں کی خوراک ہے تو ان کے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے گوبر وغیرہ سے استنجا کرنے کرنے سے ہمیں منع کیا گیا ہے۔

ہڈی سے بھی استنجا کرنے سے منع کیا ہے۔ اگر مذبوحہ جانور کی ہڈی ہو تو وہ پاک ہے، مگر اس کے ساتھ استنجا کرنا جائز نہیں، کیونکہ وہ جنوں کی خوراک ہے۔ جو ہڈیاں ہم پھینک دیتے ہیں یہ جنوں کے لیے گوشت سے دوبارہ بھر جاتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے پاس جو وفد آیا تھا، آپ ﷺ نے اس کو کہا کہ ہر وہ ہڈی جس کو بسم اللہ پڑھ کر پھینکا گیا ہو تمھارے لیے اس کے ساتھ پہلے سے زیادہ گوشت ہو جائے گا اور ہر اونٹ و بکری وغیرہ کے گوبر میں تمھارے جانوروں کے لیے خوراک ہے۔ اس لیے اگر انسان مینگنی وغیرہ کو تین مرتبہ استعمال کرتا ہے اور صفائی بھی ہو جاتی ہے تب بھی انسان پاک نہیں ہو سکتا کیونکہ اس نے استنجا میں وہ چیز استعمال کی ہے جس سے رسول کریم ﷺ نے منع فرمایا۔ ایسے ہی ہڈیوں سے استنجا کرنے سے بھی پیشاب والی جگہ پاک نہیں ہوگی۔

ماکول اللحم (جن کا گوشت کھایا جاتا ہے) جانور جب ذبح کیے جائیں تو ان کی ہڈیاں جنوں کی خوراک بن جائے گی، اس سے استنجا کرنا ممنوع ہے اور وہ جانور جو غیر ماکول اللحم ہیں یا ماکول اللحم ہیں مگر اسے ذبح نہیں کیا جا سکا تو ان کی ہڈیوں سے استنجا کرنا جائز نہیں، کیونکہ وہ نجس ہیں اور نجاست سے نجاست زائل نہیں ہو سکتی۔

مذکورہ بالا احادیث سے پتا چلتا ہے کہ شریعت اسلامیہ ہر چیز کو شامل ہے اور نبی مکرم ﷺ نے ہر چیز ہمارے لیے کھول کر بیان کر دی نیز اس بات کا بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پتا چلا کہ استنجا صرف پاک چیز ہی سے ہوسکتا ہے اور احترام والی چیز سے استنجا جائز نہیں، طعام سے، جانوروں کے پاخانے سے اور ایسے ہی وہ اوراق جن میں اللہ کا ذکر ہو یا علمائے کرام کی مفید باتیں ہوں جیسے کسی عالم کی فقہ اس ورق پر لکھی ہو، اس سے بھی استنجا جائز نہیں، ہاں ایسے اوراق جن کا فائدہ کوئی نہیں تو ان سے استنجا کرنا جائز ہے۔

پتھر سے استنجا کرتے وقت ضروری ہے کہ تین استعمال کیے جائیں یا تین سے زائد، ایک پتھر سے استنجا کرنا جائز نہیں۔ جب انسان پتھر سے استنجا کرے اور جتنے پتھر استعمال کرنے کا ذکر ہے ان کی تعداد کا لحاظ رکھے تو سمجھا جائے گا اس نے اپنی شرمگاہ کو دھولیا ہے، یعنی اس کے بعد پانی کا استعمال ضروری نہیں۔ اگر پتھروں سے استنجا کرنے کے بعد انسان کو دوڑنا ہے یا گرمی کا موسم ہے جس کی وجہ سے پسینہ آجاتا ہے تو اس پسینے کا محل نجاست سے گر کر کپڑوں کو تر کرنے سے کپڑے ناپاک نہیں ہوں گے کیونکہ اس نے پتھروں کے ذریعے سے بدن کو پاک کرلیا ہے۔

حدیث پاک کے فوائد:

① دائیں ہاتھ سے استنجا کرنا جائز نہیں۔

② لید وغیرہ سے اور ہڈی سے استنجا کرنا ممنوع ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تین چیزیں لعنت کا باعث ہیں

45۔ عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْحِمْيَرِيَّ حَدَّثَهُ قَالَ: كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رضي الله عنه يَتَحَدَّثُ بِمَا لَمْ يَسْمَعْ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَيَسْكُتُ عَمَّا سَمِعُوا، فَبَلَغَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو رضي الله عنه مَا يَتَحَدَّثُ بِهِ، فَقَالَ: وَاللَّهِ، مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ هٰذَا، وَأَوْشَكَ مُعَاذٌ أَنْ يَفْتِنَكُمْ فِي الْخَلَاءِ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ مُعَاذًا فَلَقِيَهُ، فَقَالَ مُعَاذٌ: يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو إِنَّ التَّكْذِيبَ بِحَدِيثٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ نِفَاقٌ، وَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى مَنْ قَالَهُ لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «اتَّقُوا الْمَلَاعِنَ الثَّلَاثَ: الْبَرَازَ فِي الْمَوَارِدِ، وَالظِّلِّ، وَقَارِعَةِ الطَّرِيقِ»❶

حیوہ بن شریح کہتے ہیں کہ ابو سعید حمیری نے مجھے کہا کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ وہ احادیث بیان کرتے جو دیگر صحابہ نے نہ سنی ہوتی، اور جو باتیں دوسرے صحابہ کرام نے سنی ہوتیں ان سے خاموش رہتے۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو پتا چلا کہ معاذ بن جبل ایک حدیث بیان کرتے ہیں تو انھوں (عبداللہ بن عمرو) نے کہا: اللہ کی قسم میں نے نبی کریم ﷺ سے یہ حدیث نہیں سنی، دیکھنا کہیں معاذ رضی اللہ عنہ تمھیں قضائے حاجت کے بارے میں کسی فتنے میں مبتلا نہ کر دے، حضرت

❶ سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث [328]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاذ رضی اللہ عنہ کو پتا چلا تو وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو ملنے کے لیے آئے اور کہا: اے عبداللہ! اللہ کے رسول کی حدیث کو جھٹلانا منافقت ہے اور جو اپنی طرف سے بیان کرتا ہے اس کا گناہ اسی کو ہوتا ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''تم تین لعنت والی چیزوں سے بچو...'' ① جہاں لوگ پانی بھرنے (لینے) کے لیے آتے ہیں، وہاں پاخانہ کرنا۔ ② سائے میں (جہاں لوگ آرام کے لیے بیٹھتے ہیں) پاخانہ کرنے سے۔ ③ راستے میں پاخانہ کرنے سے۔''

24۔ وَعَنْ أبي هريرة رضي الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: «اِتَّقُوا اللَّعَّانَيْنِ» قَالُوْا: وَمَا اللَّعَّانَانِ يَا رَسُوْلَ اللّٰه؟ قَالَ: «اَلَّذِيْ يَتَخَلّٰى فِيْ طَرِيْقِ النَّاسِ، أَوْ فِيْ ظِلِّهِمْ» [1]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دو لعنت کا سبب بننے والے کاموں سے بچو...'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: لعنت کا موجب بننے والے کون سے دو کام ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ① لوگوں کے راستے میں پیشاب و پاخانہ کرنا۔ ② یا ان کے سائے کی جگہ میں پیشاب و پاخانہ کرنا۔''

تشریح:

جن جگہوں میں قضائے حاجت سے منع کیا گیا ہے، ان سے بچنا ایک ادب ہے۔ ان ممنوع جگہوں میں پیشاب کرنے سے سزا کی وعید بھی ہے، کیونکہ ان جگہوں میں پیشاب کرنے سے لوگوں کو ایذا ہوتی ہے۔ اور قضائے حاجت کے آداب میں سے ایک ادب یہ ہے کہ لوگوں کو تکلیف نہ دی جائے، اسی لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لعنت کا سبب بننے والی چیزوں سے بچو۔

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث [641]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لعنت کیا ہے؟

لعنت اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہونے کی بددعا کرنا ہے۔ کسی کا نام لے کر اس پر لعنت بھیجنا جائز نہیں، خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ لعنت کا مطلب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری، اور ہمیں نہیں پتا کہ اللہ تعالیٰ اس کافر پر اپنا فضل کریں اور وہ ایمان کی دولت سے بہرہ ور ہو جائے تو پھر لعنت کہاں جائے گی؟

انسان کو لعنت کرنے سے روکا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ لعنت انسان کے منھ سے نکل کر آسمان کی طرف چڑھتی ہے مگر آسمان کے دروازے لعنت کے لیے بند ہو جاتے ہیں تو پھر وہ واپس لوٹتی ہے، اگر وہ شخص جس پر لعنت کی گئی ہے، لعنت کا مستحق ہے تو اس پر پڑ جاتی ہے، وگرنہ لعنت بھیجنے والے پر لوٹ آتی ہے۔[1]

لعنت کی نسبت اس جگہ کی طرف کیوں کی گئی جہاں پیشاب کیا جاتا ہے؟

یہاں رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی نسبت راستے اور سائے کی طرف کی ہے، حالانکہ راستہ اور سایہ لعنت کی جگہ نہیں۔ علماءِ کرام کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ان جگہوں پر پیشاب کرتا ہے وہ اپنی طرف لعنت کو کھینچتا ہے، کیونکہ رستہ لوگوں کے گزرنے کی جگہ ہے۔ جب انسان راستے میں پاخانہ کرے گا تو اس سے لوگوں کو تکلیف ہوگی اور وہ اس کے لیے برے الفاظ استعمال کریں گے، جس کا صاف مطلب ہے کہ ایسا کام کرنے والا خود لوگوں کی لعنت کا مستحق بنتا ہے۔

ایسے ہی سایہ بھی ہے۔ سائے سے مراد وہ سایہ ہے جہاں لوگ آ کر بیٹھتے ہیں اور آرام کرتے ہیں، عام سایہ مراد نہیں، جیسے صحراء میں کوئی سایہ دار

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [4905]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درخت ہو وہاں لوگوں کی آمد و رفت نہیں اور نہ اس سائے ہی کے نیچے کوئی آ کر بیٹھتا ہے تو ایسے سائے میں قضائے حاجت سے منع نہیں کیا گیا۔ ہاں! اگر سایہ راستے میں ہے جہاں مسافر ستانے کے لیے بیٹھتے ہیں تو ایسے سائے میں پیشاب کرنا ممنوع ہے۔

علماءِ کرام فرماتے ہیں کہ لعنت کی نسبت راستے اور سائے کی طرف کرنا مجاز عقلی ہے، کیونکہ راستے اور سائے میں پیشاب و بزار کرنے والا ایسا کام کرتا ہے جس کی وجہ سے لوگ اس پر لعن طعن کریں، جیسے کہ حدیث مبارک میں والدین کو گالی دینے کی قباحت کا ذکر ہے۔ صحابہ نے کہا: کیا کوئی اپنے والدین کو بھی گالی دے سکتا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«نَعَم، يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ فَيَسُبُّ أُمَّهُ فَيَسُبُّ أُمَّهُ» [1]

''ہاں! آدمی دوسرے کے والد کو گالی دیتا ہے، بدلے میں وہ اس کے والد کو گالی دیتا ہے، ایسے ہی آدمی دوسرے کی ماں کو گالی دیتا ہے تو بدلے میں وہ بھی اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔''

گویا اس نے خود اپنے والدین کو گالی دی، کیونکہ یہ والدین کو گالی نکلوانے کا سبب بنا۔

اس کی مثال:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾ [الأنعام: 108]

''اور انھیں گالی نہ دو جنھیں یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، پس وہ

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [90]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیادتی کرتے ہوئے کچھ جانے بغیر اللہ کو گالی دیں گے۔“

یعنی تم اللہ کو گالی نکلوانے (دلوانے) کا سبب بنتے ہو، کیونکہ تم نے ان کے خداؤں کو گالی دی تو انھوں نے بدلے میں اللہ کو گالی دی۔

((اِتَّقُوا اللَّعَّانَيْنِ)) سے معلوم ہوا کہ جہاں لوگ آتے جاتے ہوں وہاں قضائے حاجت جائز نہیں۔ اور سنن ابو داود میں ”قارعة الطريق“ کے الفاظ مذکور ہیں، جس سے پتا چلتا ہے کہ وہ راستہ جہاں لوگوں کی آمد و رفت جاری رہتی ہے اور ان کے پاؤں وہاں لگتے رہتے ہیں، ایسے ہی سائے بھی جو لوگوں کے لیے نافع ثابت ہوتا ہو کہ لوگ وہاں آ کر بیٹھتے ہوں، خواہ وہ سایہ سفر میں ہو یا حضر میں۔

موارد: ایسی جگہ کو کہا جاتا ہے جہاں لوگ پانی وغیرہ لینے کے لیے آتے ہیں۔ اگر وہاں قضائے حاجت کی جائے تو ظاہر ہے ہر آنے والا لعنت کرے گا کیونکہ اس سے اس کو تکلیف ہوگی۔

ایسے ہی وہ جگہیں جہاں لوگ معاملات وغیرہ کرتے ہیں وہاں بھی قضائے حاجت جائز نہیں اور بازاروں میں بھی قضائے حاجت درست نہیں، کیونکہ اس سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اگر بازار ایسا ہے کہ دن کو لوگ ہوتے ہیں مگر رات کو بازار بند ہوتا ہے تو ایسی جگہ بھی قضائے حاجت کرنا جائز نہیں۔

کار پارکنگ میں بھی قضائے حاجت ممنوع ہے، اگرچہ رات کو وہاں کوئی کار (گاڑی) نہ کھڑی ہو مگر صبح لوگ (مسافر) وہاں آئیں گے، گاڑیاں کھڑی کریں گے تو ان کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ہر وہ جگہ جہاں لوگ جمع ہوتے ہیں، وہاں قضائے حاجت ممنوع ہے۔ مسجد کے دروازے کے پاس بھی قضائے حاجت نہیں کرنی چاہیے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم کہتے ہیں کہ ہر وہ جگہ جہاں لوگ آتے جاتے ہیں اور اپنے کام کاج میں مصروف ہوتے ہیں وہاں قضائے حاجت ممنوع ہے۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

« اِتَّقُوا اللَّعَّانَيْن » تثنیہ کا صیغہ یا "اللعانِيْنَ" جمع کا صیغہ، ہر اس جگہ کو شامل ہے جہاں لوگ آتے ہیں، خواہ راستہ ہے یا سایہ، سفر میں وہاں آتے ہیں یا پانی کے لیے، حتیٰ کہ اگر قضائے حاجت ایک خالی جگہ میں کی، مگر احتمال ہے کہ وہاں بعد میں کوئی آئے اور کام وغیرہ شروع کرے تو وہاں بھی قضائے حاجت جائز نہیں کیونکہ وہاں قضائے حاجت کرنے والا خود لوگوں کی لعنت کا سبب بنتا ہے۔

حدیث پاک کے فوائد:

1. تین لعنت والی چیزوں سے بچنا چاہیے۔
2. جو چیز انسان کے لیے لعنت کا سبب بنے اس سے رک جانا چاہیے۔
3. دوسروں کی خواہش کا خیال رکھنا چاہیے اور انھیں تکلیف پہنچانے سے اجتناب کرنا چاہیے۔
4. اسلام پاکیزگی اور نظافت کی تعلیم وترغیب دیتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی جانب منہ اور پیٹھ کرنے کی ممانعت

46۔ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ رضي الله عنه قال: قال رَسولُ اللهِﷺ: «إِذَا أَتَى أَحَدُكُمُ الْغَائِطَ فَلَا يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا يُوَلِّهَا ظَهْرَهُ، شَرِّقُوا أَوْ غَرِّبُوا» ❶

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی قضائے حاجت کے وقت اپنا منہ قبلہ کی جانب نہ کرے اور نہ ہی پیٹھ کرے۔ ہاں مشرق اور مغرب کی طرف کر لے۔“

47۔ عن أبي أيوب رضي الله عنه أن النبيﷺ قال: «إِذَا أَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوهَا بِبَوْلٍ وَلَا غَائِطٍ، وَلٰكِنْ شَرِّقُوا أَوْ غَرِّبُوا»

ابو ایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”بول و براز کے وقت قبلہ کی جانب نہ منہ کرو اور نہ پشت کرو، لیکن مشرق اور مغرب کی طرف منہ اور پیٹھ کرلیا کرو۔“

تشریح:

نبی کریم ﷺ نے قبلہ کی جانب منہ اور پیٹھ کر کے بول و براز کرنے سے منع فرمایا ہے۔ یہ قضائے حاجت کے آداب میں سے ایک ادب ہے کہ قبلے کی

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [144]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانب پشت کی جائے اور نہ منہ کیا جائے۔ نہ صحراء میں اور نہ ہی لیٹرینوں میں، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے ہر نمازی کے لیے واجب قرار دیا ہے کہ وہ قبلہ کی جانب منہ کر کے نماز پڑھے تو یہ بات قبلے کی تعظیم پر دلالت کرتی ہے اور قبلے کی طرف منہ یا پیٹھ کر کے بول و براز کرنا تعظیم کے منافی ہے۔

مثال کے طور پر اگر سامنے قبلے کی طرف منہ ہوتا ہے تو دائیں بائیں شمال و جنوب ہیں، اس لیے وہ شمال و جنوب کی طرف منہ اور پیٹھ پھیر لے، اگر سامنے مدینہ ہے اور مدینہ میں قبلہ شمال و جنوب کی سمت میں آتا ہے تو وہاں مشرق و مغرب کی طرف منہ کرے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ والوں کو کہا ہے کہ مشرق و مغرب کی طرف منہ کرو، کیونکہ ان کا قبلہ شمال و جنوب میں تھا۔

((شَرِّقُوا أَوْ غَرِّبُوا)) ''مشرق کی طرف منہ کرو یا مغرب کی طرف۔''

رسول اللہ ﷺ نے اس لیے فرمایا کہ آپ ﷺ نے ممنوعہ اطراف کا ذکر فرمایا تو پھر سہولت کے لیے ان اطراف کا بھی ذکر فرما دیا جن کی طرف منہ اور پیٹھ کرنا جائز ہے۔

قبلے کی جانب منہ کر کے بول و براز کرنا حرام ہے، خواہ انسان صحرا و فضا میں ہو یا محلات و عمارتوں میں۔ ائمہ سبعہ نے ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: بول و براز کے وقت قبلے کی جانب منہ کرو اور نہ پیٹھ، بلکہ مشرق اور مغرب کی طرف کر لو۔ ابو ایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم شام میں آئے تو دیکھا کہ لیٹرینیں قبلے کی جانب بنی ہوئی تھیں تو ہم نے ان سے اعراض کیا اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کیا۔ یہ دلیل ہے کہ انسان قبلہ کی جانب منہ بھی نہیں کرسکتا اور پیٹھ بھی نہیں پھیر سکتا، خواہ فضا و صحرا ہو یا محلات و عمارات۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لیے اگر کسی کی لیٹرین قبلہ کی طرف ہو تو اس کو قبلے کی جانب سے دوسری طرف پھیرے، اگر وہ اسی حالت پر قائم رہے گا، یعنی قبلہ کی طرف ہی لیٹرین کا منہ کر کے اس میں قضائے حاجت کرتا رہے گا تو اس سے وہ اللہ کا نافرمان سمجھا جائے گا اور اس سے کفرانِ نعمت بھی لازم آئے گا، کیونکہ انسان اس جگہ میں بیٹھ کر تکلیف دہ چیز کو پیٹ سے نکالتا ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ وہ اس تکلیف سے انسان کو نجات دیتا ہے، اگر وہ معصیت کے طریق پر ایسا کرے گا تو وہ نعمت کی ناقدری کرے گا، جو جائز نہیں۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے اس سے منع فرمایا ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا قول بھی وحی ہی ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ [النساء: 80]

''جو رسول کی فرمانبرداری کرے تو بے شک اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی۔''

قبلے کی طرف پیٹھ کرنا کیسا ہے؟

قبلے کی طرف پیٹھ کر کے پیشاب کرنے کے بارے میں اختلاف ہے، اگر فضا میں انسان قبلے کی جانب بیٹھ کر کے بول و براز کرتا ہے تو یہ بالاتفاق حرام ہے، اس لیے اگر فضا میں حاجت پوری کرنی ہے تو پھر قبلے کی جانب پیٹھ ہو اور نہ منہ ہی، البتہ منہ اور پیٹھ دائیں بائیں کر لے۔ ہاں، لیٹرین وغیرہ جو محلات و مکان میں بنی ہوتی ہیں وہاں قضائے حاجت کرنی ہے تو پھر منہ قبلے کی طرف کرنا حرام ہے، جیسا کہ ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ ہم شام میں آئے تو دیکھا کہ لیٹرینیں قبلے کی طرف تھیں، ہم نے ان سے اعراض کیا اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کیا۔ اور اگر لیٹرینیں ایسی سمت میں ہیں کہ قبلہ کی طرف منہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو نہیں ہوتا البتہ پیٹھ ہوتی ہے تو اس میں علمائے کرام کا اختلاف ہے۔ یعنی کیا قضائے حاجت کے وقت پیٹھ قبلے کی جانب کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

بعض علمائے کرام اسے جائز قرار دیتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ قبلے کی جانب پیٹھ کرنا بھی حرام ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لیٹرینیں عمارات ومحلات میں ہوں یا فضا وصحرا میں کسی صورت میں بھی قبلے کی جانب پیٹھ پھیر کر بول و براز کرنا جائز نہیں، کیونکہ ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں عام لفظ ہیں کہ بول و براز کے وقت قبلے کی جانب منہ بھی نہ کرو اور پیٹھ بھی نہ کرو۔

احتیاط اسی میں ہے کہ پیٹھ بھی قبلے کی جانب نہیں کرنی چاہیے، مگر محلات وعمارات کی لیٹرین میں قبلے کی طرف پیٹھ ہو جائے تو حرج نہیں، ایسی صورت میں جائز ہے، کیونکہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا (جو کی بہن ہیں) کے گھر کے چھت پر چڑھا تو میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبلے کی جانب پیٹھ اور شام کی طرف منہ کر کے قضائے حاجت کر رہے تھے۔

اس حدیث نے پہلی حدیث کی تخصیص کر دی کہ عمارت میں قبلے کی جانب پشت کر کے بول و براز جائز ہے۔

معترض کہہ سکتا ہے کہ ہم کو نہیں معلوم کہ ممانعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل سے پہلے کی ہے یا بعد کی، اس لیے پیٹھ کو قبلے کی طرف پھیرنا حرام ہی ہے۔

جواب یہ ہے کہ عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہو تو وہاں تقدم وتاخر کو نہیں دیکھا جاتا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث پاک کے فوائد:

1. قضائے حاجت کے وقت قبلے کی طرف منہ کرنا ممنوع ہے۔
2. اللہ تعالیٰ نے جس چیز کی تعظیم کا حکم دیا ہے اس کا احترام واجب ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیت الخلا میں داخل ہونے کی دعا

48۔ عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ: «اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ» ❶

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''نبی کریم ﷺ بیت الخلا میں داخل ہوتے وقت درج ذیل دعا پڑھتے تھے: "اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِث" اے اللہ! میں ناپاک جنوں اور جنیوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔''

49۔ وفي رواية له عند مسلم: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْكَنِيفَ قَالَ: «اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِث» ❷

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت مسلم شریف میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ جب لیٹرین میں داخل ہوتے تو فرماتے: ''اے اللہ میں ناپاک جنوں اور جنیوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔''

تشریح:

نبی کریم ﷺ جب بیت الخلا میں داخل ہوتے۔ اس کا مطلب یہ ہے جب داخل ہونے کا ارادہ کرتے، کیونکہ بخاری شریف میں صراحت سے یہ

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [142]

❷ صحيح مسلم، رقم الحديث [375]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات بیان ہوئی ہے کہ جب آپ ﷺ داخل ہونے کا ارادہ کرتے تو اس وقت دعا پڑھتے، اس لیے بیت الخلا سے باہر دعا پڑھ کر پھر اندر داخل ہونا چاہیے، یہ مطلب نہیں کہ اندر داخل ہو کر دعا پڑھی جائے۔ اس میں نبی مکرم ﷺ کے فرمان کی بے حرمتی ہے۔

حدیث شریف میں جو "خُبث" کا لفظ مذکور ہے، اس میں با پر جزم بھی پڑھ سکتے ہیں اور با پر پیش بھی پڑھ سکتے ہیں۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ اکثر شیوخ با کو ساکن پڑھتے ہیں۔ امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "خُبُث" خَبِیْثٌ کی جمع ہے اور "خَبَائِث" خَبِیْثَۃٌ کی جمع ہے، یعنی خبیث جن اور ان کی مادہ جن۔

دعا پڑھ کر بیت الخلا میں داخل ہونے پر تمام فقہاء کا اجماع ہے۔ اس میں صحرا اور عمارتوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کہ صحرا میں پڑھی جائے اور جو عمارتوں میں لیٹرینیں ہیں ان میں داخل ہوتے وقت نہ پڑھی جائے یا لیٹرین میں داخل ہوتے وقت پڑھی جائے اور صحرا میں قضائے حاجت کے وقت نہ پڑھی جائے) بلکہ صحرا میں قضائے حاجت کرو یا عمارتوں والی لیٹرینوں میں کرو، بہر نوع دعا ضرور پڑھنی ہے۔

حدیث پاک کے فوائد:

① بیت الخلا میں داخل ہوتے وقت دعا پڑھنی چاہیے۔

② اللہ تعالیٰ کا ذکر شیطانوں سے بچاؤ کے لیے ایک مضبوط قلعہ ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھڑے ہو کر پیشاب کرنا؟

50۔ عن عائشة رضي الله عنها قالت: «مَنْ حَدَّثَكُمْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَالَ قَائِمًا فَلَا تُصَدِّقُوْهُ، مَا كَانَ يَبُوْلُ إِلَّا جَالِسًا» ❶

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''جو شخص کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہے اس کی تصدیق نہ کرو۔ آپ ﷺ بیٹھ کر پیشاب کرتے تھے۔''

51۔ عن حذيفة رضی اللہ عنہ قال: «رَأَيْتُنِي أَنَا وَالنَّبِيُّ نَتَمَاشٰى، فَأَتٰى سُبَاطَةَ قَوْمٍ خَلْفَ حَائِطٍ، فَقَامَ كَمَا يَقُوْمُ أَحَدُكُمْ، فَبَالَ، فَانْتَبَذْتُ مِنْهُ، فَأَشَارَ إِلَيَّ فَجِئْتُهُ فَقُمْتُ عِنْدَ عَقِبَيْهِ حَتّٰى فَرَغَ» ❷

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا، آپ ﷺ گندگی کے ڈھیر پر آئے تو کھڑے ہو گئے اور پیشاب کیا تو میں پیچھے ہٹ گیا۔ آپ ﷺ نے مجھے قریب آنے کا اشارہ کیا، میں قریب آ کر آپ ﷺ کی طرف پشت کر کے آپ ﷺ کے فارغ ہونے تک کھڑا رہا۔''

تشریح:

اصل قانون یہی ہے کہ پیشاب بیٹھ کر کیا جائے، کیونکہ ام المؤمنین

❶ سنن الترمذي، رقم الحديث [12]

❷ صحيح البخاري، رقم الحديث [223]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو شخص کہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا اس کی بات نہ مانو، آپ ﷺ نے ہمیشہ بیٹھ کر ہی پیشاب کیا۔

بیٹھ کر پیشاب کیوں کرنا چاہیے؟

اس لیے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں کپڑوں پر چھینٹے پڑنے کا خدشہ ہے۔ ہاں! اگر کوئی عذر ہے جس کی وجہ سے بیٹھ کر پیشاب کرنا ممکن نہیں تو پھر کھڑے ہو کر پیشاب کر سکتا ہے، جیسا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہوتا ہے۔

اب اگر کوئی بندہ کہے کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا اور حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے گندگی کے ڈھیر پر کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہے۔ اس لیے دونوں احادیث کے درمیان تعارض ہے۔

جواب یہ ہے کہ ہم ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو محمول کریں گے کہ آپ ﷺ اکثر بیٹھ کر پیشاب کرتے تھے، یعنی ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کا وہ عمل و فعل ذکر کیا ہے جو آپ ﷺ اکثر سرانجام دیا کرتے تھے۔ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے علم کی بنا پر وہ بات ذکر کی ہے جو انھوں نے دیکھی تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کا علم نہ ہو سکا۔

علماءِ کرام نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے مسئلہ اخذ کیا ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بھی جائز ہے یا ایسی جگہ جہاں بیٹھ کر پیشاب کرنا ناممکن ہو وہاں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے۔

حدیث پاک کے فوائد:

1. کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی عادت بنا لینا ممنوع ہے۔
2. قضائے حاجت کے وقت دوسروں سے پردہ واجب ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دائیں ہاتھ سے استنجا کرنا مکروہ ہے

52۔ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا بَالَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَأْخُذَنَّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ وَلَا يَسْتَنْجِ بِيَمِينِهِ، وَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْإِنَاءِ» ❶

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: جب کوئی پیشاب کرے تو دائیں ہاتھ سے عضو تناسل کو نہ پکڑے اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجا کرے اور نہ برتن ہی میں سانس لے۔"

تشریح:

بول و براز کے بعد اگلی یا پچھلی شرمگاہ کو صاف کرنا استنجا کہلاتا ہے۔ استنجا پانی کے ساتھ بھی ہوسکتا ہے اور ڈھیلوں کے ساتھ بھی۔ ڈھیلوں میں پتھر، لکڑی، مٹی اور کپڑا وغیرہ شامل ہیں، مگر جب ڈھیلوں کے ساتھ استنجا کیا جائے تو علما نے اس کے لیے چند شرائط ذکر کی ہیں:

اگر پانی کے ساتھ استنجا کیا جائے تو پھر شرط یہ ہے کہ پانی نجاست کو زائل کر دے۔ اس کا نام طہارت ہے۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان «لَا يَسْتَنْجِ بِيَمِينِهِ» کا مطلب:

اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان آلہ تناسل کو دائیں ہاتھ سے پکڑ کر نہ دھوئے، کیونکہ دایاں ہاتھ عزت و احترام والا ہے۔ علماءِ کرام فرماتے ہیں: گندگی

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [153] صحيح مسلم، رقم الحديث [267]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نجاست کے کاموں کے علاوہ ہر کام میں دایاں ہاتھ استعمال کرو اور گندگی کے کاموں میں بایاں ہاتھ استعمال کرو، اس لیے استنجا بائیں ہاتھ سے اور دائیں ہاتھ سے پانی بہانا چاہیے، کیونکہ نبی مکرم ﷺ نے دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ پھر نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

((وَلَا يَتَمَسَّحْ مِنَ الْخَلَاءِ بِيَمِينِهِ))

یعنی اگر انسان پتھروں سے استنجا کرنا چاہتا ہے تو پتھر بھی دائیں ہاتھ میں نہ پکڑے بلکہ بائیں ہاتھ میں پکڑ کر استنجا کرے۔

تیسری بات نبی کریم ﷺ نے یہ بیان فرمائی کہ ((وَلَا يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ)) ''برتن میں سانس نہ لے۔''

پانی پینے کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ انسان تین سانسوں میں پانی پیے۔ برتن (گلاس) وغیرہ منہ سے لگائے، تھوڑا سا پی کر گلاس منہ سے ہٹا لے، پھر منہ سے گلاس لگائے، پھر ہٹا لے۔ اسی طرح تین سانسوں میں پانی پیے۔ اس سے بدن کو بھی راحت ملے گی اور معدہ کے لیے بھی نفع بخش ہوگا، کیونکہ پیاس معدہ میں حرارت بڑھ جانے کی وجہ سے لگتی ہے، جب ایک ہی دفعہ پانی معدہ میں داخل ہوتا ہے تو پھر معدہ پر اثر کرتا ہے اور معدہ خراب ہونے کا خدشہ ہوتا ہے، کیونکہ اگر یکدم معدہ گرمی سے سرد ہوتا ہے تو پھر ہاضمہ بھی خراب ہو جاتا ہے اور معدہ کھانا ہضم نہیں کر سکتا۔

جب انسان تین سانسوں میں پیے گا تو یہ صحت کے لیے بھی مفید ہوگا اور بیماری سے بچاؤ کا باعث بھی ہوگا۔ ہاں یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جب سانس لینی ہے تو پھر برتن میں سانس نہ لے بلکہ برتن (گلاس) کو منہ سے دور کر دے کیونکہ اس میں پینے والے کے لیے بھی نقصان کا خدشہ ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جب پانی پینے کے ساتھ ساتھ سانس بھی لے گا تو اس سے پانی ناک میں چڑھ جانے کا خدشہ ہے، پہلے پینے والے کے نقصان کے ساتھ ساتھ جو شخص بعد میں پیے گا اس کے لیے بھی بیماری کا باعث ہے، کیونکہ سانس کے ساتھ امراض باہر نکلتے ہیں۔ جب پانی میں سانس لیا جائے تو وہ پانی میں داخل ہو جاتے ہیں اور جو بعد میں پانی پیتا ہے اس کے لیے بیماری کا سبب بنتے ہیں، اس بنا پر محسن انسانیت ﷺ نے برتن میں سانس لینے سے منع کیا ہے۔

حدیث پاک کے فوائد:

① دائیں ہاتھ کو بائیں پر فوقیت حاصل ہے۔
② پیشاب کرتے وقت دائیں ہاتھ سے آلہ تناسل کو چھونا منع ہے۔
③ دائیں ہاتھ سے استنجا کرنا منع ہے۔
④ برتن میں سانس لینا منع ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بیت الخلا میں باتیں کرنا مکروہ ہے

53۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما أَنَّ رَجُلًا مَرَّ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَبُوْلُ فَسَلَّمَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ.❶

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ''نبی کریم ﷺ پیشاب کر رہے تھے تو قریب سے گزرتے ہوئے ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ کو سلام کہا، مگر آپ نے اس کو سلام کا جواب نہ دیا۔''

تشریح:

اس بات پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ جو شخص پیشاب کر رہا ہے وہ سلام کا جواب نہ دے بلکہ اس (جو پیشاب کر رہا ہے) کو سلام کہنا ہی مکروہ ہے۔ اگر کوئی سلام کہہ بھی دے تو وہ جواب نہیں دے سکتا۔ اسی طرح حالتِ پیشاب میں اللہ کا ذکر کرنا بھی ناپسندیدہ عمل ہے۔ مثلاً سبحان اللّٰه، الحمد لله، لا إله إلا اللّٰه، اذان کا جواب، چھینک کا جواب اور نہ سلام ہی کا جواب دے سکتا ہے۔

علماءِ کرام فرماتے ہیں کہ جماع کی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ممنوع ہے۔ ایسی صورت میں اگر چھینک بھی آجاتی ہے تو دل ہی میں الحمد للہ کہہ لے۔

حالتِ پیشاب اور جماع میں جو ذکر کرنا مکروہ کہا گیا ہے، یہ مکروہ تنزیہی ہے، اگر کوئی ذکر کر لے تو گناہ گار نہ ہوگا۔

اسی طرح قضائے حاجت کے وقت کسی قسم کی بات چیت اور گفتگو نہیں کر

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [320] صحيح مسلم، رقم الحديث [370]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکتا۔ ہاں ضرورت کے وقت بات کی جاسکتی ہے، مثلاً کوئی اندھا کنویں کی طرف بڑھ رہا ہے تو اس کو کہا جاسکتا ہے کہ آگے کنواں ہے۔ایسے ہی کوئی سانپ یا بچھو وغیرہ کسی انسان کو کاٹنے کے لیے حملہ آور ہو رہا ہو تو اس وقت انسان کو سانپ، بچھو کے حملے سے بچانے کی خاطر کلام کرنا واجب ہے۔[1]

حدیث پاک کے فوائد:

قضائے حاجت کرتے وقت گفتگو کرنا منع ہے۔

[1] شرح صحیح مسلم للنووي [65/4]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سونے کے آداب

54۔ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَوَى إِلَىٰ فِرَاشِهِ نَامَ عَلَىٰ شِقِّهِ الْأَيْمَنِ، ثُمَّ قَالَ: «اَللّٰهُمَّ أَسْلَمْتُ نَفْسِي إِلَيْكَ، وَوَجَّهْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ، رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَىٰ مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ، آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ، وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ» [1]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ جب بستر پر جاتے تو اپنی دائیں کروٹ پر لیٹتے اور درج ذیل دعا پڑھتے: "اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْلَمْتُ نَفْسِي إِلَيْكَ وَوَجَّهْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً إِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَىٰ مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ. آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ" اے اللہ میں اپنے نفس کو تیرے سپرد کرتا ہوں اور اپنے چہرے کو تیری طرف متوجہ کرتا ہوں اور اپنے معاملے کو تیرے سپرد کرتا ہوں اور اپنی پشت کو ڈرتے ہوئے اور رغبت کرتے ہوئے تیری طرف ہی جھکاتا ہوں۔ تجھ سے بھاگ کر کوئی پناہ کی جگہ ہے اور نہ نجات کی جگہ۔ میں تیری نازل

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6311] صحيح مسلم، برقم [2710]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کردہ کتاب اور تیرے مبعوث نبی ﷺ پر ایمان رکھتا ہوں۔"

55۔ وعنه قال: قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ «إِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَىٰ شِقِّكَ الْأَيْمَنِ، وَقُلْ ... وَذَكَرَ نَحْوَهُ، وَفِيه: وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَقُولُ» ❶

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری حدیث مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: "جب تو سونے کے لیے بستر پر جانے لگے تو نماز کے وضو کی طرح وضو کر، پھر دائیں کروٹ پر لیٹ جا اور اِس دعا کو پڑھ کر سو جاؤ: "اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْلَمْتُ نَفْسِي إِلَيْكَ وَوَجَّهْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً إِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مُنْجىٰ مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ. آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي اَنْزَلْتَ وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ" مزید فرمایا کہ سوتے وقت آخری کلام یہی دعا ہونی چاہیے، یعنی اس کو تمام دعاؤں سے آخر میں پڑھنا چاہیے۔

56۔ وعن حذيفة رضي الله عنه قال: كَانَ النَّبِيُّ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ مِنَ اللَّيْلِ وَضَعَ يَدَهُ تَحْتَ خَدِّهِ، ثُمَّ يَقُولُ: «اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوتُ وَأَحْيَا» وَإِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ: «اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ» ❷

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب رات کو اپنے بستر پر آتے تو اپنا ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ کر یہ دعا پڑھتے: "اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوتُ وَأَحْيَا" اے اللہ میں تیرے نام کے ساتھ

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [247] صحيح مسلم، رقم الحديث [2710]

❷ صحيح البخاري، رقم الحديث [6314]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی مرتا اور زندہ ہوتا ہوں۔" جب بیدار ہوتے تو فرماتے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُوْرُ" تمام تعریفات اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں فوت کرنے کے بعد زندہ کیا۔"

تشریح:

نیند اللہ تعالیٰ کی ان نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ، رحمت اور حکمت واضح ہوتی ہے، جیسا کہ رب تعالیٰ خود فرماتے ہیں:

﴿ وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ ابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ﴾ [الروم: 23]

"اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تمھارا دن اور رات کو سونا اور اس کا فضل تلاش کرنا ہے۔"

نیز اللہ تعالیٰ کا ایک احسان ہے جس کی وجہ سے بندہ سکون اور راحت میں ہوجاتا ہے اور آئندہ کام کے لیے تازہ دم ہوجاتا ہے، اس لیے نیند میں انسان کے لیے بہت زیادہ فائدہ ہے۔

نیند کو ہم مکمل دنیاوی زندگی کہہ سکتے ہیں، کیونکہ دنیا ناقص ہے، جو نیند کی وجہ سے سکون حاصل کرتی ہے، مگر یہ ناقص رب تعالیٰ کے مقابلے میں ہے کیونکہ رب تعالیٰ قیوم ہے اس کو نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند، جیسا کہ قرآن مجید میں رب تعالیٰ نے وضاحت فرما دی ہے:

﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ﴾

[البقرة: 255]

"اللہ تعالیٰ کی ذات قیوم ہے اس کو نہ نیند آتی ہے اور نہ ہی اونگھ۔"

بلکہ اللہ تعالیٰ کی ہستی ایسی ہے جس کو نیند کی ضرورت ہے اور نہ نیند جیسی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی چیز کی۔ اللہ تعالیٰ بے پرواوغنی ہے۔

لیکن انسان اس دنیاوی زندگی میں ایک ناقص بشر ہے جسے تکمیل کی ضرورت ہے، اور نیند کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نیند میں روح کو قبض کر لیتا ہے، لیکن مکمل طور پر قبض نہیں کرتے کہ انسان دنیا کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ جائے، بلکہ جزوی طور پر انسان مرا ہوا ہوتا ہے اور اپنے اردگرد کی حرکات و سکنات سے بے خبر ہوتا ہے، ایسے ہی محسوسات سے بھی بے بہرہ ہو جاتا ہے، اس کے باوجود انسان مکمل طور پر فوت نہیں ہوتا اور نہ روح مکمل طور پر بدن سے خارج ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا ﴾ [الزمر: 42]

''اللہ جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے۔''

اس آیت سے حقیقی موت مراد ہے، اور:

﴿ وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ﴾ [الزمر: 42]

''اور ان کو بھی جو نہیں مریں ان کی نیند میں۔''

اس سے نیند والی موت مراد ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نیند کی حالت میں بھی نفس کو قبض کر لیتا ہے، جس کی روح کو چاہتا ہے اس کے بدن میں واپس لوٹا دیتا ہے، جس کی نہیں چاہتا اس کی روح کو روک لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے۔

نیند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے جو عام طور پر کمروں میں اور چھت پر خشکی والی جگہ انسان کو آتی ہے، پھر لوگ ایسے سو جاتے ہیں جیسے مردہ جسم ہوں، پھر ان کو اللہ تعالیٰ اٹھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَ هُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّیْلِ وَ یَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ یَبْعَثُكُمْ فِیْهِ لِیُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ثُمَّ اِلَیْهِ مَرْجِعُكُمْ ﴾

[الأنعام: 60]

''اور وہی ہے جو تمھیں رات کو قبض کر لیتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم نے دن میں کمایا، پھر وہ تمھیں اس میں اٹھا دیتا ہے، تاکہ مقرر مدت پوری کی جائے، پھر اسی کی طرف تمھارا لوٹنا ہے۔''

نیند سے ایک اور سبق حاصل ہوتا ہے کہ انسان کو مرنے کے بعد بھی اٹھایا جائے گا، کیونکہ جو ہستی نیند میں روح کو قبض کر کے دوبارہ انسانی جسم میں لوٹا سکتی ہے، انسان پہلے جیسا کام وغیرہ کرنا شروع کر دیتا ہے، وہ ہستی مرنے کے بعد قیامت والے دن قبور سے اٹھانے پر بھی قادر ہے، اللہ کی ذات ہر چیز پر قادر ہے۔

سونے کے آداب:

سونے کے آداب میں سے ایک ادب یہ ہے کہ انسان دائیں کروٹ پر سوئے کیونکہ نبی کریم ﷺ دائیں کروٹ پر سویا کرتے تھے اور اس کا حکم بھی ارشاد فرمایا ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ دائیں کروٹ پر لیٹا کرتے تھے اور براء بن عازب کو بھی نبی مکرم ﷺ نے دائیں کروٹ ہی پر لیٹنے کا حکم دیا۔ دائیں کروٹ پر لیٹنا ہی افضل ہے، خواہ قبلہ کی طرف منہ ہو جائے یا پیٹھ، یا قبلہ دائیں ہو یا بائیں، دائیں کروٹ پر ہی لیٹنا چاہیے کیونکہ اس کا نبی کریم ﷺ نے حکم ارشاد فرمایا ہے۔

بعض لوگ بائیں کروٹ پر سونے کے عادی ہوتے ہیں، اگر دائیں کروٹ پر لیٹ بھی جائیں تو انھیں نیند نہیں آتی۔ ایسے لوگوں کو دائیں کروٹ پر طرف لیٹنے کی عادت بنانی چاہیے کیونکہ نبی کریم ﷺ کے قول وفعل سے دائیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کروٹ پر طرف لیٹنا ہی ثابت ہے۔

جو انسان دائیں طرف (کروٹ) سوتا ہے ایسا شخص متبع سنت ہے اور نبی کریم ﷺ کے حکم کی اطاعت کرنے والا ہے، اس لیے دائیں کروٹ ہی پر لیٹنے کی عادت بنانی چاہیے۔

دوسرا اَدب یہ ہے کہ انسان لیٹتے وقت دائیں ہاتھ کو دائیں رخسار کے نیچے رکھے، کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ کا طریقہ اور سنت ہے۔ اگر انسان دائیں ہاتھ کو رخسار کے نیچے رکھ کر نہیں سو سکتا تو کوئی حرج نہیں، لیکن افضل یہی ہے کہ دائیں ہاتھ کو دائیں رخسار کے نیچے رکھ کر سونا چاہیے۔

تیسرا اَدب یہ ہے کہ جب انسان لیٹ جائے تو درج ذیل دعا پڑھے، جس کا نبی کریم ﷺ نے حکم ارشاد فرمایا ہے:

"اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْلَمْتُ نَفْسِيْ إِلَيْكَ وَوَجَّهْتُ وَجْهِيْ إِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ أَمْرِيْ إِلَيْكَ وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِيْ إِلَيْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً إِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مُنْجِى مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ. آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ وَنَبِيِّكَ الَّذِيْ أَرْسَلْتَ"

تمام دعاؤں کے آخر میں اس دعا کو پڑھے، یعنی جو سونے کے دوسرے اذکار مشروع ہیں، ان میں سب سے آخر میں درج بالا دعا کو پڑھے۔

نبی مکرم ﷺ نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے یہ دعا سناؤ۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے دعا سنائی تو "وَنَبِيِّكَ الَّذِيْ أَرْسَلْتَ" کے بجائے "وَبِرَسُوْلِكَ الَّذِيْ أَرْسَلْتَ" کہہ دیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "وَنَبِيِّكَ الَّذِيْ أَرْسَلْتَ" کہو۔

اہل علم فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اس لیے "نَبِيِّكَ الَّذِيْ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَرْسَلْتَ" کہنے کو کہا کہ رسول کا لفظ بشر پر بھی اور فرشتہ پر بھی صادق آتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ﴾ [التکویر: 19، 20]

"بے شک یہ یقیناً ایک ایسے پیغام پہنچانے والے کا قول ہے جو بہت معزز ہے۔ بڑی قوت والا ہے، عرش والے کے ہاں بہت مرتبے والا ہے۔"

جبکہ نبی کا لفظ صرف بشر پر صادق آتا ہے، اس لیے جب "وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ" انسان پڑھے گا تو نبوت و رسالت دونوں کی شہادت اِس میں آجائے گی، اس لیے "وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ" کہنا زیادہ بہتر ہے۔

اگر انسان "رَسُوْلِكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ" کہہ دے تو ممکن ہے کہ جبریل مراد ہو کیونکہ وہ بھی انبیاء کی طرف وحی لے کر آتے تھے اور رسول تھے۔

ہر انسان پر لازم ہے کہ درج بالا دعا کو یاد کرے اور جب بھی بستر پر آئے تو دعائیں پڑھنے کے بعد آخر میں اس دعا کو پڑھے، کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ کا طریقہ اور سنت ہے، بلکہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو آپ نے حکم بھی دیا کہ اس دعا کو آخر میں پڑھو۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت اور رحمت ہے کہ کوئی بھی ایسا کام نہیں جس کے لیے ایک دعا نہ ہو، لباس پہننے کی دعا، کھانے کی دعا، پینے کی دعا، سونے کی دعا، حتی کہ انسان بیوی سے ہمبستر ہوتا ہے تو اس کی بھی دعا ہے۔ ہر کام کے لیے دعا کیوں سکھائی گئی...؟ اس لیے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ ہو جائے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ ہر وقت انسان کے دل میں رب کریم کا ذکر رہے اور ایسے ہی زبان بھی ذکر اللہ سے تر رہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے ہیں کہ ہمیں ان کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انسان اپنے ہاتھ کو رخسار کے نیچے رکھے تو دائیں ہاتھ کو دائیں رخسار کے نیچے رکھنا ہے، مگر یہ واجب نہیں کہ ہاتھ رخسار کے نیچے ہو، ہاں افضل ہے، اگر کوئی رکھ سکتا ہے تو ٹھیک ہے، اور اگر نہ بھی رکھے تو کوئی حرج نہیں۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر آتے تو فرماتے: ”اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوْتَ وَأَحْيَا۔“ یعنی میں اللہ تعالیٰ کے ارادے ہی سے مرتا اور زندہ ہوتا ہوں۔ موت سے یہاں کیا مراد ہے؟ تو اللہ تعالیٰ ہی اس کو خوب جانتا ہے، موت النوم (نیند والی موت) بھی مراد ہوسکتی ہے کیونکہ نیند کو بھی وفات کہا گیا ہے، اور موتِ کبریٰ یعنی جب انسان دنیا سے ہمیشہ کے لیے چلا جاتا ہے وہ بھی مراد ہوسکتی ہے۔ یہ دعا قرآن کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے جس میں کہا گیا ہے:

﴿ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ [الأنعام: 162]

”کہہ دے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے، جو جہانوں کا رب ہے۔“

جب صبح کو اٹھے تو درج ذیل دعا پڑھے: ”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُوْر“ اس دعا سے پتا چلتا ہے کہ ”بِاسْمِكَ أَمُوْتَ وَأَحْيَا“ میں موت سے مراد نیند والی موت ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث پاک کے فوائد:

① دائیں کروٹ پر لیٹنا چاہیے

② دعائیں پڑھ کر لیٹنا (سونا) چاہیے۔

③ نبی کریم ﷺ کی اطاعت واجب ہے اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی جائز نہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نماز تہجد کا بیان

57۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: «كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، فَإِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ، ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتَّى يَجِيءَ الْمُؤَذِّنُ فَيُؤْذِنَهُ» [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ''نبی کریم ﷺ رات کو گیارہ رکعتیں ادا فرماتے، جب فجر طلوع ہو جاتی تو دو ہلکی رکعتیں ادا کرتے، پھر دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے یہاں تک کہ مؤذن آ کر آپ ﷺ کو اطلاع دیتا۔''

تشریح:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ رات کو گیارہ رکعتیں ادا فرماتے۔ گیارہ رکعت پڑھنے کا آپ ﷺ کا عام معمول تھا، کبھی تیرہ بھی پڑھتے اور کبھی کبھار کم بھی پڑھتے، جیسا طبیعت کا تقاضا ہوتا اس حساب سے نماز کی ادائیگی فرماتے۔

پھر جب فجر طلوع ہو جاتی تو فجر کی دو سنتیں ہلکی سی پڑھتے۔ سنت یہی ہے کہ فجر کی دو سنتیں ہلکی پڑھی جائیں۔ ایک رکعت میں ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ﴾ اور دوسری رکعت میں ﴿قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ﴾ پڑھی جائے۔ [2]

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6310] صحيح مسلم، رقم الحديث [736]

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث [726]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا پہلی رکعت میں ﴿قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا﴾ سورت بقرہ کی آخری آیت تک اور دوسری رکعت میں ﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ﴾ پڑھی جائے۔[1]

اہم بات یہ ہے کہ حدیث مبارک میں فجر کی سنتوں کو مختصر پڑھنے کا ذکر ہوا ہے، مگر مختصر اِس انداز سے پڑھنی ہیں کہ طمانیت میں فرق نہ پڑے، اگر طمانیت میں فرق آئے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ سنتوں کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹنا ہے، یہاں تک کہ اس کو معلوم ہو جائے کہ اب اقامت کا وقت ہو گیا ہے، پھر وہ نکلے اور نماز پڑھے۔

حدیث پاک کے فوائد:

ان احادیث سے چند مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

1. اللہ تعالیٰ کی ہم پر یہ نعمت ہے کہ اس نے نبی کریم ﷺ کی ازواج کے ذریعے ہم تک نبی ﷺ کے وہ افعال بھی پہنچا دیے ہیں جو آپ ﷺ رات کی تاریکی میں سرانجام دیا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کا زیادہ شادیاں کرنے کی ایک یہ بھی حکمت ہے۔ جب نبی کریم ﷺ فوت ہوئے تو اس وقت آپ کی نو (9) بیویاں زندہ تھیں، ہر بیوی نبی کریم ﷺ کا کوئی ایسا کام بیان کرتی جسے اس کے علاوہ دوسری کوئی نہیں جانتی تھی۔
2. نبی کریم ﷺ رات کو گیارہ رکعتیں نماز پڑھتے، آپ ﷺ اس نماز میں لمبا قیام فرماتے، کبھی آپ ﷺ نصف رات کو بیدار ہو کر نمازِ تہجد ادا فرماتے اور کبھی نصف رات کے بعد۔ جب آپ ﷺ نصف رات کو نمازِ تہجد پڑھتے تو رات کے آخری حصے میں لیٹ جاتے، جیسے کہ ام المومنین عائشہ

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [727]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں مذکور ہے کہ جب آپ ﷺ نصف رات کے بعد بیدار ہوتے تو فجر تک قیام کرتے، پھر جب فجر طلوع ہوجاتی تو دو رکعتیں (فجر کی سنتیں) ادا فرماتے، پھر دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے۔

درج بالا احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فجر کی سنتیں ہلکی پڑھنی چاہییں، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے مختصر پڑھی ہیں، نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ امام کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ اقامت کے وقت مسجد میں آئے اور نوافل وغیرہ گھر میں ادا کرے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا معمول تھا کہ نوافل گھر میں ادا کرتے، مگر مقتدی مسجد میں آئے کیونکہ امام کا تو انتظار کیا جاتا ہے، مقتدی کا انتظار نہیں کیا جاتا، مقتدی سنتیں پڑھنے کے بعد مسجد میں آجائے۔

یہ بھی ثابت ہوا کہ جو گھر میں فجر کی سنتیں ادا کرتا ہے، وہ ادائے سنت کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹ جائے جیسا کہ نبی کریم ﷺ لیٹتے تھے۔ علماءِ کرام نے اس لیٹنے کے بارے میں اختلاف کیا ہے، بعض کہتے ہیں ہر حال میں فجر کی سنت ادا کرنے کے بعد لیٹنا سنت ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کے لیے سنت ہے جو نمازِ تہجد ادا کرتا ہے، وہ لیٹ جائے تاکہ جسم کو تھوڑی دیر راحت پہنچا لے۔ بعض علماءِ کرام نے فجر کی سنتیں ادا کرنے کے بعد لیٹنے کو نمازِ فجر کی شرائط میں شامل کیا ہے اور کہا ہے کہ جو سنت کے بعد نہیں لیٹتا اس کی نماز نہیں ہوتی، مگر یہ قول شاذ ہے، یہ صرف اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ بعض علماء ایسے اقوال بھی ذکر کر دیتے ہیں جو درستگی سے کوسوں دور ہوتے ہیں۔

درست بات یہ ہے کہ جو شخص نماز تہجد ادا کرتا ہے اور لمبا قیام کرتا ہے تو اس کے لیے اذان تک لیٹ جانا سنت ہے، امام تو ایسا کر سکتا ہے، البتہ مقتدی اگر گھر میں سنتوں کے بعد لیٹ جائے تو ہوسکتا ہے کہ سو جائے کیونکہ اس کو تو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اٹھانے کوئی نہیں آئے گا، تو پھر نماز کے فوت ہونے کا خدشہ ہے، کیونکہ مقتدی امام کا انتظار کرتا ہے۔ اس کے لیے سنتوں کے بعد لیٹ جانا سنت ہے اور جو شخص رات کو قیام نہیں کرتا یا قلیل قیام کرتا ہے تو اس کے لیے سنتوں کے بعد لیٹنا ضروری نہیں، البتہ سنت کے مطابق وہ لیٹ سکتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیٹ کے بل سونا ممنوع ہے

58۔ عَنْ يَعِيْشَ بْنِ طخفة الغِفاری رضي الله عنهما قال: قَال أبي: بَيْنَمَا أَنَا مُضْطَجِعٌ فِي الْمَسْجِدِ عَلى بَطْنِي إِذَا رَجُلٌ يُحَرِّكُنِي بِرِجْلِه، فَقَالَ: «إِنَّ هٰذِهِ ضِجْعَةٌ يُبْغِضُهَا اللّٰهُ» قَال: فَنَظَرْتُ، فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ.[1]

یعیش بن طخفہ الغفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے باپ نے کہا: ایک دفعہ میں مسجد میں پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا تو اچانک کسی نے پاؤں سے مجھے ہلایا اور کہا اس طرح لیٹنے سے اللہ تعالیٰ کو غصہ آتا ہے۔ میں نے دیکھا تو وہ اللہ کے رسول ﷺ تھے (جو پیٹ کے بل لیٹنے سے روک رہے تھے)

تشریح:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پیٹ کے بل لیٹنا انسان کے لیے مناسب نہیں، خاص طور پر لوگوں کے سامنے پرہیز کرنا چاہیے، کیونکہ جو کوئی بھی پیٹ کے بل لیٹا ہوا دیکھے گا اس کو ناگوار ہی گزرے گا۔ ہاں! اگر انسان کے پیٹ میں کوئی تکلیف ہے اور پیٹ کے بل سونے سے راحت محسوس ہوتی ہے تو پھر پیٹ کے بل لیٹ سکتا ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ انسان پاؤں کے ساتھ کسی کو ہلا سکتا

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [5040]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، اس کو تکبر نہیں کہا جائے گا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے پاؤں کے ساتھ ہلایا، حالانکہ آپ ﷺ سب لوگوں سے زیادہ عاجزی کرنے والے تھے۔

ہاں! اگر انسان کے دل میں تکبر وغیرہ آجائے تو یہ اور بات ہے، لیکن صرف پاؤں کے ساتھ کسی کو خبردار کرنا تکبر نہیں، مگر حالات کے پیشِ نظر ایسا کرنا چاہیے کہ اگر دوسرا بندہ جس کو پاؤں کے ساتھ ہلایا جا رہا ہے، اس کے دل میں یہ خیال آجائے کہ یہ میری توہین کر رہا ہے تو پھر یہ مناسب نہیں، کیونکہ مباح چیز بھی جب اس پر کسی قسم کا خدشہ ہو تو ممنوع ہو جاتی ہے۔

حدیث پاک کے فوائد:

1. پیٹ کے بل سونا انسان کے لیے روا نہیں۔
2. انسان پاؤں کے ساتھ دوسرے کو ہلا سکتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کا ذکر کر کے سونا چاہیے

59۔ عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ فِيهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ، وَمَنِ اضْطَجَعَ مَضْجَعًا لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ» [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی محفل میں بیٹھا مگر اللہ کا ذکر نہیں کیا تو وہ محفل اس پر اللہ کی جانب سے باعث حسرت ہوگی اور جو شخص لیٹا مگر اللہ کا ذکر نہیں کیا تو یہ لیٹنا اس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے باعث حسرت ہوگا۔''

تشریح:

اس حدیث میں یہ بیان ہوا ہے کہ انسان کسی مجلس میں بیٹھا ہو یا وہ بستر پر لیٹا ہو، اگر اس نے اللہ کا ذکر نہیں کیا تو یہ مجلس اور لیٹنا اس پر باعثِ حسرت اور خسارہ ہوگا۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو بہت زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہیے۔ کھڑے، بیٹھے، لیٹ کر ہر حالت میں اللہ کا ذکر کرنا چاہیے۔ بستر پر آیا اور بغیر ذکر کے سو گیا تو یہ سونا باعثِ خسارہ ہوگا۔

اس لیے اے انسان! اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ ذکر کیا کرو اور ان لوگوں میں سے ہو جاؤ، جن کے بارے میں خود مالک کائنات نے فرمایا:

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [8456]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ إِنَّ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ ﴾ [آل عمران: 191,190]

''بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں عقلوں والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔ وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں۔''

تاکہ تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر کی اطاعت کرنے والا بن جائے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ﴾ [الأحزاب: 42,41]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کو یاد کرو، بہت یاد کرنا۔ اور اس کی تسبیح کرو، پہلے پہر اور پچھلے پہر۔''

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ذکر کرنے، شکر گزارنے اور اچھی عبادت کرنے پر ہماری مدد فرمائے۔ آمین

حدیث پاک کے فوائد:

1. سونے کے وقت ذکر اللہ کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔
2. انسان کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہیے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لباس کے آداب

60۔ عَنْ أبي هريرة رضي الله عنه ﷺ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: « إِذَا انْتَعَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيَمِيْنِ، وَإِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ لِيَكُنِ الْيُمْنٰى أَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ، وَآخِرَهُمَا تُنْزَعُ » ❶

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی جوتا پہنے تو پہلے دائیں پاؤں میں پہنے اور جب اتارے تو پہلے بایاں جوتا اتارے۔ دایاں پاؤں پہننے میں مقدم ہو اور بایاں پاؤں اتارنے میں پہلا ہو۔''

تشریح:

اس حدیث مبارک سے پتا چلتا ہے کہ کس طرح رسول کریم ﷺ دائیں طرف سے ابتدا کرنے پر ابھارتے تھے، کیونکہ یہ عزت والا طریقہ ہے اور بائیں طرف سے شروع کرنا یہ استنجا وغیرہ کا طریقہ ہے، اور ہر وہ کام جو گندگی والا ہو بائیں طرف سے شروع کیا جاتا ہے اور اس میں بایاں ہاتھ استعمال کیا جاتا ہے۔

اچھے کام دائیں طرف سے شروع کرنے میں بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''نبی کریم ﷺ کو کنگھی کرنے، جوتا پہننے، وضو کرنے اور ہر اچھے کام

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [5517] صحيح مسلم، برقم [2097]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں دائیں طرف سے شروع کرنا پسند تھا۔[1]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی بیان فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دایاں ہاتھ وضو کے لیے تھا اور بایاں ہاتھ استنجا کے لیے اور ہر گندگی والے کام مثلاً ناک جھاڑنا وغیرہ کے لیے تھا۔

تمام اچھے کاموں میں دائیں طرف سے شروع کرنا مشروع ہے کیونکہ دائیں طرف (ہاتھ) کو حسی طور پر بائیں پر فوقیت ہے اور شرعی طور پر بھی دائیں ہاتھ کو بائیں پر برتری ہے۔

ہر عزت وتکریم اور زینت والے کام میں دائیں طرف سے شروع کرنا اچھا اور پسندیدہ ہے اور بائیں طرف سے شروع کرنا غیر تکریم اور بے قدری والے کاموں میں مشروع ہے، جیسے بیت الخلا میں داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پاؤں اندر داخل کرتے ہیں، اسی طرح استنجا بائیں ہاتھ سے کیا جاتا ہے، ایسے ہی تمام ناپسندیدہ کاموں میں بایاں ہاتھ اور بائیں طرف ہی پہلے استعمال ہوتی ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"شریعت میں یہ قاعدہ ہے کہ عزت وتکریم میں پہلے دائیں طرف استعمال ہو، جیسے کپڑے پہننا، شلوار، موزے، مسجد میں داخل ہونا، مسواک کرنا، سرمہ ڈالنا، ناخن اتارنا، مونچھیں پست کرنا، بالوں کو کنگھی کرنا، بغلوں کے بال اکھیڑنا، سر منڈوانا، نماز میں سلام پھیرنا، وضو میں اعضا کو دھونا، بیت الخلا سے نکلنا، کھانا، پینا، مصافحہ کرنا، حجر اسود کو بوسہ دینا وغیرہ، ان تمام کاموں میں دائیں طرف سے شروع کرنا چاہیے۔

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [116]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”جو ان کے متضاد ہیں: جیسے بیت الخلاء میں داخل ہونا، مسجد سے نکلنا، ناک جھاڑنا، استنجا کرنا، کپڑے اتارنا، اور موزے اتارنا وغیرہ، ان تمام کاموں میں بائیں طرف سے شروع کرنا مستحب اور اچھا ہے، اور یہ دائیں ہاتھ اور دائیں طرف کی عزت کی وجہ سے ہے۔“[1]

حدیث پاک کے فوائد:

① جوتا پہنتے وقت پہلے دائیں پاؤں میں پہنیں اور اتارنے میں پہلے بائیں پاؤں سے اتاریں۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ دائیں طرف کو عزت و احترام حاصل ہے۔

② وضو، کھانا، پینا، کپڑے پہننا وغیرہ میں پہلے دائیں طرف سے شروع کرنا چاہیے اور نجاست کو زائل کرنا، کپڑے اتارنا اور جوتے اتارنے میں پہلے بائیں پاؤں سے شروع کرنا چاہیے۔

[1] شرح صحیح مسلم للنووي [131/2]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افضل کپڑے کون سے ہیں؟

61۔ وعن ابن عباس رضي الله عنهما أن رسول الله ﷺ قَالَ: «اِلْبَسُوا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ، فَإِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ، وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ» ❶

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سفید کپڑے پہنا کرو، کیونکہ سفید کپڑے تمام کپڑوں میں بہتر ہیں۔اور سفید کپڑوں ہی میں مُردوں کوکفن دیا کرو۔''

62۔ وعن سمرة رضی اللہ عنہ قال: قال رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ «اِلْبَسُوا البَيَاضَ، فَإِنَّهَا أَطْهَرُ وَأَطْيَبُ، وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ» ❷

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''سفید کپڑے پہنا کرو۔ سفید کپڑے زیادہ پاکیزہ اور عمدہ ہیں، اور سفید کپڑوں ہی میں مُردوں کوکفن دو۔''

63۔ وعن البراء رضی اللہ عنہ قال: «كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَرْبُوعًا، وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مَا رَأَيْتُ شَيْئًا قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهُ» ❸

حضرت براء رضی اللہ عنہ بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''البتہ تحقیق میں نے

❶ سنن أبي داود، رقم الحديث [3878]

❷ سنن النسائي، رقم الحديث [1896]

❸ صحيح البخاري، رقم الحديث [5848] صحيح مسلم، برقم [2337]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کو سرخ جبے میں دیکھا (سرخ جبہ پہنا ہوا تھا) سرخ جبے میں آپ ﷺ سے زیادہ خوبصورت میں نے کبھی کسی کو نہیں دیکھا۔''

64۔ وعن أبي جُحَيْفَةَ وهْبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ قال: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِمَكَّةَ وَهُوَ بِالْأَبْطَحِ فِيْ قُبَّةٍ لَهُ حُمْرَاءَ مِنْ أَدَمٍ، فَخَرَجَ بِلَالٌ بِوَضُوْئِهِ، فَمِنْ نَاضِحٍ وَنَائِلٍ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِ سَاقَيْهِ، فَتَوَضَّأَ وَأَذَّنَ بِلَالٌ، فَجَعَلْتُ أَتَتَبَّعُ فَاهُ هَاهُنَا وَهَاهُنَا، يَقُوْلُ يَمِيْنًا وَشِمَالًا: حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ. ثُمَّ رُكِزَتْ لَهُ عَنَزَةٌ، فَتَقَدَّمَ فَصَلَّى يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ لَا يُمْنَعُ.[1]

حضرت ابو جحیفہ وہب بن عبداللہ فرماتے ہیں: ''میں نے مکہ میں ابطح وادی میں آپ ﷺ کو اپنے سرخ خیمے میں دیکھا جو چمڑے کا بنا ہوا تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ وضو کے لیے پانی لے کر آئے، کسی نے آپ کا استعمال کردہ پانی لے کر اپنے اوپر چھڑکا اور کسی نے پیا، نبی کریم ﷺ اس حالت میں نکلے کہ آپ نے سرخ کوٹ پہنا ہوا تھا، میں آپ ﷺ کی پنڈلیوں کی سفیدی دیکھ رہا تھا، آپ ﷺ نے وضو کیا اور بلال نے اذان دی، میں حضرت بلال کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا کہ ''حي علی الصلوۃ'' اور ''حي علی الفلاح'' کہتے وقت دائیں اور بائیں گھما رہے تھے، پھر ایک برچھی گاڑ دی گئی، آپ ﷺ آگے بڑھے اور نماز پڑھی، کتا اور گدھا آگے سے گزر رہا تھا، مگر ان کو نہ روکا گیا۔''

65۔ وعن أبي رِمْثة رِفَاعَةَ التَّمِيمِي رضی اللہ عنہ قال: رَأَيْتُ رَسُوْلَ

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [633] صحيح مسلم، رقم الحديث [503]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللّٰهِ ﷺ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَخْضَرَانِ.❶

حضرت ابو رمثہ رفاعہ تمیمی فرماتے ہیں: ''میں نے رسول کریم ﷺ کو دو سبز کپڑوں میں دیکھا۔''

66۔ وعن جابر رضي الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَخَلَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ.❷

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ فتح مکہ والے دن مکہ میں داخل ہوئے اس وقت آپ ﷺ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔''

تشریح:

نبی کریم ﷺ نے سفید کپڑے پہننے کی ترغیب دیتے ہوئے کہا: ''سفید کپڑے بہتر ہیں۔'' مزید فرمایا: ''سفید کپڑوں میں مُردوں کو کفن دیا کرو۔

نبی مکرم ﷺ نے سچ فرمایا کہ سفید کپڑا دوسروں سے زیادہ بہتر ہے، چمک اور شوخی کے لحاظ سے بھی اور اس لحاظ سے بھی کہ اگر تھوڑا سا بھی گندا ہو جائے تو گندگی اس میں ظاہر ہوتی ہے اور انسان جلدی جلدی اس کو دھوتا ہے۔

دوسرے رنگ کے کپڑوں میں بسا اوقات میل کچیل جمع رہتی ہے، مگر انسان کو پتا نہیں چلتا تو دھوتا بھی نہیں اور جب دھو بھی دے تو پتا نہیں چلتا کہ صاف ہوئے ہیں یا نہیں، اسی بنا پر نبی کریم ﷺ نے سفید کپڑوں کو افضل قرار دیا ہے اور ان ہی میں کفن دینے کا حکم دیا ہے۔

سفید کپڑوں میں انسان قمیص سفید پہن لے، یا تہبند یا شلوار تو سمجھا جائے گا کہ اس نے سفید کپڑے پہنے ہوئے ہیں، اور سفید کپڑا پہننا ہی افضل ہے لیکن

❶ سنن أبي داود، رقم الحديث [4065]

❷ صحيح مسلم، رقم الحديث [1358]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر کسی دوسرے رنگ کا کپڑا بھی پہن لے تو حرج نہیں۔ ہاں! اگر اُس رنگ کا کپڑا پہننا عورتوں کے ساتھ خاص ہے تو پھر مرد کے لیے پہننا جائز نہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت کی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر خالص سرخ رنگ کا کپڑا ہے تو وہ بھی پہننا جائز نہیں کیونکہ اس سے بھی اللہ کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے، ہاں! اگر کچھ سفیدی شامل ہو تو پھر کوئی حرج نہیں۔

درج بالا تیسری حدیث میں جو سرخ جبے کا ذکر ہوا ہے، امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ سارا سرخ رنگ کا تھا، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس میں سرخ نشانات تھے، وہ تمام کا تمام سرخ نہیں بلکہ اس میں سفیدی زیادہ ہے، لیکن اس میں جو نقطے ہیں اور جو نشانات ہیں وہ سرخ ہیں، اس بنا پر اس کو سرخ کہہ دیتے ہیں، ایسے ہی سرخ جبہ سے مراد اس کے نشانات اور علامات ہیں، اگر کوئی انسان خالص سرخ رنگ کا سوٹ پہنے تو نبی مکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ابطح وادی میں آپ ﷺ کو سرخ جبے میں دیکھا۔ نبی کریم ﷺ جب ۱۰ ہجری میں حجۃ الوداع کے لیے مکہ آئے تو چار ذی الحجہ کو اتوار والے دن چاشت کے وقت آئے، مسجد حرام میں اترے، طواف کیا اور صفا و مروہ کی سعی کرنے کے بعد ابطح وادی کی طرف چلے گئے، تو وہاں اسی جبے میں ذی الحج تک تھے جو آپ ﷺ کے لیے بنایا گیا تھا۔

ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب سورج زائل ہو گیا تو آپ ﷺ نکلے اور آپ ﷺ نے سرخ سوٹ پہنا ہوا تھا اور میں آپ ﷺ کی سفید پنڈلیاں دیکھ رہا تھا۔ اس میں جو سرخ سوٹ کا ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نشانات سرخ تھے، وہ دھاریاں سیاہ یا سبز نہیں تھیں، کیونکہ خالص سرخ رنگ پہننے سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے، اس لیے ان حدیثوں کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ اس سوٹ کی جو دھاریاں تھیں وہ سرخ تھیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا وضو سے بچا ہوا پانی لے کر نکلے تو لوگ حضرت بلال سے وہ پانی لے رہے تھے اور چھینٹے مار رہے اور پی رہے تھے، یعنی کسی نے زیادہ حاصل کیا، کسی نے کم۔ وہ اس پانی سے تبرک حاصل کرتے تھے، پھر نبی کریم ﷺ اسی سوٹ کو پہن کر نکلے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی، پھر ایک برچھی گاڑ دی گئی، جس کو نبی کریم ﷺ سفر میں اپنے ساتھ رکھتے تھے، اس لیے اسے گاڑا گیا تاکہ آپ ﷺ اس کو سترہ بنا کر نماز ادا کریں، کیونکہ جب انسان سفر میں ہو تو اسے سامنے کوئی چیز رکھ کر نماز پڑھنی چاہیے، جیسے لاٹھی، برچھی یا اس طرح کی کوئی بھی چیز ہو۔ حضرت جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر نبی کریم ﷺ نے آگے بڑھ کر دو رکعتیں ظہر کی اور دو رکعتیں عصر کی نماز پڑھائی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسافر جب کسی جگہ اترے تو وہ نماز کو جمع کر سکتا ہے، لیکن افضل یہ ہے کہ بغیر حاجت کے جمع نہ کرے، جیسے کوئی پیدل چل رہا ہے یا سواری پر ہے، اب تھکاوٹ کی وجہ سے آرام کرنا چاہتا ہے تو وہ نماز کو جمع کر سکتا ہے، خواہ جمع تاخیر کرے، یعنی ایک نماز کو دوسرے کے وقت کے قریب کر کے پڑھے یا جمع تقدیم کرے، یعنی دوسری نماز کو پہلی کے وقت میں ادا کرے۔

پھر ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان کی کیفیت بیان کی۔ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ "حي على الصلوة" اور "حي على الفلاح" کہتے وقت اپنے چہرے کو دائیں اور بائیں پھیرتے تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علماءِ کرام کا اختلاف ہے کہ مؤذن "حي علی الصلوة" کہہ کر دائیں طرف منہ کو پھیرے، پھر "حي علی الفلاح" کہہ کر بائیں طرف پھیرے۔ ایسے ہی "حي علی الفلاح" کہے اور دائیں طرف منہ پھیرے اور "حي علی الفلاح" کہے پھر بائیں طرف پھیرے۔ یا "حي علی الصلوة" میں دونوں مرتبہ دائیں طرف پھیرے اور "حي علی الصلوة" میں دونوں مرتبہ بائیں طرف پھیرے، تو دونوں صورتیں اپنائی جاسکتی ہیں، کوئی حرج نہیں ہے۔

درج بالا آخری دو حدیثوں میں سے ایک میں ہے کہ نبی کریم ﷺ پر سبز لباس تھا اور دوسری میں ہے کہ سیاہ عمامہ آپ ﷺ نے پہنا تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سبز لباس پہننا بھی ٹھیک ہے اور سیاہ بھی۔

حدیث پاک کے فوائد:

1. سفید کپڑے پہننا افضل ہے۔
2. عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا منع ہے۔
3. آدمی (مرد) کے لیے سرخ لباس پہننا منع ہے۔
4. سبز اور سیاہ لباس پہننا بھی جائز ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میانہ روی اختیار کرنا بہتر ہے

67۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ رضي الله عنه، قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ «إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ أَنْ يَرَى أَثَرَ نِعْمَتِهِ عَلٰى عَبْدِهِ» ❶

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اپنی نعمت کا اثر اپنے بندے پر دیکھنا پسند کرتے ہیں۔''

تشریح:

تمام احوال میں میانہ روی اختیار کرنا انسان پر واجب ہے، لباس میں، طعام وشراب میں، لیکن نعمت کا انکار نہ کرے، یعنی نعمت پر سانپ بن کر نہ بیٹھ جائے بلکہ اس کا اظہار کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی نعمت کو بندے پر دیکھنا چاہتے ہیں کہ جب کسی بندے پر کوئی نعمت کریں تو اللہ تعالیٰ اس نعمت کا اثر بندے کی ذات پر دیکھنے کو پسند فرماتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو مال کی نعمت دی ہے تو اللہ تعالیٰ اس نعمت کا اثر بندے پر دیکھنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنا مال خرچ کرے، صدقہ وخیرات کرے، اچھے کاموں میں دوسروں کے ساتھ شرکت کرے اور اچھا لباس زیب تن کرے۔

ایسے ہی کسی کو علم عطا فرمایا ہے تو اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہتے ہیں اور پسند

❶ سنن الترمذي، رقم الحديث [2819]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرماتے ہیں کہ یہ علم کے مطابق عمل کرے، اچھی عبادت کرے، اچھے معاملات رکھے، دعوت کو دوسروں تک پہنچائے اور دوسروں کو بھی علم سکھائے۔

اس لیے اے انسان! اگر اللہ نے تجھ پر کوئی بھی نعمت کی ہے تو اس نعمت کا اثر اللہ تعالیٰ کو دکھاؤ، کیونکہ یہ بھی نعمت کے شکریہ کا ایک طریقہ ہے۔

اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا ہے مگر وہ پراگندہ اور گھٹیا قسم کا لباس پہن کر ایسے لوگوں کے سامنے آتا ہے، گویا یہ فقیر اور محتاج ہے تو حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری کرتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ مال ایسے لوگوں کو کیسے عطا کریں جو اس مال پر سانپ بن کر بیٹھ جاتے ہیں اور اپنی ذات پر بھی خرچ نہیں کرتے؟ ایسا لباس پہن کر آتے ہیں جو فقیروں والا لباس ہے!

ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے تجھے مال کی نعمت سے نوازا ہے تو زکوۃ ادا نہیں کرتا اور نہ صدقہ و خیرات کرتا ہے یا علم عطا فرمایا ہے اس کے مطابق نہ تو تُو اچھی عبادت کرتا ہے، نہ اچھے معاملات لوگوں سے روا رکھتا ہے اور نہ دوسروں کو تعلیم دیتا ہے تو یہ کتمانِ نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے بندے پر کی ہے۔

الغرض اگر اللہ تعالیٰ کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو اس نعمت کا اظہار کرنا چاہیے اور کفرانِ نعمت سے بچنا چاہیے۔

حدیث پاک کے فوائد:

1. معاملات میں میانہ روی اختیار کرنا نعمت کا انکار نہیں ہے۔
2. اللہ تعالیٰ بندے پر نعمت کا اثر دیکھنا چاہتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعا اور ذکر کے آداب

68۔ عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: «أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا، وَإِنَّ اللّٰهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ، فَقَالَ: ﴿يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّي بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾ [المؤمنون: 51] ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ﴾ [البقرة: 172] ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ: يَا رَبِّ، يَا رَبِّ، وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ، وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ، فَأَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ؟» [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

''لوگو! اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہے اور پاکیزہ چیز ہی قبول فرماتا ہے اور اس نے مومنین کو بھی اسی چیز کا حکم دیا ہے جس کا رسولوں کو حکم دیا۔ فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّي بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾ [المؤمنون: 51]

''اے رسولو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو، یقیناً میں اسے جو تم کرتے ہو، خوب جاننے والا ہوں۔''

مومنوں کو فرمایا:

[1] صحیح مسلم، رقم الحديث [1015]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ﴾ [البقرۃ: 172]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تم کو عطا کی ہیں۔''

پھر نبی کریم ﷺ نے ایک ایسے آدمی کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے، اس کے پراگندہ کپڑے اور پراگندہ بال ہیں۔ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتا ہے اور کہتا ہے: اے میرے رب! اے میرے رب! (دعا کرتا ہے) مگر کیفیت یہ ہے کہ اس کا پینا حرام، اس کا کھانا حرام، اس کا لباس حرام، اور حرام ہی سے اس نے پرورش پائی تو اس کی دعا کیسے قبول ہو؟''

تشریح:

یہ حدیث دین کے اصولوں میں ایک اصل کا مقام رکھتی ہے، یعنی اکثر احکامِ دین اسی کے تحت آجاتے ہیں۔ اس حدیث میں حلال کھانے کا حکم ہے اور اسے رسولوں اور مومنین کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ حلال کھانے کا حکم انسان کی عباوت اور دعا پر ظاہر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے عمل اور دعا کو قبول فرماتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان: «إِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ» کا مطلب ہے کہ اللہ تمام نقائص اور عیوب سے پاک ہے، اللہ تعالیٰ کا کلام تمام کلاموں سے پاکیزہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے تمام افعال میں خیر اور حکمت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کے اعمال و افعال شر سے پاک ہوتے ہیں، چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ذات کے لحاظ سے، صفات کے لحاظ سے اور اسماء کے لحاظ سے ہر نقص وعیب سے پاک اور منزہ ہے۔

''اللہ تعالیٰ طیب ہے'' اس کی کئی وجہیں ہوسکتی ہیں:

1. ایک وجہ یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی عبادت کا مستحق ہے، اللہ کے علاوہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی پرستش کے لائق نہیں کیونکہ انسان اُسی کی طرف چہرے اور دل کو مطیع وفرمانبردار اور متوجہ کرتا ہے۔

۲ ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ طیب ہے اور طیب (پاکیزہ) چیز ہی قبول فرماتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہے اور پاکیزہ چیز ہی قبول فرماتا ہے۔''

«لَا يَقْبَلُ» کا مطلب ہے کہ وہ طیب چیز کے علاوہ کسی چیز سے راضی اور خوش نہیں ہوتا ایسے ہی وہ طیب چیز پر ہی اجر وثواب عطا کرتا ہے۔

حدیث مبارک سے «لَا يَقْبَلُ» کے کئی معانی نکلتے ہیں:

① عمل باطل ہوجاتا ہے۔

② انسان ثواب سے انسان محروم ہوتا ہے۔

③ وہ کام کرنے سے اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل نہیں ہوتی۔

اور اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ اجر وثواب سے محروم ہوجاتا ہے، یعنی کام تو ایسا ہے جس پر جزا مرتب ہوتی ہے مگر وہ اللہ کے ہاں قبول نہیں، جیسے حدیث میں ہے:

«لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلٰوةَ عَبْدٍ إِذَا أَبَقَ حَتّٰى يَرْجِعَ»

''اللہ تعالیٰ اس غلام کی نماز کو قبول نہیں فرماتے جو مالک سے بھاگ جائے۔''

اب نماز عمل تو خیر کا ہے مگر اس صورت میں اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو کسی کاہن یا عرّاف (غیب کی خبریں دینے والے) کے پاس آیا، اس کی چالیس دین کی نماز مقبول نہیں ہوتی۔

اس سے ثابت ہوا کہ ''لا یقبل'' سے اصل عمل ہی کی نفی ہوگئی، یعنی عمل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باطل ہوگیا، جیسا کہ حدیث میں ہے:

''اللہ تعالیٰ بالغ عورت کی نماز چادر کے بغیر قبول نہیں فرماتے۔''

دوسری حدیث میں ہے:

''اللہ تعالیٰ بے وضو آدمی کی نماز کو قبول نہیں فرماتے۔''

ان احادیث میں: « لَا یَقْبَلُ » کا مطلب عمل کی نفی اور بطلان ہے۔ ثابت ہوا کہ عمل کے لحاظ سے « لَا یَقْبَلُ » کے مختلف معانی ہیں، جن میں تین معانی درج ذیل ہیں:

1. عمل انسان کو کفایت نہیں کرتا بلکہ باطل قرار پاتا ہے۔
2. اس عمل پر انسان اجر وثواب سے محروم رہتا ہے۔
3. جب انسان ایسا عمل کرتا ہے تو اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل نہیں ہوتی۔

تو طیب کا مطلب یہ ہوگا کہ انسان وہ چیز خرچ کرے جو کفایت بھی کرے، اللہ تعالیٰ اس کو پسند بھی کریں اور اس پر ثواب بھی عطا کیا جائے، غیر طیب خرچ کرنے سے اللہ راضی نہیں ہوگا، یا ایسا خرچ مقبول نہیں ہوگا یا اجر وثواب سے محرومی ہوگی۔

جب طیب کا مفہوم واضح ہوگیا تو یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ وہی چیز قبول فرماتے ہیں جو طیب ہے۔ طیب کا تعلق اقوال کے ساتھ بھی ہوتا ہے، اعمال کے ساتھ بھی اور اعتقادات کے ساتھ بھی، یعنی پاکیزہ گفتگو اور طیب اقوال اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے، ایسے ہی اعمال بھی وہی مقبول ہوتے ہیں جو طیب ہوں اور عقیدہ بھی طیب ہی مقبول ہوتا ہے۔

طیب کا مفہوم کیا ہے؟

طیب ایسی چیز کو کہتے ہیں جو نقائص اور عیوب سے پاک اور شریعت کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موافق ہو تو اقوال، اعمال اور اعتقاد کے طیب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قول وہ طیب ہوگا جو شریعت کے مطابق ہو، عمل وہ طیب ہوگا جو نبی کریم ﷺ کے طریقے کے مطابق کیا جائے۔ اعتقاد وہ طیب ہوگا جو قرآن و حدیث سے ماخوذ و منقول ہو، جب انسان کا قول، فعل اور عقیدہ طیب ہو تو پھر خبیث جتنا بھی بہتر نظر آئے، طیب کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَ الطَّيِّبُ وَ لَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ﴾ [المائدة: 100]

''کہہ دے ناپاک اور پاک برابر نہیں، خواہ ناپاک کی کثرت تجھے تعجب میں ڈالے۔''

ایسے ہی جب انسان کا قول و عمل اور اعتقاد طیب ہو جائے تو پھر وہ سراپا طیب ہو جاتا ہے اور طیب کے لیے طیب لوگوں ہی کا ٹھکانا اور انھیں والا مقام ہوگا، جس طرح اللہ نے فرمایا:

﴿ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ﴾ [النحل: 32]

''جنھیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ پاک ہوتے ہیں۔''

جس کا بدن اور روح قول، عمل یا اعتقاد کی خباثت کی وجہ سے خبیث ہو گیا، اللہ تعالیٰ پہلے آگ کے ذریعے سے اس کی خباثت کو دور کریں گے، پھر اسے پاک اور طیب بنا کر جنت میں داخل کریں گے، کیونکہ جنت طیب اور پاکیزہ ہے، اس لیے خبیث لوگ اس میں داخل نہیں ہوسکتے۔

زیر بحث حدیث میں ان لوگوں کے لیے بڑی سخت وعید ہے جن کے اقوال، اعمال اور اعتقاد طیب نہیں، بلکہ ان میں نقص ہے۔ اور عمل میں سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ انسان اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے اور دنیا ہی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو اپنا مقصد بنا لے، اور دنیا کمانے میں حلال وحرام کی تمیز ختم کر دے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح رسولوں کو حلال کھانے کا حکم ارشاد فرمایا ہے، ایسے ہی مومنوں کو بھی حلال وطیب چیز استعمال کرنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَاأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا﴾

[المومنون: 51]

''اے رسولو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو۔''

اور مومنوں کو طیب کھانے کا حکم ارشاد فرماتے ہوئے کہا:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ﴾ [البقرة: 172]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمھیں عطا کی ہیں۔''

رسولوں کو بھی اور مومنوں کو بھی طیب کھانے کا حکم ارشاد فرمایا اور تمام لوگوں کو اعمال صالحہ سرانجام دینے کا حکم دیا۔

حلال کھانے کا اثر اعمال میں ظاہر ہوتا ہے، کیونکہ حلال کھانے اور اعمالِ صالحہ سرانجام دینے کے درمیان ایک تعلق ہے اور عمل صالح اسی وقت سرانجام دیا جا سکتا ہے، جب حلال کا لقمہ پیٹ میں داخل ہو، اسی لیے بہت سے علماءِ کرام نے فرمایا کہ عمل اسی وقت صالح ہوسکتا ہے جب حلال کا لقمہ کھایا جائے۔

نماز بھی اسی وقت مقبول ہوگی جب نماز میں طیب کلمات کہے جائیں، اس میں انسان کا لباس طیب ہو اور گندگی ونجاست سے بدن کو صاف رکھا جائے۔

نبی کریم ﷺ نے حلال کھانے کی تاثیر اور حرام کھانے کی تاثیر ایک مثال سے واضح فرمائی ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آدمی کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے، اس کے پراگندہ بال اور پھٹے پرانے کپڑے ہیں، یعنی مسکینوں والی حالت ہے۔ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے التجا و دعا کرتا ہے اور اپنی حاجات کا سوال کرتا ہے، مگر اس کا کھانا، پینا اور لباس حرام کے مال کا ہے تو ایسے بندے کی دعا کیسے قبول کی جائے؟

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے اس بندے کے وہ اوصاف بیان کیے ہیں جن کی وجہ سے دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ بندہ سفر کر کے آتا ہے۔ تو سفر کی حالت میں دعا مقبول ہوتی ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تین آدمیوں کی دعا قبول ہوتی ہے۔'' اُن میں ایک مسافر بھی ہے۔ لہٰذا سفر قبولیتِ دعا کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا سفر طوالت کا حامل ہے۔ جب لمبا سفر ہو تو گرد و غبار سے انسان اٹ جاتا ہے اور انکساری و عاجزی والی کیفیت بن جاتی ہے۔ پھر سفر یا تو انسان معیشت کے لیے اختیار کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ کے لیے۔ تو اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے سفر کیا ہے تو پھر انسان اللہ کی طرف محتاج اور رجوع کرنے والا ہے، اور اس کی دعا قبولیت کے زیادہ لائق ہے۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے دو ایسی صفات ذکر کیں جنھیں اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ وہ یہ کہ اُس کے کپڑے پھٹے پرانے اور اس کے بال پراگندہ ہیں۔

ہمارے بعض اسلاف بھی جب دعا کا ارادہ کرتے تو پھٹا پرانا لباس پہن لیتے، زیب و زینت کو ترک کر دیتے اور خلوت میں رب تعالیٰ سے دعا کرتے اور فرماتے: ایسی حالت میں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے، کیونکہ یہ عاجزی اور انکساری والی کیفیت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ عاجزی کو پسند فرماتے ہیں، اس حالت کے ساتھ ساتھ قبولیت کی رغبت اور امید بھی ہوتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر رسول کریم ﷺ نے ایک اور وصف بیان کیا کہ سفر بھی کر کے آتا ہے، حالت بھی پراگندہ ہے اور اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں خالی واپس نہیں لوٹائے گا۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ دعا میں ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔ ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا واسطہ دیتا ہے کیونکہ صفتِ ربوبیت سے دعا جلد قبول ہوتی ہے اور جس طرح مومن کی دعا مقبول ہوتی ہے ایسے ہی کافر کی دعا بھی قبول ہوتی ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کی دعا کو بھی قبول کر لیا تھا، کیونکہ صفت ربوبیت سے دعا کرتے ہوئے انسان رب تعالیٰ کی طرف اپنا احتیاج ظاہر کرتا ہے، جیسے رزق عطا کرنا، صحت دینا وغیرہ، تو محتاج کی دعا رب تعالیٰ قبول فرماتے ہیں، اسی لیے نصرانی اور مشرک کی دعا بھی قبول ہوجاتی ہے کہ وہ قلب مضطر سے دعا کرتا ہے۔

پھر نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ ''رب رب'' کی صدائیں بلند کرتا ہے۔ اس انسان کی جتنی بھی حالت وکیفیت حدیث میں بیان کی گئی ہے، ایسی ہے کہ اس کی دعا کبھی رد ہو ہی نہیں سکتی، مگر اس کی حالت یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام، پینا حرام، غذا حرام تو نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: جس کا کھانا حرام ہو، پینا حرام ہو، حرام غذا سے اس کی پرورش ہوئی ہو تو اللہ اس کی دعا کو کیسے شرفِ قبولیت بخشیں گے؟ یعنی ایسے انسان کی دعا قبول نہیں ہوسکتی۔

معجم طبرانی میں ضعیف سند سے مروی ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے لیے دعا کیجیے کہ میں مستجاب الدعا بن جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے سعد! اپنا کھانا طیب و پاکیزہ اور حلال بنا لے، تو مستجاب الدعوات ہوجائے گا۔[1]

[1] المعجم الأوسط [310/6] الضعيفة، رقم الحديث [1812]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ حلال کھانا قبولیت کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔ دعا کی قبولیت کے تمام اسباب جمع ہو جائیں، مگر بندہ اگر رزقِ حرام کھاتا ہے تو اس کی دعا قبول نہیں ہوگی۔

بعض آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے کہا کہ میری قوم کے لوگوں کی دعا کو رد نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! انھوں نے ناحق خون بہایا، حرام کھایا اور حرام کام کیے تو ان کی دعائیں میں کیسے قبول کروں؟

بے شک مومن حرام رزق سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے، کیونکہ مومن کی سب سے بڑی حاجت یہ ہوتی ہے کہ میری دعا مقبول ہو، اس لیے وہ حرام کے قریب نہیں جاتا۔

مذکورہ بالا بحث سے ثابت ہوا کہ رزق حلال دعا کی قبولیت کے لیے ضروری ہے۔ دعا کی قبولیت والے تمام اسباب پائے جائیں مگر رزق حلال نہیں تو دعا قبول نہیں ہوگی، کیونکہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

”جس کا کھانا حرام، پینا حرام، غذا حرام؛ اس کی دعا کیسے قبول کی جائے؟“

حدیث پاک کے فوائد:

① عمل خالص اللہ کی رضا کے لیے ہونا چاہیے۔

② حلال مال سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہیے۔

③ حرام مال خرچ کرنے سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

④ شرعی احکام میں انبیاء بھی عام لوگوں کے ساتھ مخاطب ہوتے ہیں، ہاں جہاں کوئی خصوصیت کی دلیل آجائے تو پھر انبیا کا حکم عام امتی سے الگ ہو جائے گا۔

⑤ حرام مال کھانے سے بندے کا عمل اور دعا قبول نہیں ہوتے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعا میں ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں؟

69۔ عَنْ سَلْمَانَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
((إِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيْمٌ يَسْتَحِيْ مِنْ عَبْدِهِ إِذَا رَفَعَ إِلَيْهِ يَدَيْهِ أَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا)) [1]

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:
''بے شک تمھارا رب حیادار اور عزت والا ہے، اسے اپنے بندے کے اٹھے ہوئے ہاتھوں کو خالی لوٹانے سے شرم آتی ہے۔''

تشریح:

ہر دعا کے وقت ہاتھوں کو اٹھانا مشروع ہے۔ دعا میں ہاتھوں کو اٹھانا قبولیت کے اسباب میں سے ایک اہم سبب ہے۔ جب انسان اپنے رب سے مغفرت یا رحمت کا یا جنت کا سوال کرے یا عذاب سے نجات مانگے تو اسے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنی چاہیے، کیونکہ ہاتھ اٹھا کر مانگنے سے عاجزی و انکساری کا پتا چلتا ہے، لہٰذا جو دعا ہاتھ اٹھا کر مانگی جائے وہ قبولیت کے زیادہ لائق ہوتی ہے۔

نبی مکرم ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ شرم وحیا اور عزت والا ہے وہ اپنے بندے کے ہاتھ خالی لوٹانے سے شرماتا ہے۔''

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دعا میں ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں؟

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [1488]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو انسان دعا میں ہاتھوں کو سینے، چہرے یا چہرے سے تھوڑا سا نیچے تک اٹھا سکتا ہے۔ ہاتھ کو جوڑ کر دعا کرے اور ہتھیلیوں کی اندرونی جانب آسمان کی طرف ہونی چاہیے تاکہ پتا چلے کہ بندہ رب سے مانگ رہا ہے کہ میری ہتھیلیاں خالی واپس نہ لوٹانا۔[1]

سنن ابو داود میں "إن ربكم" کے الفاظ ہیں، جبکہ ترمذی اور بیہقی میں "إن الله حيي" کے الفاظ ہیں۔ "حیيّ" (حیا والا) یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ بعض لوگ ربّ تعالیٰ کی صفات کی تمثیل یا کیفیت بیان کر دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی صفات کی تمثیل یا صفات کی کیفیت بیان کرنا صحیح نہیں، بلکہ ہم صفات پر ایمان لانے کے مکلّف ہیں، کیفیت معلوم کرنے کے مکلّف نہیں۔ اس لیے ہم کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ اس طرح حیا کرتا ہے جس طرح اس کی شان کے لائق ہے۔

اس حدیث میں رب تعالیٰ کی دوسری صفت ''کریم'' کا بھی ذکر ہوا ہے۔ کریم وہ ہوتا ہے جو مانگے بغیر کوئی چیز دے دے۔ بعض کہتے ہیں کہ کریم وہ سخی ہوتا ہے جو کسی کو دیتا رہے اور اس کی عطا ختم نہ ہو۔

تیسری چیز اس حدیث میں بیان ہوئی ہے:

«يستحيي من عبده إذا رفع يديه إليه»

''اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے حیا کرتا ہے جب بندہ اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے۔''

حدیث پاک کے فوائد:

دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا مشروع ہے۔

---

[1] شرح عمدة الأحكام [6/12]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعا میں وثوق ہونا چاہیے

70۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِﷺ قَالَ: «لَا يَقُوْلَنَّ أَحَدُكُمْ: اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي إِنْ شِئْتَ، اللّٰهُمَّ ارْحَمْنِي إِنْ شِئْتَ، لِيَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ، فَإِنَّهُ لَا مُكْرِهَ لَهُ» [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہرگز تم میں سے کوئی یہ بات نہ کہے کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو بخش دے۔ اے اللہ! اگر تو چاہے تو رحم فرما، بلکہ پورے وثوق سے سوال کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔“

مسلم شریف کی ایک دوسری روایت میں ہے:

71۔ «وَلٰكِنْ لِيَعْزِمْ وَلْيُعَظِّمِ الرَّغْبَةَ؛ فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَا يَتَعَاظَمُهُ شَيْءٌ أَعْطَاهُ» [2]

”پختہ عزم کے ساتھ دعا کرے اور پوری رغبت سے مانگے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے آگے کوئی مشکل نہیں ہے کہ وہ کسی کو کوئی چیز عطا کرے۔“

72۔ وعن أنس رضي الله عنه قال: قال رسول اللهﷺ: «إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلْيَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ، وَلَا يَقُوْلَنَّ: اللّٰهُمَّ إِنْ شِئْتَ فَأَعْطِنِي، فَإِنَّهُ لَا مُسْتَكْرِهَ لَهُ» [3]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5980] صحيح مسلم، برقم [2679]

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث [2679]

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث [5979] صحيح مسلم، برقم [2678]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب کوئی دعا کرے تو پختہ عزم کے ساتھ مانگے اور یہ کبھی نہ کہے کہ اے اللہ! اگر تو چاہتا ہے تو مجھے فلاں چیز عطا کر۔"

تشریح:

ہر انسان جانتا ہے کہ بھلائی عطا کرنا اور شر کو دور کرنا صرف اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔ جب عبادت اللہ تعالیٰ کی ہی کی جاتی ہے اور التجا و اعتماد بھی اسی پر کیا جاتا ہے تو پھر انسان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کہے: اے اللہ! اگر چاہتا ہے تو بخش دے ورنہ نہیں۔ ایسا کہنا حرام ہے، کیونکہ دوسرے الفاظ میں وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ سے بے پروا کر رہا ہے، جیسے کوئی اپنے دوست سے کہے: اگر تیرا جی چاہے تو میرے گھر آ جانا اور نہ چاہے تو نہ آنا، مجھے تیری کوئی ضرورت نہیں۔ اسی بنا پر "اللہ اگر چاہتا ہے تو بخش دے" کہنا حرام ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ کا قول ہے:

"اللہ اگر چاہتا ہے تو بخش دے، کہنا حرام ہے۔"

ایسے ہی انسان یہ نہ کہے: اللہ اگر چاہتا ہے تو رحم فرما" بلکہ پورے عزم اور وثوق سے معافی مانگے کہ اللہ رحم تو ہی نے کرنا ہے، دوسرا کوئی در نہیں جہاں رحم کی اپیل کی جا سکے اور بخشش کے دریا بھی تیرے ہاں ہی سے بہتے ہیں، ہمیں بھی بخش دے۔ اس طرح انسان اپنے آپ کو اللہ سے بے نیاز نہ کرے بلکہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ کرنے والا ہے، اسی کے قبضہ قدرت میں تمام قسم کے خزانے ہیں اور اللہ تعالیٰ سخی، کریم اور تعریف والا ہے اور انسان اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے، اس لیے پورے عزم سے دعا کرے۔ ایسے ہی انسان اگر کسی کے لیے دعا کرے تو بھی یہ کلمات نہیں کہنے چاہییں۔ اگر اللہ چاہے تو تجھے بخش دے، اگر اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہے تو تجھے ہدایت دے۔ بلکہ یقین اور پورے عزم سے کہے کہ اللہ تجھ کو بخشے، اللہ تجھے ہدایت دے۔

نبی کریم ﷺ نے جزم کے ساتھ نہ کہنے کی ممانعت کی دو وجہیں بتائی ہیں۔ ایک یہ کہ اگر جزم سے دعا نہ کی جائے تو سمجھا جائے گا کہ یہ اللہ تعالیٰ سے بے پروا ہونا چاہتا ہے۔ یعنی اگر اللہ تجھے بخش دے تو اس کی مرضی۔ اسے کوئی مجبور نہیں کر سکتا، وہی مختار کل ہے، جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اسے کوئی بے بس و مجبور کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ ایسے ہی اگر کوئی چیز گراں اور بڑی ہو تو پھر ہی انسان "إِنْ شِئْتَ" (اگر تو چاہے) کا لفظ استعمال کرتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے سامنے تو کوئی چیز بڑی اور گراں نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز دینے پر قادر ہے اور دیتا بھی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ انسان پورے وثوق اور جزم سے سوال کرے اور "إِنْ شِئْتَ" (اگر تو چاہے) جیسے الفاظ استعمال نہ کرے۔

ایسے ہی بعض صوفیوں سے سنا گیا ہے کہ وہ کہتے ہیں: اے اللہ! میں تجھ سے تقدیر بدلنے کا سوال نہیں کرتا، جو چیز مقدر میں ہے اس میں تبدیلی کا سوال نہیں کرتا، بس اس میں تھوڑی نرمی کا سوال کرتا ہوں۔ ایسا کہنا بھی جائز نہیں، بلکہ حرام ہے کیونکہ تقدیر کو بدلنے کا سوال کیا جا سکتا ہے اور دعا تقدیر کو بدل دیتی ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "تقدیر کو دعا بدل دیتی ہے۔"[1]

اگر کوئی یہ دعا کرتا ہے کہ اللہ میں تجھ سے قضا کو رد کرنے کا سوال نہیں کرتا، بلکہ اس میں نرمی کا سوال کرتا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کہتا ہے، اللہ مجھے عذاب دے مگر اس میں تھوڑی سی تخفیف کرنا۔ ایسے ہی اگر وہ کہتا ہے:

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [2139] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [4022]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ! میرے محبوبوں اور پیاروں کو ہلاک کر، مگر تھوڑی سی نرمی کرنا۔ انسان کو ایسی دعا نہیں کرنی چاہیے، بلکہ یوں کہے: اللہ! برے وقت کو مجھ سے ٹال دے، اگر تقدیر میں پریشانیاں ہیں تو انھیں خوشیوں میں بدل دے۔

ایسے ہی دعا میں سجع کلامی بھی جائز نہیں۔ اب یہاں دو مسئلے ہیں:

① انسان یہ دعا نہ کرے کہ اللہ اگر تو چاہتا ہے تو مجھے بخش دے اور رحم فرما۔

② انسان یہ بھی نہ کہے کہ میں برے وقت کو ٹالنے کا سوال نہیں کرتا بلکہ اس میں تخفیف کا سوال کرتا ہوں، بلکہ یوں کہے: اللہ مجھ پر مہربانی کر، اللہ مجھے شر سے بچا۔ اور اس طرح کی دوسری دعائیں مانگے۔

یہاں اعتراض یہ ہوسکتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے بھی مریض کے پاس "لَا بَأْسَ طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللّٰه"[1] (اگر اللہ نے چاہا تو بیماری پاک کرنے والی ہے) پڑھنے کو کہا ہے اور پڑھا بھی ہے۔ تو یہ امید والا کلمہ ہے۔ یعنی میں امید کرتا ہوں کہ یہ بیماری تمھیں گناہوں سے پاک کرنے والی ہے۔

حدیث پاک کے فوائد:

1. دعا میں اصرار، صبر اور کوشش کرنی چاہیے۔
2. اللہ تعالیٰ کو کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔

www.KitaboSunnat.com

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5656]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ممنوع دعائیں

73۔ عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي ﷺ أنه قال: «لَا يَزَالُ يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَا لَمْ يَدْعُ بِإِثْمٍ، أَوْ قَطِيعَةِ رَحِمٍ، مَا لَمْ يَسْتَعْجِلْ» قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ: مَا الْإِسْتِعْجَالُ؟ قَالَ: «يَقُولُ: قَدْ دَعَوْتُ، وَقَدْ دَعَوْتُ، فَلَمْ أَرَ يُسْتَجَبْ لِي، فَيَسْتَحْسِرُ عِنْدَ ذٰلِكَ وَيَدَعُ الدُّعَاءَ»[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''انسان جلدی نہ کرے تو اس کی تمام دعائیں ہمیشہ قبول ہوتی ہیں، مگر وہ دعا قبول نہیں ہوتی جس میں گناہ ہو اور جو قطع رحمی کے لیے کی جائے۔ صحابہ نے پوچھا: اللہ کے رسول! جلدی کرنے کا مطلب کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بندہ کہتا ہے: میں نے فلاں فلاں دعا کی مگر قبولیت کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی، تو پھر وہ دعا مانگنے سے تھک جاتا ہے اور دعا مانگنا چھوڑ دیتا ہے۔''

تشریح:

یہ انسان کی نادانی اور کم علمی ہے کہ انسان گناہ اور قطع تعلقی کی دعا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی دعا کرنے سے کسی خاص حکمت کی بنا پر منع کیا ہے، یا اس لیے منع فرمایا ہے کہ ایسی دعا کی قبولیت ناممکن ہے۔ قطع تعلقی اور گناہ کے

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [2735]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علاوہ دعا کی جائے تو قبولیت کی مکمل امید ہونی چاہیے، حتی کہ اللہ تعالیٰ مطلوبہ چیز عطا کر دے، اگر وہ مطلوبہ چیز عطا نہیں کرتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی مصیبت جو عنقریب اترنے والی تھی، اس سے نجات عطا فرما دی ہے اور تیسری صورت یہ ہے کہ دنیا کے اندر اللہ تعالیٰ نے مطلوبہ چیز عطا نہیں کی، مگر اس دعا کو ذخیرہ کر دیا اور قیامت کے دن اس کا اجر بڑھا چڑھا کر عطا فرمائیں گے۔ اس لیے دعا مانگنے کے بعد کسی صورت بھی مایوس نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ ان تین چیزوں میں سے ایک چیز ضرور انسان کو ملتی ہے۔

حدیث پاک کے فوائد:

1. دعا کی قبولیت میں صبر سے کام لینا چاہیے۔
2. گناہ کی دعا مانگنا منع ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جامع دعا

74۔ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ: «كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَسْتَحِبُّ الْجَوَامِعَ مِنَ الدُّعَاءِ وَيَدَعُ مَا سِوَى ذٰلِكَ» [1]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "اللہ کے رسول ﷺ جامع دعا کو پسند فرماتے اور اس کے سوا چھوڑ دیتے۔"

تشریح:

اللہ کے رسول ﷺ جامع دعا کو پسند فرماتے، یعنی جب دعا مانگتے تو جامع الفاظ استعمال کرتے اور تفاصیل سے اعراض کرتے، کیونکہ جامع الفاظ تفصیل کو بھی شامل ہوتے ہیں۔

مثال کے طور پر جب انسان اللہ سے جنت کا سوال کرنا چاہے، تو یوں کہے: اے اللہ! مجھے جنت میں داخل فرما۔ تفاصیل بیان کرنا شروع نہ کر دے کہ اللہ جنت کی فلاں چیز بھی دے، فلاں بھی، کیونکہ جنت کا سوال کیا ہے تو اس میں تمام چیزیں اور نعمتیں آ جاتی ہیں، اس لیے الگ الگ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

حدیث پاک کے فوائد:

جامع کلمات کے ساتھ دعا مانگنی چاہیے۔

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [1482] مسند أحمد، رقم الحديث [25596]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ملاقات کے آداب

75۔ عن أبي الخطاب قتادة قال: قُلت لِأَنس رضي الله عنه: أَكَانَتِ الْمُصَافَحَةُ فِي أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟ قال: نَعَمْ.[1]

حضرت ابو الخطاب قتادہ فرماتے ہیں کہ ”میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا صحابہ کرام آپس میں مصافحہ کیا کرتے تھے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں کرتے تھے۔“

76۔ وعن أنس رضي الله عنه قال: لَمَّا جَاءَ أَهْلُ الْيَمَنِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: «قَدْ جَاءَكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ، وَهُمْ أَوَّلُ مَنْ جَاءَ بِالْمُصَافَحَةِ»[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب اہل یمن آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تمھارے پاس اہل یمن آئے ہیں اور یہ پہلے لوگ ہیں جنھوں نے مصافحہ کیا ہے۔“

77۔ وعنِ البراء رضي الله عنه قال: قَالَ رَسُوْلُ ﷺ: «مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ، إِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ أَنْ يَفْتَرِقَا»[3]

براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب دو مسلمان

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6263]

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث [5213]

[3] سنن أبي داود، رقم الحديث [5212] صحيح الجامع، رقم الحديث [557]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو جدا ہونے سے قبل ان دونوں کو معاف کر دیا جاتا ہے۔"

78۔ وعن أنس رضي الله عنه قال: قال رجل: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، الرَّجُلُ مِنَّا يَلْقَى أَخَاهُ أَوْ صَدِيْقَهُ أَيَنْحَنِي لَهُ؟ قَالَ: «لَا» قَالَ: أَفَيَلْتَزِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ؟ قَالَ: «لَا» قَالَ: فَيَأْخُذُ بِيَدِهِ وَيُصَافِحُهُ؟ قَالَ: «نَعَمْ» ❶

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ایک آدمی اپنے بھائی کو یا دوست کو ملتے وقت جھک سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں" اس نے پھر پوچھا: کیا اس کو چمٹ سکتا ہے اور بوسہ دے سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، اس نے پھر پوچھا: کیا اس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کر سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔"

79۔ وعن أبي ذر رضي الله عنه قال: قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم «لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا وَلَوْ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ» ❷

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: "کسی نیکی کو حقیر نہ سمجھنا، اگرچہ تو اپنے بھائی کو خوش طبعی کے ساتھ ملے۔"

80۔ وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قَبَّلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ رضي الله عنه، فَقَالَ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ: إِنَّ لِي عَشَرَةً مِنَ الْوَلَدِ، مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ أَحَدًا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: «مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ» ❸

---

❶ صحيح. سنن الترمذي، برقم [2728] سنن أبي داود، رقم الحديث [5223]

❷ صحيح البخاري، رقم الحديث [2662]

❸ صحيح البخاري، رقم الحديث [5997] صحيح مسلم، برقم [2318]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بوسہ دیا تو اقرع بن حابس نے کہا: میرے دس بچے ہیں، میں نے کبھی کسی کو بوسہ نہیں دیا، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔''

تشریح:

اپنے بھائی سے مصافحہ کرنا سنت ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی طرزِ عمل تھا۔ امام قتادہ رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ صحابہ کرام آپس میں مصافحہ کرتے تھے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ صحابہ آپس میں مصافحہ کرتے تھے۔

مصافحہ دائیں ہاتھ سے کرنا چاہیے۔ جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے مصافحہ کرتا ہے تو ان دونوں کے جدا ہونے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔

بعض لوگ فرضی نماز میں سلام پھیرنے کے بعد اپنے ساتھ والے سے مصافحہ کرتے ہیں اور کبھی کبھی یہ بھی کہتے ہیں: ''تقبل اللّٰه'' (اللہ تعالیٰ قبول فرمائے) یا صرف ''قبول، قبول'' کے لفظ بولتے ہیں، تو یہ بدعت ہے، کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم ایسا نہیں کرتے تھے۔ نمازی صرف اپنے دائیں طرف اور بائیں طرف سلام پھیرے اور کہے: ''السلام علیکم ورحمة اللّٰه'' بعض لوگ جب دوسروں کو ملتے ہیں تو تھوڑا سا جھک جاتے ہیں۔ ملاقات کے وقت جھکنے یا معانقہ کرنے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جھکنا منع ہے۔ سائل نے معانقے کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معانقہ بھی نہ کرے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جھکنے میں غیر اللہ کے لیے خضوع آجاتا ہے، اس لیے یہ جائز نہیں، کیونکہ رکوع میں انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکتا ہے۔ جب انسان کے سامنے بھی جھکے گا تو غیر اللہ کے لیے جھکنا ثابت ہو جائے گا، اس لیے اس سے منع کر دیا گیا ہے۔ صرف مصافحہ ہی کافی ہے، مگر کسی سبب کی بنا پر معانقہ بھی کر سکتا ہے اور بوسہ بھی دے سکتا ہے، جیسے کوئی بندہ سفر سے واپس لوٹے تو اس سے معانقہ کیا جا سکتا ہے۔

کوئی اعتراض کرنے والا کہہ سکتا ہے کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے قصے میں ہے کہ جب وہ یوسف علیہ السلام کے پاس آئے تو انھوں نے سجدہ کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ قَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۞ وَ رَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَ خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا﴾ [یوسف: 99,100]

"پھر جب وہ یوسف کے پاس داخل ہوئے تو اس نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا مصر میں داخل ہو جاؤ، امن والے، اگر اللہ نے چاہا۔ اور اس نے اپنے ماں باپ کو تخت پر اونچا بٹھایا اور وہ اس کے لیے سجدہ کرتے ہوئے گر پڑے۔"

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کسی کے آگے جھکنے سے کیوں منع فرمایا؟

جواب یہ ہے کہ سابقہ شریعتوں میں دوسروں کو سجدہ کرنا جائز تھا اور ان کے لیے جھکنا بھی جائز تھا، مگر ہماری شریعت میں غیر اللہ کو سجدہ کرنا اور اس کے لیے جھکنا حرام ہے اگرچہ یہ جھکاؤ عبادت کی غرض سے نہ بھی ہو۔ اگر کوئی دوسرا شخص ملاقات کے وقت جھکاؤ کی کیفیت پیدا کرتا ہے تو اس کو نصیحت کرنی چاہیے اور کہنا چاہیے کہ عاجزی و انکساری صرف اللہ تعالیٰ کے لیے جائز ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث پاک کے فوائد:

① ملاقات کے آداب میں سے مصافحہ کرنا اور معانقہ کرنا بھی شامل ہے۔

② دوسروں کو ملتے وقت جھکنا جائز نہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملاقات کے لیے اجازت طلب کرنا

81۔ عن أبي موسى الأشعري رضي الله عنه قال: قَالَ رَسول الله ﷺ: «اَلِاسْتِئْذَانُ ثَلَاثٌ، فَإِنْ أُذِنَ لَكَ وَإِلَّا فَارْجِعْ» ❶

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اجازت تین دفعہ مانگنی ہے، اگر مل جائے تو اندر داخل ہو جاؤ ورنہ واپس لوٹ آؤ۔''

82۔ وعن سهل بن سعد رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: «إِنَّمَا جُعِلَ الِاسْتِئْذَانُ مِنْ أَجْلِ الْبَصَرِ» ❷

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اجازت نظر کی وجہ سے مقرر کی گئی ہے (تاکہ اجازت سے پہلے نظر نہ پڑ سکے)۔''

83۔ وعن رِبْعِيِّ بن حِرَاشٍ قَالَ: حَدَّثَنَا رَجُلٌ مِنْ بَنِي عَامِرٍ أَنَّهُ اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ فِي بَيْتٍ فَقَالَ: أَلِجُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِخَادِمِهِ: «اخْرُجْ إِلَى هٰذَا فَعَلِّمْهُ فَقُلْ لَهُ: قُلْ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، أَأَدْخُلُ؟» فَسَمِعَهُ الرَّجُلُ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، أَأَدْخُلُ؟ فَأَذِنَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَدَخَلَ ❸

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [6245] صحيح مسلم، برقم [2135]

❷ صحيح البخاري، رقم الحديث [6242] صحيح مسلم، برقم [2165]

❸ سنن أبي داود، رقم الحديث [5177]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ربعی بن حراش کہتے ہیں کہ ہمیں بنو عامر کے ایک آدمی نے خبر سنائی کہ نبی کریم ﷺ گھر میں تھے اور میں نے اجازت طلب کرتے ہوئے کہا: کیا میں داخل ہوسکتا ہوں؟ رسول کریم ﷺ نے اپنے خادم کو کہا: اس بندے کی طرف جاؤ اور اس کو بتاؤ کہ اجازت کیسے طلب کی جاتی ہے اور اس کو بتاؤ کہ السلام علیکم کہے، پھر اس کے بعد کہے: کیا میں اندر داخل ہوسکتا ہوں؟ میں نے یہ بات سن لی اور کہا: السلام علیکم۔ کیا میں داخل ہوسکتا ہوں؟ نبی کریم ﷺ نے اجازت دے دی اور میں اندر داخل ہوا۔"

تشریح:

استئذان کا مطلب ہوتا ہے کہ انسان صاحب خانہ سے گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرے۔ اگر صاحبِ بیت (گھر کا مالک) اجازت دے تو انسان داخل ہوجائے اور اجازت نہ دے تو پھر گھر میں نہ جائے، حتی کہ اگر وہ صریح لفظ بول کر کہہ دے کہ واپس لوٹ جاؤ، کوئی اجازت نہیں تو واپس لوٹ آنا چاہیے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ﴾ [النور: 28]

"اور اگر تم سے کہا جائے واپس چلے جاؤ تو واپس ہوجاؤ۔"

گھر کے مالک کو "واپس لوٹ جا" کہنے سے شرم محسوس نہیں کرنی چاہیے۔ ایسے ہی جو اجازت لے رہا ہے، اسے واپس لوٹ جانے کا سن کر غصہ نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ بسا اوقات انسان کسی ضروری کام میں پھنسا ہوا ہوتا ہے اور وہ ملاقات نہیں کرسکتا اور بسا اوقات لوگوں کے استقبال کے لیے تیار نہیں ہوتا تو اس کو حرج اور مشقت میں مبتلا نہیں کرنا چاہیے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب گھر کے مالک نے کہا کہ واپس لوٹ جاؤ تو واپس لوٹ آنے میں خیر اور بہتری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ﴾ [النور: ۲۸] ''تو واپس ہو جاؤ، یہ تمھارے لیے زیادہ پاکیزہ ہے۔'' یعنی تمھارے دلوں کو پاکیزہ اور پاک کرتی ہے۔

اجازت طلب کرنے کے آداب:

اجازت لینے کے کچھ آداب ہیں جنھیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے درج ذیل دو آیات میں بیان فرمایا ہے:

① ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا﴾ [النور: 27]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں داخل نہ ہو، یہاں تک کہ اُنس معلوم کر لو۔''

﴿تَسْتَاْنِسُوْا﴾ کا مطلب ہے: اجازت طلب کرنا یا تمھیں پختہ یقین ہو کہ گھر کا مالک تمھیں ملنے کے لیے مکمل تیاری میں ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی بندہ کسی سے وعدہ کرتا ہے کہ ظہر کی نماز کے بعد میرے گھر آنا، اب وہ ظہر کی نماز کے بعد جاتا ہے، دیکھتا ہے کہ دروازہ کھلا ہے تو یہ گھر کے مالک کی طرف سے اس کے لیے اجازت ہوگی۔ اب یہاں اجازت لینے کی ضرورت نہیں کیونکہ صاحب بیت (گھر والے) نے مقرر وقت میں ملاقات کے لیے کہا تھا اور اس نے دروازہ بھی کھولا ہوا ہے تو دروازہ کھولنے کا مقصد ہی یہی ہے کہ مطلوبہ شخص (یعنی جس سے وعدہ کیا ہے) اندر داخل ہو جائے کیونکہ اس کے علاوہ اس کا دروازہ ہر وقت بند ہی رہتا ہے تو سمجھا جائے گا کہ اس وقت دروازے کا کھلا رکھنا صاحب بیت کی طرف سے اجازت کی علامت ہے، لہٰذا اب یہ شخص بلا کسی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جھجک کے اندر داخل ہوسکتا ہے۔ ہاں! دخول کے وقت السلام علیکم کہنا ضروری ہے، اس سے اجر وثواب بھی حاصل ہوگا اور دوسرے بھائی کی دعا بھی حاصل ہو گی جب وہ ''وعلیکم السلام'' کہے گا۔

❷ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ [النور: 59]

''اور جب تم میں سے بچے بلوغت کو پہنچ جائیں تو اسی طرح اجازت طلب کریں جس طرح وہ لوگ اجازت طلب کرتے رہے جو ان سے پہلے تھے۔''

بچے جب بالغ ہو جائیں تو وہ اجازت لے کر گھر میں داخل ہوں۔ یہاں ''حلم'' کا لفظ بولا گیا ہے، یعنی وہ اِنزال کی عمر کو پہنچ جائیں۔ اِنزال کو ''حلم'' سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ بسا اوقات انسان بالغ تو ہو جاتا ہے مگر بغیر احتلام کے مادہ حیات خارج نہیں ہوتا اور بعض لوگ احتلام کے بغیر ہی بالغ ہو جاتے ہیں، مگر اکثر اوقات احتلام ہی ہوتا ہے، جس کو بلوغت کی علامت سمجھا جاتا ہے، تو بچے بھی جب بلوغت کی عمر کو پہنچ جائیں تو اجازت لیے بغیر گھر میں داخل نہ ہوں، ہاں بلوغت سے پہلے اجازت کے بغیر داخل ہوسکتے ہیں، لیکن تین اوقات ایسے ہیں جن میں اجازت لے کر جانا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وہ تین اوقات درج ذیل آیت میں بیان فرمائے ہیں:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ﴾ [النور: 58]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! لازم ہے کہ تم سے اجازت طلب کریں وہ لوگ جن کے مالک تمھارے دائیں ہاتھ ہوئے اور وہ بھی جو تم میں سے بلوغت کو نہیں پہنچے، تین بار، فجر کی نماز سے پہلے اور جس وقت تم دوپہر کو اپنے کپڑے اتار دیتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد۔''

ان تین اوقات میں ہر شخص کے لیے ضروری ہے کہ اجازت لے کر داخل ہو، خواہ بچہ ہے یا غلام ہے کیونکہ ان اوقات میں انسان نیند کی تیاری میں ہوتا ہے اور سونے والا ناقص لباس پہن کر سوتا ہے، جو وہ کسی کو دکھانا نہیں چاہتا، اس لیے اجازت کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔

اب بچے سے عورت پردہ کب کرے گی؟ تو یہ بلوغت کے ساتھ مقید نہیں ہے، بلکہ جب بچے کو شہوت آنی شروع ہو جائے تو پھر عورت کے لیے اس سے پردہ ضروری ہے، اگرچہ بچہ دس سال ہی کا کیوں نہ ہو کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ﴾ [النور: 31]

''اور مومن عورتوں سے کہہ دے اپنی کچھ نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے ظاہر ہو جائے اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے خاوندوں کے لیے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی زینت صرف خاوندوں کے سامنے ظاہر کر سکتی ہیں یا:

﴿ اَوِ الطِّفۡلِ الَّذِيۡنَ لَمۡ يَظۡهَرُوۡا عَلٰى عَوۡرٰتِ النِّسَآءِ﴾ [النور: 31]

''یا ان لڑکوں کے لیے جو عورتوں کی پردے کی باتوں سے واقف نہیں ہوئے۔''

یعنی ایسے بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں کا علم نہیں رکھتے۔ دوسرے الفاظ میں جنھیں ابھی شہوت نہیں آتی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب بچہ بلوغت کو پہنچ جائے تو پھر اجازت کے بغیر گھر میں داخل نہ ہو اور جب بچہ عورتوں کی پوشیدہ باتوں کی معرفت تک پہنچ جائے اور شہوت کی نظر سے عورت کی طرف دیکھے تو پھر عورت کو ایسے بچے سے پردہ کرنا چاہیے، اگرچہ وہ بالغ ہوا ہے یا نہیں۔

سوال اجازت کو کیوں ضروری قرار دیا گیا ہے؟

جواب اجازت کو اس لیے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ اگر انسان بغیر اجازت اندر داخل ہو جائے تو ممکن ہے وہ ناپسندیدہ چیز دیکھے۔ اس کی صراحت امام بخاری رحمہ اللہ نے ''ادب المفرد'' میں اور ابو داود اور ترمذی نے بھی کی ہے:

''کسی انسان کے لیے جائز نہیں کہ کسی کے گھر میں اجازت لیے بغیر دیکھے، اگر اس نے دیکھا تو گویا وہ داخل ہو گیا۔''[1]

یعنی وہ داخل ہونے والے کے حکم ہے۔

حسن سند کے ساتھ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ ''جب گھر میں دیکھ لیا تو پھر کوئی اجازت نہیں۔''

اجازت لینے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان السلام علیکم کہنے کے بعد کہے: کیا

---

[1] ضعفه الألباني في "ضعيف الأدب المفرد" [262]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اندر آ سکتا ہوں، یا صرف السلام علیکم کہے۔ یحییٰ نے نافع سے روایت کیا ہے اور عیسیٰ بن دینار نے ابن قاسم سے روایت کیا ہے کہ تین دفعہ السلام علیکم کہو، اگر اجازت مل جائے تو ٹھیک ہے وگرنہ واپس لوٹ جاؤ۔

اگر مین گیٹ [Main Gate] کے پاس اجازت مل گئی تو کمرے میں داخل ہوتے وقت اجازت ضروری نہیں، کیونکہ اس نے ایک دفعہ اجازت دے دی ہے۔

حدیث پاک کے فوائد:

1. ایک مرتبہ، یا دو بار یا تین بار اجازت لینی چاہیے، اگر مل جائے تو ٹھیک ہے وگرنہ واپس لوٹ آئے۔
2. اجازت طلب کرتے وقت نگاہ نیچی رکھنی چاہیے۔
3. اجازت طلب کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے السلام علیکم کہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجازت مانگتے وقت اپنا نام بتایا جائے

84۔ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ في حديثه المشهور في الإسراء قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: «ثُمَّ صَعِدَ بِي جِبْرِيْلُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَاسْتَفْتَحَ، فَقِيْلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِيْلُ، قِيْلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ مُحَمَّدٌ، ثُمَّ صَعِدَ إِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ فَاسْتَفْتَحَ، قِيْلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِيْلُ، قِيْلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ، وَالثَّالِثَةُ وَالرَّابِعَةُ وَسَائِرُهُنَّ، وَيُقَالُ فِي بَابِ كُلِّ سَمَاءٍ: مَنْ هٰذَا؟ فَيَقُوْلُ: جِبْرِيْلُ» ❶

حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنی معراج والی مشہور حدیث میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر جبریل مجھے لے کر آسمانِ دنیا کی طرف چڑھے، انھوں نے دروازہ کھولنے کو کہا تو کہا گیا: کون ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا: جبریل ہوں، پھر پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ جبریل نے کہا: محمد ﷺ ہیں۔ پھر دوسرے آسمان کی طرف گئے تو دروازہ کھولنے کو کہا، پوچھا گیا: کون؟ جبریل علیہ السلام نے کہا: میں جبریل ہوں، پھر پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا: میرے ساتھ محمد ﷺ ہیں۔ پھر تیسرے، چوتھے اور سارے آسمانوں کی طرف گئے، ہر آسمان کے دروازے پر کہا گیا: کون ہے؟

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [3207] صحيح مسلم، رقم الحديث [162]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جبریل علیہ السلام فرماتے: جبریل ہوں۔"

85۔ وعن جابر رضي الله عنه قال: «أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ، فَدَقَقْتُ الْبَابَ، فَقَالَ: "مَنْ هٰذا؟" فَقُلْتُ: أَنَا، فَقَالَ: "أَنَا أَنَا" كَأَنَّهُ كَرِهَهَا» ❶

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا، دروازہ کھٹکھٹایا، آپ ﷺ نے پوچھا: کون ہے؟ میں نے کہا: میں ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا: "میں، میں۔ گویا آپ ﷺ نے اس (طریقے) کو ناپسند سمجھا۔"

تشریح:

جب بندہ کسی کے گھر جائے تو اجازت لیتے وقت اپنا نام بتائے اور پوچھنے پر یہ نہیں کہنا چاہیے کہ "میں ہوں" کیونکہ اس میں ابہام ہے اور پوچھنے والے کو نہیں پتا چل سکتا کہ کون ہے؟ اس لیے "میں ہوں" کہنا مکروہ ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس کی کراہت کا پتا چلتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا، آپ ﷺ نے پوچھا: کون؟ میں نے کہا: "میں ہوں" آپ ﷺ نے فرمایا: "میں، میں" گویا آپ ﷺ نے اس لفظ کو ناپسند اور مکروہ سمجھا، لہٰذا اجازت لینے والے کو اپنا نام بتانا چاہیے کہ میں فلاں ہوں۔

عبداللہ بن بریدہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مسجد کی طرف گئے اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تلاوت کر رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: میں بریدہ ہوں، میری جان آپ پر قربان ہو۔

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [6250] صحيح مسلم، برقم [2155]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کو (ابوموسیٰ) آل داود کی سریلی آوازوں میں سے ایک آواز دی گئی ہے۔[1]

بندہ اپنے نام کے بجائے کنیت بھی بتا سکتا ہے، جیسا کہ بخاری شریف میں روایت ہے کہ ام ہانی رضی اللہ عنہا فتح مکہ کے دن نبی کریم ﷺ کی طرف گئیں، نبی کریم ﷺ غسل فرما رہے تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پردہ بنا کر کھڑی تھیں۔ ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو السلام علیکم کہا تو آپ ﷺ نے پوچھا یہ کون ہے؟ میں نے کہا: میں ام ہانی بنت ابو طالب ہوں۔[2]

یہاں ام ہانی رضی اللہ عنہا نے اپنی کنیت ام ہانی بتائی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ اجازت لینے والا اپنی کنیت بھی بتا سکتا ہے۔ اگر نام کے بجائے کسی اور لقب سے مشہور ہو تو وہ بھی بتا سکتا ہے، جیسے کوئی کہے میں قاضی فلاں ہوں، یا فلاں ہوں، اب یہاں قاضی فلاں کے ساتھ زیادہ مشہور ہے تو وہ یہ ذکر کرے گا۔[3]

نوٹ: اگر اجازت طلب کرنے والے کے نام سے پتا نہیں چل رہا کہ یہ کونسا شخص ہے کیونکہ اس نام کے دوسرے اشخاص بھی ہیں تو پھر اجازت طلب کرنے والے کو وضاحت سے بتانا چاہیے کہ میں فلاں بن فلاں ہوں۔ اگر شادی شدہ عورت ہے تو وہ اپنے خاوند کا نام لے کر وضاحت کرے کہ میں فلاں کی بیوی ہوں۔ بخاری شریف میں حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ عورتوں میں عید کا خطبہ ارشاد فرما کر اپنے گھر کی طرف آئے۔ راوی حدیث بیان فرماتا ہے کہ جب گھر پہنچے تو حضرت زینب، جو عبداللہ بن مسعود کی بیوی تھیں، وہ آئیں اور

---

1. الأدب المفرد [793]
2. صحيح البخاري، رقم الحديث [357] صحيح مسلم، رقم الحديث [336]
3. شرح مسلم، رقم الحديث [2155]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آ کر اجازت طلب کی۔ رسول اللہ ﷺ کو کہا گیا کہ زینب ملنا چاہتی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: کونسی زینب؟ تو بتایا گیا جو عبداللہ بن مسعود کی بیوی ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اندر آنے کی اجازت دے دو، تو اس کو اجازت دے دی گئی۔ [1]

یہاں چونکہ زینب نام کی عورتیں کافی تھیں، اس لیے وضاحت کر دی گئی کہ اجازت لینے والی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں، اس لیے جب مستأذن (اجازت لینے والا) کو پتا ہو کہ میرے ہم نام بہت سے افراد ہیں تو وہاں وضاحت کر دے۔

حدیث پاک کے فوائد:

جب کوئی دروازے پر آ کر اجازت طلب کرے تو پوچھنے پر اسے اپنا نام بتانا چاہیے۔

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1462]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیارت کے آداب

86۔ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: «لَا يُؤَمُّ الرَّجُلُ فِي سُلْطَانِهِ، وَلَا يَجْلِسُ عَلَى تَكْرِمَتِهِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ» [1]

سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی کسی کی سرداری میں امامت نہ کروائے اور نہ ہی کسی کے گھر میں اس کی عزت والی جگہ پر اجازت کے بغیر بیٹھے۔''

تشریح:

زیارت کرنے کے لیے آنے والا صاحب خانہ کی امامت نہ کروائے اور نہ اس کی اجازت کے بغیر اس کے بستر پر بیٹھے، کیونکہ انسان اپنے گھر میں دوسروں کی نسبت زیادہ حق رکھتا ہے، اس لیے امامت کروانا اور اس کے بستر پر بیٹھنا مناسب نہیں۔ ہاں! اگر صاحب خانہ اجازت دے تو پھر یہ جائز ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ کا فرمان:

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''صاحب خانہ، مجلس کا امیر اور امام مسجد دوسروں کی نسبت زیادہ حق دار ہیں، دوسرا اگر زیادہ متقی، قاری اور افضل ہے تو پھر بھی امام مسجد کی اجازت کے بغیر مصلّی پر نہیں جا سکتا، ایسے ہی صاحب خانہ بھی

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [2772]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کو چاہے آگے کر دے کیونکہ وہاں اس کا اختیار ہے، اگر وہ کم حیثیت والے کو آگے کر دے، تو اس کی مرضی، کوئی اس پر اعتراض نہیں کر سکتا۔"❶

نبی کریم ﷺ کا فرمان: ((لَا يُؤَمُّ الرَّجُلُ فِي بَيْتِهِ)) کا مطلب یہ ہے کہ اگر انسان گھر میں ہے، قرآن بھی کچھ یاد ہے اور نماز کے احکام کا بھی علم ہے تو وہ امامت کا زیادہ حق رکھتا ہے، اگر کسی دوسرے کو آگے کر دے تو اس کی مرضی ہے۔

اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ وہی لوگوں کو نماز پڑھائے، البتہ حق زیادہ اسی کا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے فرمان: ((وَلَا فِي سُلْطَانِهِ)) کا مطلب یہ ہے کہ والی اگر امامت کی اہلیت رکھتا ہے تو وہ جب تک سلطان ہے دوسروں کی نسبت زیادہ حقدار ہے۔ اسی وجہ سے ہمارے اسلاف میں جو بادشاہ اور والی تھے وہ ہی لوگوں کو نمازیں بھی پڑھاتے اور جمعات اور عیدین کی امامت بھی کرواتے۔ امراء بھی لوگوں کی امامت کرواتے اور احادیث میں بھی امراء یعنی (جو کسی علاقہ کا امیر ہے) کے پیچھے نمازیں پڑھنے کا ذکر ہے۔ اس لیے والی، سلطان اور امیر امامت کا دوسروں سے زیادہ حق رکھتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان: ((وَلَا يَجْلِسُ عَلٰى تَكْرِمَتِهِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ)) کسی کی اجازت کے بغیر اس کی عزت کی جگہ نہ بیٹھے۔ "تکرمته" کا مطلب ہے کہ وہ جگہ جو اس نے اپنے بیٹھنے کے لیے بنائی ہے یا وہ بستر جو اس کے لیے بچھایا گیا ہے تو لوگوں کو اپنی مرضی سے اس جگہ پر بٹھا سکتا ہے، لوگ اپنی مرضی کے مطابق کسی کے گھر میں کسی جگہ نہیں بیٹھ سکتے، کیونکہ ہوسکتا ہے صاحب خانہ نے بعض جگہیں خاص مہمانوں کے لیے بنائی ہوں اس لیے اس کی مرضی کے

---

❶ شرح صحيح مسلم للنووي [142/5]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بغیر اُن جگہوں پر بیٹھنا ممنوع ہے، ایسے ہی صاحبِ خانہ کی اپنے لیے مخصوص جگہ پر بھی بیٹھنا منع ہے، ہاں اگر صاحب خانہ کہتا ہے کہ آ کر یہاں بیٹھ جاؤ تو پھر اس کی جگہ پر بیٹھا جا سکتا ہے۔[1]

حدیث پاک کے فوائد:

① زیارت کے لیے آنے والا صاحب خانہ کی اجازت سے امامت کروا سکتا ہے۔

② صاحب خانہ کا احترام ملحوظ رکھنا چاہیے اور اس کو آگے کرنا چاہیے۔

③ زیارت کے لیے آنے والے کو امامت کا کہا جا سکتا ہے کہ آ کر امامت کرواؤ۔

---

[1] شرح سنن أبي داود [33/4]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مہمان نوازی کے آداب

87۔ عن أبي هريرة رضي الله عنه عن رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ»❶

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس کا اللہ رب العزت اور قیامت کے دن پر ایمان ہے وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔ جس کا اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے وہ اپنے ہمسائے کی عزت کرے اور جس کا اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔''

ایک حدیث میں ہے:

88۔ عن أبي شريح العدوي، قال: سَمِعَتْ أُذُنَايَ، وَأَبْصَرَتْ عَيْنَايَ حِيْنَ تَكَلَّمَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ جَائِزَتَهُ» قَالَ: مَا جَائِزَتُهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: «يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ، وَالضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ، فَمَا كَانَ وَرَاءَ ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ عَلَيْهِ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [6202] صحيح مسلم، رقم الحديث [182]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خَیْرًا أَوْ لِیَصْمُتْ» ❶

ابو شریح عدوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اس وقت میری آنکھیں آپ کا دیدار مبارک کر رہی تھیں اور میرے کان آپ کی بات سننے کے لیے ہمہ تن گوش تھے جب آپ نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ پڑوسی کا خیال رکھے، جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ مہمان کی جائز مہمان نوازی کرے۔ عدوی رضی اللہ عنہ نے کہا: جائز سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: ایک دن اور ایک رات۔ اور مہمان نوازی تین دن ہوتی ہے، اس کے بعد اگر کوئی بندہ مہمان کو کھلائے پلائے تو یہ اس پر صدقہ ہے، اور جو شخص اللہ اور آخرت پر یقین رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔''

تشریح:

درج بالا احادیث سے پتا چلتا ہے کہ مہمان کی عزت اور اس کی مہمان نوازی کرنی چاہیے، اس ضمن میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور حدیث بھی مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کی مہمان نوازی کرے۔''

یہ حدیث مہمان کی تکریم پر ابھارتی ہے، یعنی مہمان کی مہمان نوازی کرنا ایمان کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور اس سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے۔ جو شخص مہمان کی توقیر و تکریم کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ثواب سے نوازیں گے اور بسا اوقات دنیا میں بھی اچھا بدلہ عطا فرما دیتے ہیں اور آخرت

❶ صحیح البخاري، رقم الحدیث [6088] صحیح مسلم، برقم [4610]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بھی ثواب سے بہرہ ور فرمائیں گے، جیسا کہ رب تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ﴾ [الشوریٰ: 20]

''جو کوئی آخرت کی کھیتی چاہتا ہے ہم اس کے لیے اس کی کھیتی میں اضافہ کریں گے اور جو کوئی دنیا کی کھیتی چاہتا ہے اسے ہم اس میں سے کچھ دے دیں گے اور آخرت میں اس کے لیے کوئی حصہ نہیں۔''

دنیا میں اللہ تعالیٰ اس کے مال میں برکت عطا فرمائیں گے اور آخرت میں اسے اجر وثواب سے نوازیں گے، اسی لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے، وہ مہمان کی مہمان نوازی کرے۔

مہمان نوازی مہمان کی حیثیت کے مطابق کی جاتی ہے۔ بعض لوگ قبیلے کے سردار اور با اثر لوگوں سے ہوتے ہیں تو ان کی عزت وتوقیر اور مہمان نوازی ان کی حیثیت کے مطابق کی جائے گی۔ بعض متوسط درجے کے ہوتے ہیں، ان کے ساتھ ان کی حیثیت کا معاملہ کیا جائے گا اور بعض معاشرے کے عام انسان ہوتے ہیں تو ان کی توقیر بھی ان کی حیثیت کے مطابق کی جائے گی۔

قابل التفات بات یہ ہے نبی کریم ﷺ نے مطلق طور پر مہمان کی عزت وتوقیر کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے، اس لیے مہمان کسی حیثیت کا بھی مالک ہو لیکن اس کی مہمان نوازی ضروری ہے۔ بعض مہمان کھانے میں مرغی وغیرہ کا گوشت پسند نہیں کرتے بلکہ مرغی کے علاوہ دوسرا گوشت پسند کرتے ہیں تو انھیں مرغی کے علاوہ کوئی دوسرا گوشت پیش کرنا چاہیے۔ بعض مہمان اپنے ساتھ میزبان کے پڑوسی کو بھی شامل کرنا پسند کرتے ہیں تو اپنے پڑوسی کو کھانے میں شریک کر لینا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مہمان کی مہمان نوازی سمجھی جائے گی۔

نبی کریم ﷺ نے عزت وتوقیر اور مہمان نوازی کے ساتھ کسی چیز کو خاص نہیں کیا بلکہ عام فرمایا ہے کہ مہمان کی مہمان نوازی کرو، اس لیے عرف عام میں جسے لوگ مہمان نوازی کہتے ہیں وہی مہمان نوازی متصور ہوگی، اس میں کوئی شے خاص نہیں کہ کوئی اہم ڈش تیار کی جائے تو تب ہی مہمان نوازی ہوگی۔

دوسری بات: «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ» جو شخص اللہ رب العالمین اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ ہمسائے کی عزت وتوقیر اور اس کا احترام کرے۔

ایک روایت میں ہے: «فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ» یعنی رشتہ داری کو جوڑے، "رَحِمَ" سے مراد قریبی رشتہ دار ہیں، اس لیے جب قریبی رشتہ دار کسی اور نسبت سے زیادہ قریب ہو جائے تو اس کا حق زیادہ ہوگا۔ یعنی رشتہ دار بھی ہو اور پڑوسی بھی تو اس کا حق دوسروں کے مقابلے میں زیادہ ہوگا۔ بندے پر لازمی ہوگا کہ رشتہ داری کا پاس رکھے۔ نبی کریم ﷺ نے یہ نہیں بیان فرمایا کہ وہ کیسے اور کس چیز کے ساتھ رشتہ داری کو جوڑے؟

لہٰذا اس کو بھی ہم عرف عام کے مطابق جوڑیں اور ملائیں گے، بعض رشتہ دار وہ ہوتے ہیں جن سے ملاقات اور زیارت کا تعلق رکھا جاتا ہے۔ بعض وہ رشتہ دار ہوتے ہیں جو مالی لحاظ سے کمزور ہوتے ہیں، ان سے صلہ رحمی ان کی حاجات کو پورا کرنے سے ہوتی ہے اور بعض رشتہ داروں سے صلہ رحمی کے لیے ان کی دعوت کی جاتی ہے، ہر رشتہ دار سے اس کی حالت کے مطابق صلہ رحمی کی جائے گی، جسے لوگ عرفِ عام میں صلہ رحمی کہتے ہیں۔

مثال کے طور پر اگر رشتہ دار اور قریبی عزیز غنی اور مال و دولت والا ہے تو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ممکن نہیں کہ انسان اس کے لیے غلہ کا تھال بھیج کر صلہ رحمی کا ثبوت دے، اس سے صلہ رحمی یہ ہے کہ اس کی ملاقات کے لیے جایا جائے اور عمدہ طریقے سے اس سے ہم کلام ہوا جائے۔ اگر وہ محتاج ہے تو پھر اس کی طرف غلہ وغیرہ بھیج دینا بہتر ہے، اگر رشتہ دار تنگ دست ہے اور اس کو مال کی ضرورت ہے تو اس سے صلہ رحمی اسے مال عطا کر کے ہوگی، ہر انسان کی عزت اور توقیر اور اس سے صلہ رحمی اس کی حالت کے پیش نظر کی جائے گی۔

تیسری بات: «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ» جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کرے یا پھر خاموش رہے۔ کاش ہم اپنی زندگی میں اس پر عمل پیرا ہو جائیں۔ کبھی کلام بذات خود خیر سے معمور ہوتا ہے اور کبھی کلام کا جو حاصل اور مقصود ہوتا ہے اس میں خیر اور بھلائی ہوتی ہے۔

مثال کے طور پر امر المعروف اور نہی عن المنکر، علم اور دین کے مسائل میں سے کوئی مسئلہ بتانا، تو یہ بھلائی اور خیر والا کلام ہے۔ بعض کلام بذات خود بھلائی پر تو مبنی نہیں ہوتے لیکن صرف وہ اہل مجلس سے خوش طبعی اور انھیں خوش کرنے کے لیے کیا جاتا ہے، اگر ایسا کلام گناہ پر مبنی نہیں تو یہ کلام بھی بھلائی ہی پر متصور ہوگا۔

اس حدیث سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ جو شخص اچھی اور بھلائی والی بات نہیں کہتا اور نہ خاموش رہتا ہے اس کا ایمان ناقص ہے، تو اس شخص کے ایمان کا کیا حال ہوگا جو بکواسات اور بے ہودہ باتیں کرتا رہتا ہے، اور اس شخص کے ایمان کا کیا بنے گا جو صبح سے شام تک لوگوں کے گوشت کھاتا (غیبت کرتا) ہے اور چغل خوری سے کام لیتا ہے اور دھوکا دہی کرتا ہے؟ اور اس شخص کے ایمان کی کیا کیفیت ہوگی جو صبح سے شام تک علماءِ کرام کو گالیاں دیتا ہے اور اچھی بات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور درست موقف پر بھی ان کی مذمت کرتا ہے، یہ تو سب سے بری بات ہے، کیونکہ اہل علم کی شان میں گستاخی کرنا عام لوگوں کی مذمت کی طرح نہیں ہے، عام لوگوں کے بارے میں نکتہ چینی تو ان کی ذات تک ہوگی، مگر اہل علم پر نکتہ چینی علما پر نکتہ چینی ہی نہیں بلکہ جس (شریعت) کے وہ متحمل ہیں اس پر بھی جرح اور نکتہ چینی کے مترادف ہے۔

کیونکہ جب علما پر نکتہ چینی اور جرح ہوگی تو پھر لوگ ان کی بات کا یقین نہیں کریں گے، اس لیے ہر شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ کلام کے وقت زبان کا صحیح استعمال کرے اور مصلحت انگیز گفتگو کرے۔ اگر کسی کے بارے میں پوچھا بھی جائے تو غیبت کے بجائے یوں کہا جائے کہ ''اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائے'' لیکن وہ فضول باتوں میں زبان کو استعمال کرے گا تو یہ ایمان کے ناقص ہونے کی نشانی ہے، مگر انسان اس سے کافر نہیں ہو جائے گا، صرف اس کے ایمان میں کمی واقع ہوگی، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ بھلائی کی بات کرے یا خاموش رہے'' ایک محاورہ ہے کہ اگر بات کرنا چاندی ہے تو سکوت اختیار کرنا سونا ہے۔

ایسے ہی خاموشی کو حکمت سے تعبیر کیا گیا ہے ''خاموشی حکمت ہے مگر اس کو اختیار کرنے والے کم ہیں''، ایسے ہی خاموشی کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ ''جو شخص خاموشی اختیار کر گیا وہ نجات پا گیا'' اور جس نے کلام کی اس کے لیے خطرے کا امکان ہے، اس لیے ہر اس کام میں خاموشی اختیار کرنی چاہیے جس میں خاموش رہنا بہتر ہے۔

حدیث پاک کے فوائد:

1. مہمان کی عزت اور مہمان نوازی واجب ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا حکم ارشاد فرمایا ہے اور اس کو ایمان باللہ پر دلیل بنایا ہے۔

② مہمان نوازی کی مدت تین دن ہے، اس سے زیادہ مہمان پر صدقہ اور احسان ہوگا۔

③ مہمان کو میزبان پر تخفیف کرنی چاہیے تاکہ وہ میزبان کو گناہگار نہ کر دے کہ اُس کے پاس کچھ نہ ہو جو مہمان کو پیش کرے اور گناہگار ہو۔

④ شریعت مطہرہ مومنین کو آداب کی پابندی اور رعایت کی طرف دعوت دیتی ہے۔

⑤ شریعت مطہرہ صلہ رحمی کا درس دیتی ہے۔

⑥ شریعت لایعنی (بے ہودہ) گفتگو کو ترک کرنے کا درس دیتی ہے۔

⑦ پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا ایمان کی علامت ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میزبان کے لیے دعا کرنا

89۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰه عنه أن رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ زَارَ أَهْلَ بَيْتٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَطَعِمَ عِنْدَهُمْ طَعَامًا، فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَّخْرُجَ أَمَرَ بِمَكَانٍ مِنَ الْبَيْتِ فَنُضِحَ لَهُ عَلٰى بِسَاطٍ، فَصَلّٰى عَلَيْهِ وَدَعَا لَهُمْ.[1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "رسول کریم ﷺ انصار میں سے کسی کے گھر گئے، ان کے ہاں کھانا تناول فرمایا، جب واپسی کا ارادہ کیا تو گھر کی کسی جگہ میں مصلیٰ بچھانے کا حکم دیا، تو ایک چٹائی چھینٹے مار کر (صاف کرنے کے بعد) بچھا دی گئی، تو آپ ﷺ نے اس پر نماز پڑھی اور ان کے لیے دعا کی۔"

تشریح:

زیارت کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ زیارت کے لیے آنے والے کو جو بھی میسر ہو کھلایا جائے۔ یہ عمدہ اخلاق کی نشانی ہے۔ اس سے دوستی اور محبت پکی ہوگی۔ اس کے علاوہ جب زیارت کے لیے آنے والی کی عزت وتکریم ہوگی اور اس کو کھانا کھلایا جائے گا تو پھر وہ ان کے لیے برکت کی دعا کرے گا۔[2]

حدیث میں جو کسی انصاری صحابی کے گھر جانے کا ذکر ہے، یہ عتبان بن

---

1. صحيح البخاري، رقم الحديث [5730]
2. شرح صحيح البخاري لابن بطال [275/9]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مالک کا گھر تھا۔ "طَعِمَ" کا مطلب ہے آپ ﷺ نے ان کے ہاں کھانا کھایا۔
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا ﴾ [الأحزاب: 53]

"پھر جب کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ۔"

"طَعِمَ" کا معنی چکھنا بھی ہوتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَ مَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ﴾ [البقرة: 249]

"اور جس نے اسے نہ چکھا تو بے شک وہ مجھ سے ہے۔"

"فَنُضِحَ" چھینٹے مارے گئے۔ یہ لفظ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے جس کی پاکی اور ناپاکی میں شک ہو، اور یہ بھی کہا گیا ہے اس نے اس پر پانی بہایا تو پھر "نَضَحَ" کا معنی دھونا ہوگا۔

"عَلٰی بِسَاطٍ" بساط کا معنی چٹائی ہے، جس طرح کہ دوسری حدیث میں ہے۔

"دَعَا لَهُمْ" زیارت کے لیے آنے والا جب اہل خانہ کے ہاں کھائے پیے تو پھر ان کے لیے دعا بھی کرے۔[1]

حدیث پاک کے فوائد:

1. جو بھی میسر ہو زیارت کے لیے آنے والے کو کھلانا چاہیے اور اس کی عزت کرنی چاہیے۔
2. زیارت کے لیے آنے والے کو چاہیے کہ جس کی زیارت کے لیے گیا ہے اس کے لیے دعا کرے۔
3. زیارت کے لیے آنے والا میزبان کے لیے اچھے الفاظ استعمال کرے۔

[1] عمدة القاري شرح صحيح البخاري [272/32]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مہمان نوازی کتنے دن تک ہے؟

90۔ عن أبي شريح العدوي قال: سَمِعَتْ أُذُنَايَ، وَأَبْصَرَتْ عَيْنَايَ حِينَ تَكَلَّمَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: « مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ جَائِزَتَهُ » قَالَ: مَا جَائِزَتُهُ يَا رَسُولَ اللّٰه؟ قَالَ: « يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ، وَالضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ، فَمَا كَانَ وَرَاءَ ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ عَلَيْهِ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ »[1]

حضرت ابو شریح عدوی رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے کانوں نے سنا اور میری آنکھوں نے دیکھا جب اللہ کے پیغمبر ﷺ یہ کلام کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ رب العزت اور آخرت پر یقین رکھتا ہو وہ پڑوسی کی عزت کرے، جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کی جائز عزت و تکریم کرے۔ ابو شریح نے فرمایا: جائز کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا: ''ایک دن اور رات، اور ضیافت تین دن ہوتی ہے'' تین دن کے بعد مہمان کو کھلانا اس پر صدقہ ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔''

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5673] صحيح مسلم، رقم الحديث [48]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریح:

مہمان کی مہمان نوازی کرنا واجب ہے اور مذکورہ بالا احادیث مہمان کی توقیر کا تقاضا کرتی ہیں۔

ضیافت کیا ہے؟

ایک دن اور رات اہتمام کے ساتھ مہمان نوازی کرنا اور جو بھی ممکن ہو اسی طرح کا معاملہ کرنا اور نیکی کرنا، لیکن دوسرے اور تیسرے دن جو بھی میسر ہو وہ کھلائے اور زیادہ تکلف نہ کرے۔ عام معمول کے مطابق جو خود کھاتا ہے وہ مہمان کو بھی کھلائے۔ تین دن کے بعد مہمان کو کھلانا اس پر صدقہ کرنا ہے، اگر چاہے تو تین دن کے بعد مہمان نوازی کرے اور چاہے تو چھوڑ دے۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: «لَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يُقِيمَ عِنْدَهُ حَتّٰى يُؤْثِمَهُ» کہ مہمان کے لیے جائز نہیں کہ میزبان کے پاس تین دن سے زیادہ رہے کہ میزبان کو گناہ میں واقع کر دے، کیونکہ ہوسکتا ہے میزبان مہمان کے زیادہ عرصہ ٹھہرنے کی وجہ سے اس کی غیبت کر دے یا کوئی نقصان کا سوچ لے یا ایسا گمان قائم کر لے جو ناجائز ہے، جبکہ گمان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ ﴾

[الحجرات: 12]

''بہت سے گمان سے بچو، یقیناً بعض گمان گناہ ہیں۔''

یہ تمام چیزیں تین دن قیام کرنے کے بعد میزبان کی مرضی کے بغیر رہنے سے متصور ہوں گی، اگر میزبان تین دن سے زیادہ رہنے کو کہتا ہے تو پھر زیادہ دن رہنے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ منع اس لیے کیا گیا ہے کہ میزبان گناہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں واقع نہ ہوجائے، اب چونکہ میزبان کو تنگ کرنے کی صورت باقی نہیں رہی، اس لیے یہ جائز ہے، پھر بھی اگر پتا نہ چل سکے کہ میزبان خوشی سے رہنے کو کہہ رہا ہے یا رسمی طور پر تو پھر میزبان کی اجازت ضروری ہوگی۔

نبی ﷺ کے فرمان:

«مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ»

''جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔''

میں صراحت اور وضاحت ہے کہ انسان کو وہ بات نہیں کہنی چاہیے جس میں خیر اور بھلائی نہ ہو، کیونکہ یہ بے مقصد بات ہوگی اور بہترین اسلام یہ ہے کہ بے مقصد گفتگو کو ترک کر دیا جائے۔ بے مقصد باتوں سے رکنے کی یہ بھی وجہ ہے کہ فضول کلام حرام کی طرف لے جاتی ہے۔[1]

حدیث پاک کے فوائد:

1. مہمان کا اکرام واجب ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے اور اسے ایمان کی علامت بتایا ہے۔
2. مہمان نوازی کی مدت تین دن ہے۔ تین دن سے زائد صدقہ اور احسان ہوگا۔
3. مہمان کو میزبان کے پاس اتنا نہیں ٹھہرنا چاہیے کہ وہ گناہگار ہوجائے اور جائز ضیافت بھی نہ کر سکے۔
4. شریعت مومنوں کو آداب کی رعایت کا درس دیتی ہے۔
5. بے مقصد گفتگو کو ترک کر دینا چاہیے۔

[1] شرح صحيح مسلم للنووي [31/12]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سفر کے آداب

91۔ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ يَوْمَ الْخَمِيسِ وَكَانَ يُحِبُّ أَنْ يَخْرُجَ يَوْمَ الْخَمِيسِ.[1]

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''نبی کریم ﷺ جمعرات کے دن غزوۂ تبوک کے لیے نکلے اور آپ ﷺ جمعرات کے دن نکلنا پسند فرماتے تھے۔''

صحیحین (بخاری و مسلم) کی ایک روایت میں ہے کہ اکثر اوقات آپ ﷺ جمعرات کے روز ہی نکلتے تھے، دوسرے دنوں میں بہت کم سفر کے لیے نکلتے۔

92۔ وعن صَخْرِ بْنِ وَدَاعَةَ الغامدي رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِأُمَّتِي فِي بُكُورِهَا» وَكَانَ إِذَا بَعَثَ سَرِيَّةً أَوْ جَيْشًا بَعَثَهُمْ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ، وَكَانَ صَخْرٌ تَاجِرًا، وَكَانَ يَبْعَثُ تِجَارَتَهُ أَوَّلَ النَّهَارِ، فَأَثْرِيَ وَكَثُرَ مَالُهُ»[2]

صخر بن وداعہ غامدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! میری امت کے لیے پہلے پہر (صبح کے وقت) میں برکت عطا فرما۔ جب آپ ﷺ کوئی لشکر بھیجتے تو دن کے پہلے

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2949]
[2] سنن أبي داود، رقم الحديث [2606]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہر میں بھیجتے۔ حضرت صخر رضی اللہ عنہ تاجر تھے اور تجارت کا سامان دن کے پہلے پہر بھیجتے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بڑے مالدار ہو گئے۔''

تشریح:

انسان اپنا علاقہ چھوڑ کر دوسرے علاقے کی طرف جائے تو اس کو سفر کہتے ہیں، کیونکہ یہ اِسفار سے لیا گیا ہے جس کا معنی نکلنا اور خروج ہے۔

انسان کو ایسے اوقات میں سفر کرنا چاہیے جن میں سفر مناسب بھی ہو اور آسان بھی، ایسے ہی ہفتے کے آخر میں سفر کرنا چاہیے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے کہ جمعرات کے روز سفر کرتے، کبھی کبھار دوسرے دنوں میں بھی سفر کرتے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آخری سفر حجۃ الوداع میں ہفتے کے دن نکلے، لیکن غزوہ کے لیے ہمیشہ جمعرات کو نکلتے، اس میں کیا حکمت ہے؟ وہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔ جمعرات ایسا دن ہوتا ہے کہ اعمال اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھائے جاتے ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پسند فرماتے تھے کہ ان کے اعمال جمعرات کو اللہ پر پیش ہوں اور غزوہ کے لیے سفر کرنے کی حالت میں پیش ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دن کے شروع حصے میں سفر کے لیے نکلنے کو پسند فرماتے، کیونکہ بسا اوقات اچانک انسان کا سفر لمبا ہو جاتا ہے، یعنی وقت زیادہ صرف ہو جاتا ہے اور سامانِ خور و نوش تھوڑا ہوتا ہے تو پھر انسان پریشان ہو جاتا ہے۔

یہ ان سفروں کی بات ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں کیے جاتے تھے کہ اس زمانے میں لوگ پیدل اور جانوروں پر سفر کرتے، لیکن آج کل کے سفر میں نہ پہلے پہر سفر کرنے میں مشقت ہوتی ہے اور نہ آخری وقت میں مشقت ہے کیونکہ آج کے دور میں سفر کاروں اور بسوں وغیرہ پر کیے جاتے ہیں، بہر حال پھر بھی جمعرات کے دن سفر کرنا اور پہلے پہر نکلنا افضل ہے، اگر جمعرات کو نہ نکل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکے یا پہلے پہر نہ نکل سکے تو کوئی حرج بھی نہیں ہے۔

حضرت صخر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے اللہ! میری امت کے لیے ان کے پہلے پہر میں برکت فرما۔''

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے پہر میں اللہ سے برکت کی دعا کی ہے کیونکہ یہ کام شروع کرنے کا وقت ہوتا ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴾ [النبا: 11]

''اور ہم نے دن کو روزی کمانے کے لیے بنایا۔''

جب انسان شروع دن میں کام کا آغاز کرے گا تو اس میں برکت ہوگی، اور اس کا مشاہدہ بھی کیا گیا ہے کہ شروع دن میں شروع کیے گئے کام میں برکت ہوتی ہے، لیکن افسوس کہ ہم اکثر پہلے ٹائم سو جاتے ہیں اور دن چڑھے بیدار ہوتے ہیں جب برکت والا وقت ختم ہوجاتا ہے۔ عام لوگ کہتے ہیں کہ کام کرنے کا وقت صبح کا وقت ہی ہوتا ہے بعد میں تھکاوٹ اور سستی چھا جاتی ہے۔

حضرت صخر رضی اللہ عنہ اپنا سامانِ تجارت دن کے شروع حصہ میں بھیجتے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت کی وجہ سے ان کا مال بہت زیادہ ہوگیا۔

حدیث پاک کے فوائد:

جمعرات کو سفر کرنا مستحب ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رات کو اکیلا سفر کرنا

93۔ عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول اللهﷺ «لَوْ أَنَّ النَّاسَ يَعْلَمُوْنَ مِنَ الْوَحْدَةِ مَا أَعْلَمُ، مَا سَارَ رَاكِبٌ بِلَيْلٍ وَحْدَهُ» ❶

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''اگر لوگ اکیلا سفر کرنے کا نقصان جان لیں جو میں جانتا ہوں تو سوار کبھی رات کو اکیلا سفر نہ کرے۔''

94۔ وعن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جدّه رضي الله عنه قال: قَالَ رَسول اللهﷺ «اَلرَّاكِبُ شَيْطَانٌ، وَالرَّاكِبَانِ شَيْطَانَان، وَالثَّلَاثَةُ رَكْبٌ» ❷

حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''ایک سوار شیطان ہے، دو بھی شیطان ہیں اور تین سوار ایک قافلہ ہے۔''

95۔ وعن أبي سعيد وأبي هريرة رضي الله عنهما قالَا: قَالَ رَسول اللهﷺ: «إِذَا خَرَجَ ثَلَاثَةٌ فِي سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوْا أَحَدَهُمْ» ❸

حضرت ابو سعید خدری اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [2998]

❷ سنن أبي داود، رقم الحديث [2607] صحيح الجامع، رقم الحديث [3524]

❸ سنن أبي داود، رقم الحديث [2608] صحيح الجامع، رقم الحديث [500]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب تین آدمی سفر کے لیے نکلیں تو ایک کو امیر بنالیں۔''

تشریح:

انسان کو اکیلے سفر نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اپنے ساتھ کسی کو رکھنا چاہیے، اس لیے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

''اگر لوگ جان لیں کہ تنہائی کا نقصان کیا ہے تو سوار کبھی تنہا سفر نہ کرے۔''

یعنی انسان کے لیے مناسب نہیں کہ وہ تنہا سفر کرے، کیونکہ ہوسکتا ہے وہ راستے میں بیمار ہوجائے، بے ہوش ہو جائے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی خطرات ہیں تو کوئی اس کے ساتھ ہونا چاہیے جو اس کے بارے میں خبر دے۔

حضرت عمرو بن شعیب کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''ایک سوار شیطان ہوتا ہے اور دو سوار بھی شیطان ہوتے ہیں، البتہ تین ہوں تو وہ قافلہ متصور ہوگا۔''

اس سے بھی پتا چلا کہ تنہا بھی نہیں نکلنا چاہیے اور دو کا سفر کرنا بھی خطرے سے خالی نہیں، البتہ تین اکٹھے سفر کر سکتے ہیں، اِس میں کوئی حرج نہیں۔ دو آدمیوں کا سفر کرنا ایسے راستے پر ممنوع ہے جہاں کوئی آنے جانے والا نہ ہو اور راستہ ویران ہو، کیونکہ ہوسکتا ہے شیطان ان کو ورغلائے اور کسی گناہ میں واقع کردے۔

مسافر سفر میں کسی کو اپنا امیر بنالیں جو انھیں معاملات میں اچھی تدبیر دے۔ وہ امیر انھیں حکم دے کہ اب بیٹھنا چاہیے، اب وضو کرلیں، اب سفر شروع کریں اور اب رات کا کھانا تناول کرنا چاہیے وغیرہ وغیرہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ اگر امیر کوئی نہ ہوگا تو ہر بندہ اپنی اپنی رائے دے گا اور اختلافِ رائے کی بنا پر فساد کا بھی خطرہ ہے اور جب امیر بنا لیں گے تو پھر اس کے حکم کی اطاعت بھی کریں گے۔ سفر میں وہ امیر ہے لہٰذا سفری معاملات میں اس کے ماتحت لوگ اس کی اطاعت کے مکلّف ہیں، دوسرے معاملات یعنی جو انسان کے ساتھ خاص ہیں ان میں امیر کی اطاعت ضروری نہیں ہوگی، بلکہ اس میں مشاورت سے کام لیا جائے گا، جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾

[آل عمران: 159]

''سو ان سے درگزر کر اور ان کے لیے بخشش کی دعا کر اور کام میں ان سے مشورہ کر۔''

تو مخفی اور مصلحت والے افعال میں امیر کو دوسروں سے مشورہ کرنا چاہیے، مگر واضح امور میں اسے مشورہ کی ضرورت نہیں، جس طرح چاہے کہہ دے، مثلاً اب یہاں اتر کر نماز پڑھ لیں، وغیرہ وغیرہ۔

حدیث پاک کے فوائد:

1. انسان کو سفر میں اپنے ساتھ کسی کو رکھنا چاہیے۔
2. جماعت اور کثیر لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہیے۔
3. مسافروں کو اپنے میں سے ایک کو امیر بنا کر سفر کرنا چاہیے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رات کو سفر کرنا بہتر ہے

96۔ عن أنسٍ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «عَلَيْكُمْ بِالدُّلْجَةِ، فَإِنَّ الْأَرْضَ تُطْوَى بِاللَّيْلِ»❶

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''اندھیرے کو لازم پکڑو (رات کو سفر کیا کرو) کیونکہ زمین رات کو لپیٹ دی جاتی ہے۔''

97۔ وعَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ رضي الله عنه قَالَ: كَانَ النَّاسُ إِذَا نَزَلُوا مَنْزِلًا تَفَرَّقُوا فِي الشِّعَابِ وَالْأَوْدِيَةِ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «إِنَّ تَفَرُّقَكُمْ فِي هٰذِهِ الشِّعَابِ وَالْأَوْدِيَةِ إِنَّمَا ذٰلِكُمْ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَلَمْ يَنْزِلُوا بَعْدَ ذٰلِكَ مَنْزِلًا إِلَّا انْضَمَّ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ»❷

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب لوگ کسی جگہ پڑاؤ ڈالتے تو مختلف گھاٹیوں اور وادیوں میں بکھر جاتے، تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''تمھارا یہ الگ الگ ہوجانا شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ پھر اس کے بعد وہ کسی جگہ پڑاؤ ڈالتے تو ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ رہتے۔''

❶ سنن أبي داود، رقم الحديث [2571] صحيح الجامع، رقم الحديث [4064]

❷ سنن أبي داود، رقم الحديث [2608]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریح:

نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو رات کو سفر کرنے کی تلقین کی اور بتایا کہ رات کو زمین سکڑ جاتی ہے، یعنی رات کو تھوڑے وقت میں زیادہ فاصلہ طے کر لیا جاتا ہے۔

سفر کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ جب کسی جگہ اتریں اور پڑاؤ ڈالیں تو سارے لوگ بکھر نہ جائیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم متفرق ہو جایا کرتے تھے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''پڑاؤ میں تمھارا الگ الگ ہو جانا شیطان کی طرف سے ہے۔'' اس کے بعد صحابہ ایک دوسرے کے ساتھ رہتے۔ یہ حفاظت اور قوت کا سبب ہے، کیونکہ اگر رات کو دشمن حملہ کر دے تو اگر ایک جگہ اکٹھے ہوں گے تو مدافعت ممکن ہوگی، وگرنہ تنہا تنہا ہونے کی صورت میں ناکام ہو جائیں گے۔

حدیث پاک کے فوائد:

1. کسی جگہ پڑاؤ ڈالنا ہو تو الگ الگ نہیں ہونا چاہیے۔
2. رات کو سفر کرنا افضل ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانوروں پر شفقت

98۔ عن سَهْلِ بْنِ عَمْرٍو -رضي الله عنه- قَالَ: مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِبَعِيْرٍ قَدْ لَحِقَ ظَهْرُهُ بِبَطْنِهِ، فَقَالَ: «اِتَّقُوْا اللّٰهَ فِيْ هٰذِهِ الْبَهَائِمِ الْمُعْجَمَةِ فَارْكَبُوْهَا صَالِحَةً، وَكُلُوْهَا صَالِحَةً» [1]

حضرت سہل بن عمرو سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک اونٹ کے پاس سے گزرے جس کی پیٹھ پیٹ سے لگی جا رہی تھی (وہ انتہائی کمزور تھا) تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ان بے زبانوں چوپایوں کے بارے میں اللہ سے ڈر جاؤ، ان پر اچھی حالت میں سوار ہو اور ان کو کھاؤ، اس حال میں کہ یہ اچھے ہوں۔''

99۔ وعن أنس رضي الله عنه قَال: «كُنَّا إِذَا نَزَلْنَا مَنْزِلًا، لَا نُسَبِّحُ حَتّٰى نَحُلَّ الرِّحَالَ» [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''جب ہم کسی جگہ پر اترتے تو کجاوے اتارنے سے پہلے نماز نہیں پڑھتے تھے۔''

تشریح:

یعنی ہم نوافل کی بہت پابندی کرتے اس کے باوجود سواری کا بھی مکمل خیال رکھتے اور اس غرض سے نوافل سے سواری کا خیال پہلے رکھتے کہ کہیں یہ

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [2548] صحيح الجامع، رقم الحديث [604]

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث [1728]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کمزور نہ ہو جائے، یا اس پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ہو اور وہ تھوڑی دیر کے لیے آرام کر لے۔

نبی کریم ﷺ نے چوپایوں پر بھی شفقت کرنے کا حکم دیا ہے اور انسان کے لیے ضروری ہے کہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور طاقت سے زیادہ ان پر بوجھ نہ ڈالے اور انھیں اچھا کھلائے پلائے۔

یہ بھی یاد رکھیں کہ جب جانور پر سواری یا سفر کرنا ہے تو صرف ایک بندہ بیٹھے۔ ہاں! اگر سواری طاقتور ہے تو پھر دو بھی بیٹھ سکتے ہیں، مگر کمزور ہونے کی صورت میں ایک کا بیٹھنا ہی جائز ہوگا، کیونکہ وہ دو کا بوجھ اٹھا نہیں سکتی، اس لیے یہ ناقابل برداشت مشقت ہوگی، جو ناجائز ہے، اور سواری بھی انسان کی طرح تھکتی ہے کیونکہ وہ بھی انسان کی طرح گوشت، ہڈیوں اور خون سے مرکب ہوتی ہے تو جب انسان زیادہ بوجھ ڈالنے کی وجہ سے تھک سکتا ہے تو پھر چوپائے بھی تھک سکتے ہیں، اسی لیے نبی کریم ﷺ نے ان کے بارے میں خدا خوفی سے کام لینے کی تلقین کی ہے اور جانوروں کو ان کا پورا حق دینے کا حکم دیا ہے۔

ایک دن نبی کریم ﷺ ایک انصاری آدمی کے باغ میں داخل ہوئے، جب وہاں پر موجود ایک اونٹ نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو وہ آپ ﷺ کے پاس آیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ وہ نبی کریم ﷺ سے اپنے مالک کی شکایت کرنے لگا تو اللہ کے رسول ﷺ نے پوچھا: ''اس اونٹ کا مالک کون ہے؟'' ایک انصاری آدمی آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ میرا اونٹ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''یہ اونٹ میرے سامنے شکایت کر رہا ہے کہ میرا مالک مجھے بھوکا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھتا ہے اور میری طاقت سے زیادہ مجھ پر بوجھ لادتا ہے۔"[1]

پھر نبی کریم ﷺ نے اس آدمی کو اونٹ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیا۔

یہ نبی کریم ﷺ کے معجزات میں سے ہے کہ بے زبان چوپائے بھی جب آپ کو دیکھتے تو اپنے مالکوں کے ظلم کی شکایت کرتے۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کی تائید کرتا ہے، چنانچہ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے کہ اس نے نبی کریم ﷺ کی تائید اس معجزے سے کی۔ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی اور رسول کو کچھ معجزات عطا فرمائے، جن کو اس نے اپنی نبوت کی تصدیق کے لیے لوگوں کے سامنے پیش کیا، تاکہ لوگ اس کی نبوت کی تکذیب نہ کرسکیں۔ کیونکہ جو شخص بھی آ کر کہتا کہ میں اللہ کا رسول ہوں، مگر اس کے پاس کوئی دلیل اور معجزہ نہ ہوتا تو لوگ اس کی تصدیق نہ کرتے، بنا بریں اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو معجزات عطا فرماتا ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ یہ سچے ہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے "البدایہ والنھایہ" میں ذکر کیا ہے کہ پہلے انبیاء کو جس طرح معجزات دیے گئے، رسول کریم ﷺ کو بھی ان کی مثل یا اُن سے بڑا معجزہ عطا کیا گیا۔

حافظ ابن کثیر نے اس کی بہت سی مثالیں اور بہت زیادہ شواہد ذکر کیے ہیں، قرآن کی مثل معجزہ پہلے کسی نبی ﷺ کو نہیں دیا گیا، اس لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((إنما الذي أوتيته وحي أوحاه الله إلي، فأرجوا أن أكون أكثرهم تابعا يوم القيامة))[2]

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [2449]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [7274] صحيح مسلم، رقم الحديث [152]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اللہ تعالیٰ نے مجھے قرآن مجید عطا فرمایا ہے، میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے پیروکار سب سے زیادہ ہوں گے۔"

کیونکہ قرآن مجید قیامت تک باقی رہنے والا ہے اور لوگ جب بھی اس کو پڑھیں گے ان کا اللہ تعالیٰ پر ایمان پختہ ہوگا، کیونکہ اس میں عظیم آیات ہیں جو نبی کریم ﷺ کے حق ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

حدیث پاک کے فوائد:

1. حیوانوں پر شفقت اور نرمی کرنی چاہیے۔
2. اللہ کے رسول ﷺ ہر ایک کے لیے رحمۃ للعالمین تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سواری کی نگہداشت

100۔ عَنْ أبي هريرة قال: قَالَ رسول اللهﷺ: «إِذَا سَافَرْتُمْ فِي الْخِصْبِ فَأَعْطُوا الْإِبِلَ حَظَّهَا مِنَ الْأَرْضِ، وَإِذَا سَافَرْتُمْ فِي السَّنَةِ فَأَسْرِعُوا عَلَيْهَا السَّيْرَ، وَإِذَا عَرَّسْتُمْ بِاللَّيْلِ فَاجْتَنِبُوا الطَّرِيقَ، فَإِنَّهَا مَأْوَى الْهَوَامِّ بِاللَّيْلِ» [1]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم سرسبز و شاداب زمین پر سفر کرو تو اونٹ کو اس کا حصہ دو، اور جب خشکی والی زمین پر سفر کرو تو وہاں سے اونٹ کی رفتار تیز کر دو، اور جب رات کو پڑاؤ ڈالو تو راستے میں پڑاؤ نہ ڈالو کیونکہ رات کے وقت راستہ کیڑے مکوڑوں کا ٹھکانا ہوتا ہے۔''

تشریح:

یہ حدیث سفر کے آداب پر مشتمل ہے۔ اس حدیث میں چوپایوں پر نرمی کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اگر سرسبز و شاداب زمین میں سفر کرنا ہو تو کم چلنا چاہیے اور اونٹ کو چرنے کے لیے چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ دوران سفر میں وہ زمین سے چر کر اپنا حصہ لے لے گا۔

اگر بنجر زمین پر سفر کرنا ہو تو پھر جلدی جلدی چلنا چاہیے تاکہ مقصد کو بھی حاصل کر لیں اور سواری میں واپسی کی طاقت بھی ہو۔ بنجر زمین میں آہستہ نہ

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث [1926]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چلیں، کیونکہ وہاں چرنے کے لیے کچھ بھی نہیں، اس لیے جب آہستہ چلیں گے تو اونٹ زیادہ وقت میں تھوڑا فاصلہ طے کرے گا اور بھوک محسوس کرے گا جس سے اس کو تکلیف ہوگی اور چارہ نہ ملنے کی صورت میں کمزور ہو جائے گا اور اس کی ہڈیوں کا گودا ختم ہو جائے گا، بسا اوقات کمزوری کی بنا پر جانور سفر میں ٹھہر بھی جاتا ہے۔

موطأ امام مالک میں اس حدیث کے شروع میں یہ الفاظ بھی ہیں: ((إن الله رفیق یحب الرفق)) یعنی اللہ نرمی کرنے والا ہے اور نرمی کو پسند فرماتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے جو مذکورہ بالا حدیث میں "عَرَّسْتُمْ" کا لفظ ارشاد فرمایا ہے، اہل لغت کہتے ہیں کہ "تعریس" رات کے آخری پہر میں نیند اور آرام کے لیے پڑاؤ ڈالنے کو کہتے ہیں۔ خلیل اور اکثر اہل لغت یہ معنی کرتے ہیں، جبکہ ابو زید کہتے ہیں کہ دن اور رات کے جونسے وقت میں پڑاؤ ڈالا جائے اس کو "تعریس" کہیں گے۔

مگر اس حدیث میں خلیل وغیرہ کا موقف مراد ہے۔ یہ چلنے اور پڑاؤ ڈالنے کے آداب سے ہے کہ رات کو راستے میں پڑاؤ نہ ڈالا جائے کیونکہ کیڑے مکوڑے، زہریلے جانور اور درندے رات کو سہولت کے لیے راستے پر چلتے ہیں، اور اس وجہ سے بھی کہ دن میں مسافروں سے کوئی کھانے کی چیز گر جائے تو وہ اٹھا کر کھالیں، اس لیے اگر انسان راستے میں پڑاؤ ڈالے گا تو ہو سکتا ہے کوئی موذی جانور وہاں سے گزرے اور انسان کو تکلیف پہنچا دے، اس لیے رات کو اگر پڑاؤ ڈالنا ہو تو راستے سے الگ ہو کر پڑاؤ ڈالنا چاہیے۔[1]

[1] شرح مسلم للنووي [69/13]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث پاک کے فوائد:

① سفر میں مسافر سواری کا بھی خیال رکھے کیونکہ اس سے سواری کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

② ہر مصلحت میں نبی کریم ﷺ کی راہنمائی کو اختیار کرنا چاہیے، حتی کہ دنیاوی معاملات میں بھی جیسا کہ آپ ﷺ نے خطرہ کے باعث راستے میں پڑاؤ ڈالنے سے منع فرمایا۔

③ نبی کریم ﷺ کا فرمان: ''راستوں سے بچو'' یعنی ان میں پڑاؤ نہ ڈالو۔ یہ لوگوں کو خطروں سے محفوظ رکھنے کی وصیت ہے۔ اس کی ایک اور مثال یہ ہے کہ کاریں راستے میں چلتی ہیں اور انسان ان سے دور رہتا ہے تاکہ کچلا نہ جائے۔

④ نبی کریم ﷺ نے مسافروں کی اُن آداب کی طرف راہنمائی فرمائی ہے جن میں انسان اور حیوانوں کے لیے مصلحت ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سفر کی دعا

101۔ عن ابن عمر رضي الله عنهما أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا اسْتَوَى عَلَى بَعِيْرِهِ، خَارِجًا إِلَى سَفَرٍ؛ كَبَّرَ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: «سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِيْنَ، وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ، اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ فِيْ سَفَرِنَا هَذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى، وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى، اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا، واطْوِ عَنَّا بُعْدَهُ، اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْأَهْلِ، اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْأَهْلِ وَالْوَلَدِ» وَإِذَا رَجَعَ قَالَهُنَّ وَزَادَ فِيْهِنَّ: «آئِبُوْنَ، تَائِبُوْنَ، عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ» [1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول کریم ﷺ سفر کے لیے سواری (اونٹ) پر بیٹھتے تو تین مرتبہ "اللّٰہ أکبر" کہتے۔ پھر درج ذیل دعا پڑھتے: "سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِيْنَ، وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ، اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ فِيْ سَفَرِنَا هَذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى، وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى، اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا، واطْوِ عَنَّا بُعْدَهُ، اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث [1342]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ، اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْأَهْلِ وَالْوَلَدِ"

''پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے لیے اس (سواری) کو مسخر کیا ہے، ہم اس تک نہیں پہنچ سکتے تھے اور ہم اپنے رب کی طرف ہی لوٹ کر جانے والے ہیں۔ اے اللہ! ہم اپنے اس سفر میں نیکی اور تقویٰ کا سوال کرتے ہیں، اور ایسے اعمال کا جن کو تو پسند فرماتا ہے۔ اے اللہ! ہمارے اس سفر کو آسان فرما اور دوری کو ختم کر دے۔ اے اللہ! راستے میں تو ہی ساتھی ہے اور اہل خانہ میں تو ہی نائب ہے۔ اے اللہ! بے شک میں سفر کی تھکاوٹ، برے منظر اور گھر، اہل اور اولاد میں برا لوٹنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ جب واپس آتے تو یہ دعا پڑھتے اور ساتھ ان الفاظ کا اضافہ کرتے:

"آئِبُونَ، تَائِبُونَ، عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ" ''ہم لوٹنے والے ہیں، رجوع کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں اور اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں۔''

تشریح:

اس حدیث میں سفر سے متعلق بہت سے فوائد ہیں۔ یہ دعائیں دنیوی و اخروی مصالح کی طلب پر مشتمل ہیں جن سے سفر اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری پر مشتمل ہوگا۔

نبی مکرم ﷺ سفر کا آغاز اللہ اکبر سے کرتے تھے اور سفر کا اختتام بھی اللہ تعالیٰ کی ثنا اور حمد پر ہوتا تھا۔ پھر نبی مکرم ﷺ نے دعا میں جو یہ الفاظ فرمائے ہیں: «سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ، وَإِنَّا إِلٰى رَبِّنَا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَمُنْقَلِبُوْن ﴾ چونکہ رب ذو الجلال نے سواری کو انسان کے لیے مسخر کیا ہے، جو ساز و سامان اور انسان کو بھی ایک شہر سے دور دراز تک لے جاتی ہے، اس لیے ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر شکر اور نعمت کا اعتراف ہے۔

اب سواری میں اونٹ، بحری جہاز، ہوائی جہاز اور تمام قسم کی گاڑیاں شامل ہیں۔نوح علیہ السلام نے اپنے ساتھ کشتی میں سوار ہونے والوں سے کہا:

﴿ وَ قَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَ مُرْسٰهَا اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [هود: 41]

''اور اس نے کہا اس میں سوار ہو جاؤ، اللہ کے نام کے ساتھ اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا ہے۔ بے شک میرا رب یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

یہ تمام سواریاں (کشتی، ہوائی جہاز، گاڑیاں) اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہیں، اس لیے انسان کو اللہ کی ان نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہیے، خصوصاً جب انسان اس نعمت (سواری) کا استعمال کرے تو اس وقت کسی صورت بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں بھولنا چاہیے۔

﴿ وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِيْن﴾ اس جملے میں انسان اپنی بے بسی اور محتاجی کو ظاہر کر رہا ہے کہ اے اللہ! یہ سواری تیرے تسخیر کرنے ہی سے ہمارے لیے باعثِ راحت بنی ہے، ورنہ ہم بڑے کمزور ہیں، ہم میں اتنی طاقت اور ہمت نہیں کہ ہم ان سے فائدہ اٹھا سکیں، تو نے حیوانات کو ہمارے لیے مسخر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو سواریوں کی صنعت کاری کا فن عطا فرمایا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ عَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ﴾ [الأنبياء: 80]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور ہم نے اسے تمھارے لیے زرہ بنانا سکھایا، تاکہ وہ تمھاری لڑائی سے تمھارا بچاؤ کرے۔ تو کیا تم شکر کرنے والے ہو؟''

انسان کو اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر شکر گزار ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ستر ڈھانپنے کے لیے لباس بنانا سکھایا۔ جنگ کے آلات اور زرہیں وغیرہ بنانے کی مہارت عطا کی ۔ اس کے علاوہ انسان کو بحری جہاز ، ہوائی جہاز اور گاڑیاں بنانے کا فن عطا کیا، اور ہر وہ چیز بنانی سکھادی جس سے انسان کو نفع پہنچتا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے لوہے کو اتارا جس میں لوگوں کے لیے مختلف منافع ہیں۔ اس کے باوجود اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے بجائے تکبر اور نافرمانی کرتے ہیں۔

« وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ » اس میں دنیا کے سفر سے آخرت کے سفر کے لیے نصیحت ہے ۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے پہلے مخلوقات کو پیدا کیا ہے تو دوبارہ مرنے کے بعد بھی انھیں پیدا کرے گا تاکہ جنھوں نے برے عمل کیے، انھیں ان کی سزا دے اور نیک اعمال سرانجام دینے والوں کو عمدہ بدلہ دے۔

دعا کے ان الفاظ: « اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ فِي سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى، وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى » میں اللہ تعالیٰ سے نیکی کا سوال ہے، اور ان تمام نیک اعمال کا جو معبود باری تعالیٰ اور مخلوقات سے متعلق ہیں۔ نیز تقویٰ کا سوال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور ناراضی سے ان اعمال کے ترک کرنے کے ساتھ بچنا، جنھیں رب ذوالجلال ناپسند فرماتا ہے۔

اس دعا میں اطاعت اور قربت الٰہی والے اعمال کا ذکر اور ان کا سوال ہے۔ اگر سفر میں اس دعا میں شامل اعمال کو مدنظر رکھا جائے تو سفر نفع بخش اور مبارک ہوگا، چنانچہ نبی کریم ﷺ کے تمام سفر اس کی عمدہ ترین مثالیں ہیں۔

پھر « اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا، وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهُ » کے الفاظ سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سفر کی تھکاوٹ سے پناہ اور آسانی کا سوال ہے، کیونکہ سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے، اس لیے ان الفاظ میں آسانی اور مسافت کی کمی کا سوال ہے اور غموں اور چلنے کی مشقت میں آسانی اور نرمی کا سوال ہے کہ اللہ سفر کی مشقت سے بچائے اور سفر کو آسان فرمائے اور اس میں برکت فرمائے اور راستے کے خوف، دل کی گھبراہٹ اور اس کے علاوہ سفر کے دیگر خطرات سے محفوظ فرمائے۔

کتنے ہی ایسے سفر ہیں جن کی مسافت کئی کئی ہفتے اور مہینے ہے مگر اللہ تعالیٰ سفر کو مسافر کے لیے آسان بنا دیتا ہے اور کتنے ہی ایسے سفر دیکھنے میں آئے ہیں کہ مسافت تو تھوڑی ہے مگر مسافر تھک ہار جاتا ہے، تو یہ سب آسانی پیدا فرمانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

اسی لیے آسانی کے سوال کو پختہ کرنے کے لیے آگے درج ذیل الفاظ ذکر کیے گئے ہیں: « اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ » کہ اللہ سفر کی صعوبت اور مشقت سے پناہ دے۔ « وَكَآبَةِ الْمُنْظَرِ » اور غموں اور دکھوں سے محفوظ رکھ۔ « وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْأَهْلِ وَالْوَلَدِ » اور ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ ہم اپنے پیچھے مال، اہل و اولاد چھوڑ کر آئے ہیں تو ان کی حفاظت فرما اور جب ہم ان کی طرف واپس لوٹ کر آئیں تو ہم سلامت و خوش ہوں، اور ہم پر بھی اور ہمارے اہل و عیال پر بھی تیری بے پناہ نعمتیں ہوں۔

سفر سے واپس آتے ہوئے بھی مسافر یہی دعا پڑھے، البتہ واپسی پر چند الفاظ کا اضافہ سکھایا گیا ہے درج ذیل ہیں:

"آئِبُوْنَ، تَائِبُوْنَ، عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ" یعنی اے اللہ! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ جب ہم سفر سے واپس آئیں تو توبہ، عبادت اور تیری تعریف و حمد بیان کرنا ہمارا شعار ہو، اور جس طرح ہمارے سفر کی ابتدا تیری تعریف سے ہوئی تھی،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح خاتمہ بھی تیری اطاعت پر ہو۔ اسی لیے رب تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا﴾ [الإسراء: 80]

''اور کہہ اے میرے رب! داخل کر مجھے سچا داخل کرنا اور نکال مجھے سچا نکالنا اور میرے لیے اپنی طرف سے ایسا غلبہ بنا جو مددگار ہو۔''

یعنی بندے کے تمام سفر اور اس کا نکلنا اور داخل ہونا حق اور سچ پر مشتمل ہو اور سفر میں انسان اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیزوں میں مشغول ہو، جیسے توکل اور صعوبت پر صبر وغیرہ۔

اس دعا کے آخری حصے یعنی "لِرَبِّنَا حَامِدُوْن" میں رب تعالیٰ کی نعمت پر دوبارہ شکریہ اور اس کا اعتراف ہے جیسا کہ پہلے اعتراف کیا تھا۔ جس طرح عبادت کی توفیق ملنے یا کسی اچھے کام کے شروع کرنے پر انسان اعترافِ نعمت کرتا ہے تو ان الفاظ میں بھی اعترافِ نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ فضل کرنے والا ہے اور بھلائی بھی وہی عطا کرتا ہے اور اسباب مہیا کرنے والا بھی وہی ہے۔[1]

حدیث پاک کے فوائد:

1. اللہ تعالیٰ نے چوپائے ہمارے لیے مسخر کر دیے ہیں۔
2. چوپائے (سواری) پر سوار ہوتے وقت مسنون دعا پڑھنی چاہیے۔
3. ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہیے۔

[1] بهجة قلوب الأبرار [85]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوپر چڑھتے وقت اور اترتے وقت کا وظیفہ

102۔ عن جابرٍ رضي الله عنه قالَ: « كُنَّا إِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا، وَإِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا »[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ہم بلندی پر چڑھتے وقت اللہ اکبر اور اترتے وقت سبحان اللہ کہتے تھے۔''

103۔ وعن ابن عمر رضي الله عنهما قال: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ وَجُيُوشُهُ إِذَا عَلَوُا الثَّنَايَا كَبَّرُوا، وَإِذَا هَبَطُوا سَبَّحُوا.[2]

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے لشکر بلندی پر چڑھتے وقت اللہ اکبر اور اترتے وقت سبحان اللہ پڑھتے تھے۔''

104۔ وعنه قال: كان النبيُّ ﷺ إِذَا قَفَلَ مِنَ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ كُلَّمَا أَوْفَىٰ عَلَىٰ ثَنِيَّةٍ أَوْ فَدْفَدٍ كَبَّرَ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: « لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْر، آئِبُوْنَ، تَائِبُوْنَ، عَابِدُوْنَ، لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ، صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ »[3]

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''نبی مکرم ﷺ جب حج یا عمرے سے واپس آتے وقت ثنیہ پہاڑی پر چڑھتے یا، کسی بلندی پر تو تین مرتبہ

---

1. صحيح البخاري، رقم الحديث [2993]
2. سنن أبي داود، رقم الحديث [2599]
3. صحيح البخاري، رقم الحديث [2995] صحيح مسلم، برقم [1344]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ اکبر کہتے۔ پھر فرماتے: «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، آئِبُونَ، تَائِبُونَ، عَابِدُونَ، لِرَبِّنَا حَامِدُونَ، صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ» ''اللہ کے علاوہ کوئی الہ نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے بادشاہت اور اسی کے لیے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ہم رجوع کرنے والے، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، سجدہ کرنے والے اور اپنے رب کی تعریف بیان کرنے والے ہیں۔ اللہ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور اپنے بندے کی مدد کی اور اکیلے ہی لشکروں کو شکست سے دوچار کیا۔

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے: جب غزوات سے یا حج یا عمرے سے لوٹتے تو مذکورہ بالا دعا پڑھتے تھے۔

105۔ وعن أبي هريرة رضي الله عنه أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُسَافِرَ فَأَوْصِنِي، قَالَ: «عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالتَّكْبِيرِ عَلٰى كُلِّ شَرَفٍ» فَلَمَّا وَلَّى الرَّجُلُ قَالَ: «اَللّٰهُمَّ اطْوِ لَهُ الْبُعْدَ، وَهَوِّنْ عَلَيْهِ السَّفَرَ» [1]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول کریم ﷺ سے فرمایا: میں سفر کرنا چاہتا ہوں مجھے کوئی نصیحت کیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تقویٰ اختیار کرو اور ہر بلند جگہ پر چڑھتے وقت ''اللہ اکبر'' کہو۔ جب وہ شخص جانے لگا تو رسول کریم ﷺ نے اس کے لیے دعا کی: اے اللہ! اس کی مسافت کو کم کر دے اور اس کے سفر کو آسان کر۔''

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [3445]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریح:

سفر کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ جب بھی انسان کسی بلند جگہ پر چڑھے، جیسے پہاڑ، یا گاڑی پر سوار ہو تو ایک مرتبہ یا دو یا تین مرتبہ ''اللہ اکبر'' کہے۔ جب نشیبی زمین کی طرف اترے تو ایک مرتبہ یا دو یا تین مرتبہ ''سبحان اللہ'' کہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب انسان کسی بلند جگہ پر چڑھتا ہے تو اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے تو جب وہ اللہ اکبر کہے گا تو رب ذوالجلال کے سامنے اپنی انا پرستی اور بڑھائی کو ختم کر کے اللہ تعالیٰ کی بڑھائی اور کبریائی کا اعلان کرے گا اور نفس سے مخاطب ہو کر کہے گا کہ تو فخر نہ کر، تجھ سے بھی بلند و بالا ایک ذات ہے۔

اور جب کسی نشیبی زمین کی طرف اترتا ہے تو نیچے ہونا کمتری اور ذلت ہے، اس لیے جب انسان اترتے ہوئے سبحان اللہ کہے گا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کو میں ہر کمزوری والی چیز سے منزہ اور بَری سمجھتا ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے اوپر اور بلند ہے۔

کوئی اعتراض کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر اترتا ہے تو پھر ہر چیز سے بلند کیسے ہوا کیونکہ آسمانِ دنیا سے اوپر بھی کئی چیزیں ہیں تو اس صورت میں وہ اللہ سے اوپر ہی رہیں گی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آسمان دنیا پر اللہ تعالیٰ اترتا ہے، مگر کیسے اترتا ہے؟ ہم وہ کیفیت بیان نہیں کر سکتے اور نہ مثال ہی دے سکتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی چیز نہیں۔ ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ اس طرح اترتا ہے جس طرح اس کی شان کے لائق ہے، اس سے پستی لازم نہیں آتی۔

تو سفر کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ جب بھی کسی اونچی جگہ پر چڑھو تو اللہ اکبر کہو اور جب کسی وادی میں اترو تو سبحان اللہ کہو، کیونکہ نبی کریم ﷺ اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ اور سیرت سے یہی پتا چلتا ہے۔

ایسے ہی ہوائی جہاز میں سفر کرتے ہوئے جب بندہ پرواز کر رہا ہو تو اللہ اکبر کہے اور جب ایئر پورٹ پر اتر رہا ہو تو سبحان اللہ کہے، کیونکہ جس طرح زمین کی نشیبی جگہ سے بلندی پر چڑھتے ہوئے اللہ اکبر اور اترتے وقت سبحان اللہ کہنا ہے، ایسے ہی ہوا میں اوپر جاتے وقت اللہ اکبر اور نیچے اترتے وقت سبحان اللہ کہنا ہے۔

حدیث پاک کے فوائد:

① بلندی پر چڑھتے وقت اللہ اکبر کی صدا بلند کرنی چاہیے۔

② نشیب کی طرف آتے وقت سبحان اللہ کہنا چاہیے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن کی دعا مقبول ہوتی ہے

106۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: «ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَا شَكَّ فِيهِنَّ: دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ، وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ، وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلٰى وَلَدِهِ» [1]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "تین قسم کی دعاؤں کی قبولیت میں کوئی شک نہیں۔ ① مظلوم کی دعا۔ ② مسافر کی دعا۔ ③ والد کی دعا اولاد کے لیے۔"

تشریح:

① مظلوم کی دعا: اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی بندہ کسی کا مال ہتھیا لیتا ہے یا کسی بے قصور کو مارتا ہے یا گالی گلوچ کرتا ہے تو یہ ظلم ہے اور جب مظلوم ناحق مال لینے والے کے خلاف دعا کرے گا تو اللہ تعالیٰ ضرور مظلوم کی مدد فرمائیں گے۔ اگر کافر کے ساتھ ظلم کیا جائے اور وہ بددعا کرے تو اس کی بددعا بھی عنداللہ مقبول ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ عدل کو پسند فرماتے ہیں۔ اس سے کافر کے لیے محبت الٰہی ثابت نہیں ہوگی بلکہ یہ عدل کی پسندیدگی اور اس کے نفاذ کی دلیل ہے۔ اگر مظلوم کسی سے مدد کا مطالبہ کرتا ہے تو اس کی مدد کرنا ضروری ہے اور ظالم سے انصاف دلوانا لازمی ہے، کیونکہ مظلوم کی بددعا آسمانوں کو چیرتی ہوئی اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچتی ہے اور اللہ تعالیٰ مظلوم کی مدد فرماتے ہیں، اس

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [1536] صحيح الجامع، رقم الحديث [3031]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے مظلوم کی بد دعا سے بچنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ نے جب معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف گورنر بنا کر بھیجا تو آپ ﷺ نے وصیت کی:

«یا معاذ! اتق دعوة المظلوم فإنه لیس بینه و بین اللّٰه حجاب» [1]

''اے معاذ! مظلوم کی بد دعا سے بچ کر رہنا، کیونکہ مظلوم کی بد دعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا۔''

② مسافر کی دعا: مسافر جب اللہ تعالیٰ سے سفر کی آسانی یا اس کے علاوہ کوئی بھی دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی دعا کو قبول فرماتے ہیں۔ اس لیے سفر کے لمحات کو دعا کے لیے غنیمت سمجھنا چاہیے، اگر نیکی کے کسی کام کے لیے سفر کیا جا رہا ہو، مثلاً حج و عمرہ کے لیے، اعلائے کلمۃ اللہ یا علم حاصل کرنے کے لیے تو پھر دعا کی قبولیت کے زیادہ امکانات ہوتے ہیں، ایسے ہی مسافر کی دعا اکثر محتاجی کی دعا ہوتی ہے، تو محتاج آدمی جب دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرماتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ محتاج و مجبور کی دعا کو قبول فرماتا ہے۔

③ والد کی دعا: بعض احادیث میں اولاد کے لیے بد دعا کے لفظ آئے ہیں اور بعض میں اولاد کے لیے دعا کے الفاظ ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ اولاد کے لیے بد دعا ہو یا دعا؛ اللہ تعالیٰ دونوں کو قبولیت سے نوازتے ہیں۔ اولاد کے لیے اللہ تعالیٰ والدین کی دعا کو اس لیے قبول فرماتے ہیں کہ والدین شفقت اور رحمت کی وجہ سے اولاد کے لیے دعا کرتے ہیں تو جو رحم کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحم کرتا ہے، اس لیے رحم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو قبول فرما لیتے ہیں۔

اولاد کے لیے بد دعا کو بھی اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں، اس لیے کہ کوئی

---

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث [1496] صحیح مسلم، رقم الحدیث [19]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والد اپنی اولاد کے لیے ناحق بد دعا نہیں کرتا، صرف اسی وقت بد دعا کرتا ہے جب اولاد بد دعا کی مستحق ہو۔ تو جب مستحق ہونے کی صورت میں والد اولاد کے لیے بد دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی بد دعا کو قبول فرماتے ہیں۔

حدیث پاک کے فوائد:

1. مظلوم کی بد دعا سے بچنا چاہیے۔
2. سفر میں دعا مانگنی چاہیے۔
3. اولاد کے لیے والدین کی دعا قبول ہوتی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی جگہ بیٹھے تو کیا کہے؟

107۔ عن خولة بنت حکیم رضي اللّٰه عنها قالت: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: «مَنْ نَزَلَ مَنْزِلًا ثُمَّ قَالَ: أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ؛ لَمْ يَضُرَّهُ شَيْءٌ حَتّٰى يَرْتَحِلَ مِنْ مَنْزِلِهِ ذٰلِكَ» ❶

خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جو شخص کسی جگہ اترا، پھر اس نے یہ دعا پڑھی: «أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ» ''میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کے ساتھ ہر اس چیز کے شر سے پناہ چاہتا ہوں جو اس نے پیدا کی۔ تو اس جگہ سے کوچ کرنے تک کوئی چیز اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔''

تشریح:

اس حدیث میں کسی جگہ آرام کرنے کے لیے بیٹھنے کے وقت جو دعا پڑھی جاتی ہے، اس کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا کی درج بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان سفر میں کسی جگہ آرام کے لیے یا کھانے وغیرہ کے لیے بیٹھے اور «أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ» پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ تمام تکالیف سے اس کو بچا لیتے ہیں۔

❶ صحیح مسلم، رقم الحدیث [2708]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کلمات دو طرح کے ہیں: ① کلمات کونیہ۔ ② کلمات شرعیہ۔

کلمات کونیہ وہ ہیں جنھیں رب تعالیٰ لفظ ''کن'' سے تعبیر فرماتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ [یٰسٓ: 82]

''اس کا حکم تو، جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے، اس کے سوا نہیں ہوتا کہ اسے کہتا ہے: ''ہو جا'' تو وہ ہو جاتی ہے۔''

تو اللہ تعالیٰ کلمات کونیہ سے ہر تکلیف دہ چیز کو انسان سے دور کر دیتے ہیں۔ کلمات شرعیہ اللہ تعالیٰ کی وحی ہے، تو وحی (قرآن وحدیث) سے ہر قسم کے شر اور برائی سے حفاظت حاصل ہوتی ہے، اگر شر کے پہنچنے سے پہلے کلمات شرعیہ پڑھ لیے جائیں تو اللہ تعالیٰ شر کو انسان سے دور فرما دیتے ہیں۔ حدیث مبارک میں آیا ہے:

« من قرأ آيَةُ الْكرسي في لَيْلَة لَم يزل عليه من الله حافظ ولا يقربه شيطان حتى يصبح » [1]

''جس نے رات کو آیت الکرسی پڑھ لی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ اس کے لیے مقرر کر دیا جاتا ہے اور صبح تک شیطان اس کے قریب نہیں جاتا۔''

تکلیف پہنچ جانے کے بعد بھی اگر قرآن وحدیث (کلمات شرعیہ) سے دم کر دیا جائے تو مریض ٹھیک ہو جاتا ہے۔ ایک صحابی نے ایک قوم کے سردار کو، جس کو سانپ نے ڈسا تھا، سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تو وہ بالکل تندرست ہو گیا۔ [2]

---

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [2311]

❷ صحيح البخاري، رقم الحديث [2276] صحيح مسلم، برقم [2201]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ کلماتِ شرعیہ (قرآن وحدیث) شفا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [یونس: 57]

''اے لوگو! بے شک تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے عظیم نصیحت اور اس کے لیے سراسر شفا جو سینوں میں ہے اور ایمان والوں کے لیے سراسر ہدایت اور رحمت آئی ہے۔''

اس لیے اے مسلم بھائی! جب بھی کسی جگہ ستانے کے لیے یا کھانے وغیرہ کے لیے بیٹھو تو «أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ» پڑھ لیا کرو، پھر وہاں سے اٹھنے تک کوئی چیز تمھیں نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ ان شاء اللہ

حدیث پاک کے فوائد:

① درج بالا دعا کی اہمیت۔

② جو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو کافی ہو جاتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسافر کو گھر جلدی لوٹ آنا چاہیے

108۔ عن أبي هريرة رضي الله عنه أَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: «اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ، يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ، فَإِذَا قَضٰى أَحَدُكُمْ نَهْمَتَهُ مِنْ سَفَرِهِ؛ فَلْيُعَجِّلْ إِلٰى أَهْلِهِ» ❶

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے، جو مسافر کو اپنے کھانے، پینے اور نیند سے دور رکھتا ہے، لہٰذا جب کوئی سفر میں اپنے کام سے فارغ ہو جائے تو جلدی گھر واپس آجائے۔''

تشریح:

مسافر سفر کی حالت میں اپنے گھر والوں سے دور ہوتا ہے اور بسا اوقات بچے تعلیم کے لیے باپ کا سہارا لیتے ہیں، لہٰذا جب باپ گھر میں نہیں ہوتا تو بچے سکول نہیں جا سکتے، کیونکہ انھیں والد لے کر جاتا تھا، جو اَب گھر میں نہیں۔ کبھی کبھی بچے باپ سے کہتے ہیں کہ ابا جی! ہمارے لیے فلاں چیز لے کر آنا، جو بچوں کے لیے ضروری ہوتی ہے، تو اس طرح باپ کی واپسی تک وہ اس ضروری چیز سے محروم ہوتے ہیں، اسی لیے نبی ﷺ نے حکم دیا کہ مسافر ضرورت پوری کرنے کے بعد جلد گھر واپس آجائے۔

حدیث میں جو سفر کو عذاب کا ٹکڑا کہا گیا ہے تو اس سے مراد جسم اور ضمیر کا

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [1804] صحيح مسلم، رقم [1927]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عذاب ہے، یہ اس زمانے میں عذاب تھا جب لوگ اونٹوں پر سفر کرتے تھے، گرمی کے موسم میں سخت گرمی اور سردی کے موسم میں سخت سردی سے دوچار ہوتے تھے اور بڑی مشقت کا سامنا کرنا پڑتا تھا تو اس بنا پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے، جو مسافر کو کھانے، پینے اور نیند سے لطف اندوز نہیں ہونے دیتا۔'' کیونکہ وہ سفر میں ہوتا ہے اور عادت کے موافق نہ کھا سکتا ہے اور نہ پی ہی سکتا ہے، ایسے ہی نیند سے بھی وہ بیزار ہوتا ہے۔ اس لیے انسان سفر سے جلد گھر واپس آ جائے تاکہ راحت و آرام بھی حاصل کر لے اور بچوں کی تعلیم و تربیت بھی عمدہ طریقے سے سرانجام دے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان کا گھر میں رہنا باہر رہنے سے زیادہ فضیلت والا ہے، ہاں کسی مجبوری اور ضرورت کی بنا پر باہر رہنا بھی افضل ہوسکتا ہے، جیسے دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے یا جہاد کے لیے انسان کا گھر سے باہر رہنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ ضرورت کے بغیر انسان کا گھر رہنا کیوں افضل ہے؟ اس لیے کہ اہل خانہ کو گھر والے کی احتیاج اور ضرورت ہوتی ہے۔

اسی لیے جب مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ اور اس کی قوم کے بیس آدمی رسول کریم ﷺ کے پاس آئے اور تقریباً بیس راتیں مدینہ میں رہے، تو نبی کریم ﷺ نے محسوس کیا کہ اب یہ گھر جانا چاہتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«ارجعوا إلى أهليكم وأقيموا فيهم وأدّبوهم وعلموهم»

''اپنے گھروں کی طرف لوٹ جاؤ اور ان میں رہو اور گھر والوں کو ادب اور تعلیم سکھاؤ۔''

اس لیے انسان کو ضرورت سے زیادہ گھر سے باہر نہیں رہنا چاہیے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث پاک کے فوائد:

1. سفر سے جلد واپس گھر آ جانا چاہیے۔
2. کام (ضرورت) کے بغیر سفر نہیں کرنا چاہیے۔
3. گھر والوں کی خدمت انسان پر واجب ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دن کو گھر آنا چاہیے

109۔ عن جابر بن عبد اللہ یقول: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: «إِذَا أَطَالَ أَحَدُكُمُ الْغَيْبَةَ فَلَا يَطْرُقْ أَهْلَهُ لَيْلًا»[1]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب انسان زیادہ دنوں تک گھر سے باہر رہے تو پھر رات کے وقت گھر نہ آئے۔''

تشریح:

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص سفر سے واپس آئے تو رات کے وقت گھر میں داخل نہ ہو۔کون سے سفر سے واپسی پر رات کو گھر نہیں آنا چاہیے؟

حدیث مبارک میں اس کی وضاحت آ گئی ہے کہ «إِذَا أَطَالَ أَحَدُكُمُ الْغَيْبَةَ» یعنی جب لمبی دیر گھر سے باہر رہے تو پھر رات کو گھر نہیں آنا چاہیے۔ اگر صبح کو کسی کام کے لیے نکلا اور شام ہوگئی تو یہ شخص رات کو گھر آ سکتا ہے، کیونکہ حدیث میں زیادہ عرصہ گھر سے باہر رہنے والے کے لیے رات کو آنے کی ممانعت ہے۔

رات کو گھر آنے کی ممانعت کی کئی وجوہات ہیں:

① ایک وجہ یہ ہے کہ جب کوئی بندہ ایک عرصے کے بعد گھر واپس آتا ہے تو

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث [4946] صحیح مسلم، رقم الحدیث [715]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محلے والے، رشتے دار اس کی زیارت کرنے کے لیے اور حال احوال پوچھنے کے لیے گھر آتے ہیں، جب بندہ رات کو واپس گھر آئے گا تو محلے والے اس کے پاس آئیں گے اور گھر میں ایک ہجوم ہو جائے گا، جس سے گھر والوں کے آرام میں خلل پیدا ہوگا اور خود یہ بھی تھکاوٹ کی وجہ سے آرام کا طالب ہوگا لیکن لوگوں کی وجہ سے مجبور ہوگا۔ اگر دن کو آئے گا تو گھر والے بھی آرام میں ہوں گے اور خود یہ بھی رات کو آرام کی نیند سو سکے گا۔

② دوسری وجہ یہ ہے کہ ایک شادی شدہ آدمی جب سفر سے رات کو اطلاع کے بغیر گھر آئے گا تو ہوسکتا ہے اس کی ہمسفر اس وقت صاف ستھری نہ ہو اور پراگندہ حالت میں ہو تو اس سے اس کے خاوند کے دل میں نفرت پیدا ہوسکتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے حدیث میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے:

«كَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيبَةُ»[1]

"تا کہ پراگندہ بالوں والی اپنے آپ کو سنوار لے اور اپنی صفائی کر لے۔"

کیونکہ جب بیوی پراگندہ حالت میں ہوگی تو خاوند جب مباشرت کرے گا تو کراہت اور ناپسندیدگی کا اظہار کرے گا، اس لیے شریعت نے ہماری راہنمائی فرمائی ہے کہ رات کو گھر نہ آؤ اور آنے سے پہلے اطلاع کر دو، تا کہ زوجین کے درمیان نفرت سے بچا جا سکے۔

③ تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر خاوند رات کو گھر آئے تو ہوسکتا ہے کہ وہ بیوی کو ایسی حالت میں پائے جس کو وہ ناپسند کرتا ہو تو پھر ناچاکی اور نااتفاقی کا ایک طویل باب کھل جاتا ہے اور معاملہ طلاق تک پہنچ جاتا ہے۔ ایسے کئی واقعات کا مشاہدہ کیا جا چکا ہے، اس لیے ایسے وقت میں گھر آنا چاہیے

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [715]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس سے شریعت نے آگاہ کیا ہے۔

اس حدیث میں مودت اور محبت کی بھی ترغیب ہے، خصوصاً زوجین کے درمیان، کیونکہ شارع علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اطلاع دے کر گھر آئے تو جب اطلاع دے کر خاوند گھر آئے گا تو بیوی اس کے ناپسندیدگی والے کام چھوڑ کر اس کی مرضی والے کام کرے گی، جس سے دونوں کے درمیان محبت اور مودت میں اضافہ ہوگا۔ اس کے علاوہ اگر بیوی میں کوئی عیب والے کام ہیں تو خاوند کے اطلاع دینے پر عیب پر بھی پردہ پڑ جائے گا، اس لیے اطلاع کے بغیر رات کو گھر نہیں آنا چاہیے تاکہ بیوی سے کوئی نفرت دلانے والا کام نہ دیکھ لے۔ اگر خاوند بیوی کے لیے یہ احکامات ہیں تو دوسرے لوگوں کے لیے بطریق اولیٰ ایسے امور ضروری ہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عورت جن چیزوں سے زینت اختیار کرسکتی ہے، مثلاً استرا وغیرہ استعمال کرے تو یہ تخلیق کو بدلنے کے ضمن میں نہیں آئے گا، نیز اس بات کی بھی ترغیب دی گئی ہے کہ ایسی چیزوں کو ترک کر دینا چاہیے جو بدگمانی کا باعث بن سکتی ہوں۔

حدیث پاک کے فوائد:

1. مسافر سفر سے اطلاع دیے بغیر رات کو گھر واپس نہ آئے۔
2. ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ عورت زیب و زینت حاصل کرے اور خوبصورت بن جائے۔
3. جو آداب نبی کریم ﷺ نے سکھائے ہیں ان میں مومنین کے لیے مصلحت اور حکمت ہوتی ہے۔ اسی ادب ہی کو دیکھ لیں کہ اگر اس کی رعایت رکھی جائے تو خاوند بیوی کے درمیان کیسی الفت اور محبت پیدا ہوتی ہے اور ان کے دلوں کا تعلق کیسے مضبوط ہوتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سفر سے واپسی پر پہلے مسجد میں آنا چاہیے

110۔ عن كعب بن مالك رضي الله عنه أن رسولَ الله ﷺ كَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَرَكَعَ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ. ❶

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ”رسول کریم ﷺ جب سفر سے واپس آتے تو پہلے مسجد میں داخل ہوتے اور دو رکعتیں نماز ادا فرماتے۔“

تشریح:

جب انسان سفر سے واپس آئے تو گھر میں آنے کے بجائے پہلے مسجد میں جائے اور دو رکعتیں نماز ادا کرے۔ نبی کریم ﷺ کے قول اور فعل سے یہی ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ سفر سے واپس آتے تو پہلے مسجد میں جا کر دو رکعتیں ادا فرماتے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو ایک اونٹ فروخت کیا، تو جب قیمت لینے کے لیے آئے تو آپ ﷺ نے پوچھا: کیا مسجد میں جا کر دو رکعتیں پڑھی ہیں؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((ادخل المسجد وصل ركعتين)) ❷

”مسجد میں جا کر دو رکعتیں نماز پڑھو۔“

---

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [1088] صحيح مسلم، برقم [1339]

❷ صحيح البخاري، رقم الحديث [3087]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کا فعل وعمل بھی یہی ہے اور حکم وقول بھی، مگر آج بہت سے لوگ اس سنت سے غافل ہیں۔ اس غفلت کی دو وجہیں ہیں:

① یا تو لوگوں کو اس بات کا علم نہیں۔

② یا علم تو ہے مگر سستی کی بنا پر اس سنت سے غافل ہیں۔

مگر انسان کو اس سنت کو زندہ کرنا چاہیے اور شہر، گاؤں اور محلے میں پہنچ کر پہلے مسجد میں جا کر دو رکعتیں ادا کرے، پھر اس کے بعد گھر جائے۔

حدیث پاک کے فوائد:

جب کوئی سفر سے واپس آئے تو گھر جانے سے پہلے مسجد میں جا کر دو رکعتیں ادا کرے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلام کے آداب

111۔ عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال:
«يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِيْ، وَالْمَاشِي عَلَى الْقَاعِدِ، وَالْقَلِيْلُ عَلَى الْكَثِيْرِ» ❶

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''سوار، پیدل چلنے والے کو سلام کہے اور چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کہے اور تھوڑی جماعت زیادہ کو سلام کہے۔''

بخاری شریف کی روایت میں ہے:
«وَالصَّغِيْرُ عَلَى الْكَبِيْرِ» ❷
''چھوٹا بڑے کو سلام کہے۔''

تشریح:

سوار پیدل کو، پیدل بیٹھے ہوئے کو اور چھوٹا بڑے کو سلام کیوں کہے؟ اس میں حکمت کیا ہے؟

بعض اہل علم نے اس کی حکمت بیان فرمائی ہے کہ چھوٹا بڑے کو سلام اس لیے کہے کہ بڑا عزت اور تکریم کے لائق ہے، تو چھوٹا بڑے کو سلام کرے گا تو یہ بڑے کی عزت ہے اور ادب ہے، اس لیے چھوٹے کو سلام کا حکم دیا گیا ہے۔

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [6231] صحيح مسلم، رقم [2160]
❷ صحيح البخاري، رقم الحديث [5880]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راکب (سوار) پیدل چلنے والے کو سلام کہے گا تو اس کے دل میں تکبر و نخوت نہیں ہوگی اور سلام کہنا اس کی تواضع اور عاجزی پر دلالت کرے گا۔ چلنے والے بیٹھنے والے کو سلام کہے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ جب لوگ گھر میں ہوں تو باہر سے آنے والے کے لیے اجازت لینا اور ''السلام علیکم'' کہنا چاہیے تو ایسے ہی بیٹھنے والا گھر والے اور چلنے والا باہر سے آنے والے کے مشابہ ہوگا، جس طرح کوئی بغیر السلام علیکم کہے گھر نہیں آ سکتا، اسی طرح چلنے والا بیٹھے ہوئے لوگوں کو سلام کہے بغیر نہ جائے۔

تھوڑی جماعت زیادہ پر اس لیے سلام کہے کیونکہ زیادہ کا حق بڑا ہے، اس لیے حق کی بنا پر تھوڑے زیادہ کو سلام کہیں۔

سوال اگر بڑا چھوٹے کو، پیدل سوار کو، زیادہ بندے تھوڑی جماعت کو سلام کہیں تو کیا یہ حدیث کی مخالفت کے حکم میں ہوگا؟

جواب اس مخالفت سے انسان گناہ کا مستحق نہیں ٹھہرتا، البتہ افضل چیز کا تارک کہلائے گا۔

امام مازری رحمہ اللہ نے فرمایا:

''مستحب کو چھوڑنے سے کراہت لازم نہیں آتی، بلکہ افضل چیز کی مخالفت ہوگی۔ جس کو سلام کہنے کا حکم دیا گیا ہے، اگر وہ ابتدا نہیں کرتا اور دوسرا ابتدا کر دیتا ہے تو جس کو سلام کا حکم تھا اس نے مستحب کو چھوڑ دیا اور دوسرے نے سنت کو اپنایا۔ ایسے ہی اگر مامور بہ (جس کو حکم ہے) ابتدا کرتا ہے تو پھر مستحب کو چھوڑنے کا حکم دوسرے پر آئے گا کیونکہ سلام میں ابتدا کرنا مستحب ہے۔''[1]

[1] فتح الباري [19/11]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال اگر دو پیدل چلنے والے یا دو سوار آمنے سامنے آجائیں تو کون پہلے السلام علیکم کہے؟

جواب سابقہ حدیث سے معلوم ہوا کہ چھوٹا بڑے کو سلام کہے، اگر وہ عمر میں برابر ہیں اور ہر لحاظ سے وہ برابر ہیں تو پھر جو پہلے السلام علیکم کہے گا وہ دوسرے سے افضل ہے، کیونکہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

《وخيرهما الذي يبدأ بالسلام》[1]

''دونوں میں بہتر وہ ہے جو پہلے السلام علیکم کہے۔''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''دو پیدل چلنے والے جب اکٹھے ہوجائیں تو جو پہلے السلام علیکم کہہ دے وہ دوسرے سے افضل ہے۔''[2]

حدیث پاک کے فوائد:

① اسلام لوگوں کے ساتھ ادب سے پیش آنے کی راہنمائی کرتا ہے اور مومنین کے لیے نرم رویہ اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے، سوار کیونکہ اعلیٰ مرتبے پر ہوتا ہے، اس لیے وہ پیدل کو سلام کہے تاکہ اس کے دل میں تکبر گھر نہ کر جائے اور پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کہے۔

② چھوٹا بڑے کا احترام اور عزت کرے، زیادہ لوگوں (بڑی جماعت) پر تھوڑے لوگ (چھوٹی جماعت) سلام کرے۔

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6077]

[2] الأدب المفرد، رقم الحديث [994]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلام کے مسنون الفاظ

112۔ عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي ﷺ قَالَ: «لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ ﷺ قَالَ: اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلىٰ أُولٰئِكَ ۔نَفَرٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ جُلُوسٌ۔ فَاسْتَمِعْ مَا يُحَيُّوْنَكَ، فَإِنَّهَا تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ. فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَقَالُوْا: السَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، فَزَادُوْهُ: وَرَحْمَةُ اللّٰهِ» ❶

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے بیان فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو کہا: جاؤ اور جو فرشتوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی ہے ان کو سلام کہو اور کان لگا کر سنو یہ کیا جواب دیں گے؟ جو جواب دیں گے وہ تیرا اور تیری اولاد کا آپس کا تحفہ (سلام) ہوگا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جا کر کہا: ''السلام علیکم'' انھوں نے جواباً ''السلام علیکم ورحمة اللّٰه'' کہا اور آدم علیہ السلام کے الفاظ کے ساتھ ''رحمة اللّٰه'' کا اضافہ کیا۔''

تشریح:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک وقت میں انسان کالعدم تھا اور پیدائش سے قبل کچھ بھی نہیں تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [6227] صحيح مسلم، برقم [2841]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَّذْكُوْرًا﴾ [الدهر: 1]

''کیا انسان پر زمانے میں سے کوئی ایسا وقت گزرا ہے کہ وہ کوئی ایسی چیز نہیں تھا جس کا (کہیں) ذکر ہوا ہو؟''

تو پیدائش سے قبل بشر کچھ بھی نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بہت بڑی حکمت اور مقصد کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ اسی لیے جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنانے کا ارادہ کیا اور فرشتوں کو اس کی خبر دی تو انھوں نے جو جواب دیا، قرآن مجید نے وہ جواب بایں الفاظ نقل کیا ہے:

﴿ وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَ يَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ قَالَ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ﴾

[البقرة: 30]

''اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا بے شک میں زمین میں ایک جانشین بنانے والا ہوں۔ انھوں نے کہا کیا تو اس میں اس کو بنائے گا جو اس میں فساد کرے گا اور بہت سے خون بہائے گا اور ہم تیری تعریف کے ساتھ ہر عیب سے پاک ہونا بیان کرتے ہیں اور تیری پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ فرمایا بے شک میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔''

اس حدیث سے دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ فرشتوں کا جسم ہے۔ وہ بغیر اجسام کے صرف ارواح نہیں ہیں، کیونکہ وہ بیٹھے تھے اور بیٹھنے والا ایک جسم رکھتا ہے، اور نبی کریم ﷺ نے بھی جبریل کو اس کی اصل صورت میں دیکھا، اس کے چھ سو (600) پر تھے اور اس نے پورے افق کو ڈھانپا ہوا تھا۔[1]

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث [3232] صحیح مسلم، رقم الحدیث [174]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے معلوم ہوا کہ جبریل کا جسم ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [الفاطر: 1]

''سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، فرشتوں کو قاصد بنانے والا ہے، جو دو دو اور تین تین اور چار چار پروں والے ہیں، وہ (مخلوق کی) بناوٹ میں جو چاہتا ہے اضافہ کر دیتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کے جسم ہیں لیکن انھیں اللہ تعالیٰ نے ہم سے پوشیدہ رکھا اور غیبی مخلوق بنایا ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے جنات کو اجسام عطا کیے مگر وہ بھی غیبی مخلوق ہیں۔

کبھی کبھی فرشتے انسان کی صورت میں ظاہر ہو جاتے ہیں، جس طرح ایک مرتبہ جبریل علیہ السلام دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے[1] اور ایک مرتبہ اجنبی آدمی کی صورت میں آئے تھے۔ جبریل علیہ السلام پر نہ سفر کے آثار تھے اور نہ ہی صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے انھیں کوئی جانتا تھا، سفید کپڑے زیب تن تھے اور بال انتہائی سیاہ۔ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر اسلام، ایمان، احسان، قیامت اور اس کی نشانیوں کے بارے میں پوچھا تھا۔[2]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [3634] صحيح مسلم، برقم [2451]

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث [8]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث پاک کے فوائد:

① جب ایک آدمی ہو تو السلام علیک کہنا چاہیے اور جب زیادہ ہوں تو السلام علیکم کہنا چاہیے۔

② سلام کا جواب فرشتوں سے منقول ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا تھا جو وہ جواب دیں گے وہ تیرا اور تیری اولاد کا تحفہ (سلام) ہوگا۔ سلام کا جواب دیتے وقت مسنون الفاظ کا اضافہ کرنا افضل ہے، کیونکہ فرشتوں نے ''رحمۃ اللہ'' کا اضافہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے کہ ﴿باحسن منها﴾ کہ جواب میں اُس سے اچھا تحفہ (سلام) پیش کرو، اگر اچھا پیش نہیں کر سکتے تو وہی الفاظ دہرا دو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلام کا طریقہ

113۔ عن عائشة رضي الله عنها قالت: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: « هٰذَا جِبْرِيْلُ يُقْرِئُ عَلَيْكِ السَّلَامَ » قَالَتْ: قُلْتُ: وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ.[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ جبریل ہیں جو تمھیں سلام کہہ رہے ہیں تو میں نے کہا: اس پر بھی سلامتی ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکت ہو۔''

تشریح:

امام نووی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''ریاض الصالحین'' میں عنوان قائم کیا ہے: ''کیفیة السلام'' یعنی سلام کیسے کیا جائے؟ جب انسان سلام کہے تو زبان سے کونسے الفاظ کہے اور جواب میں کیا کہے؟

امام نووی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ''السلام علیکم ورحمة اللہ''کہنا مستحب ہے، اگرچہ جس پر سلام پیش کیا جا رہا ہو وہ اکیلا ہی کیوں نہ ہو، پھر عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث بطورِ دلیل پیش کی ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا: السلام علیکم۔ آپ ﷺ نے اس کا جواب دیا۔ پھر وہ بیٹھ گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے لیے دس نیکیاں ہیں۔ پھر دوسرا بندہ آیا، اس نے آکر ''السلام علیکم ورحمة اللہ'' کہا۔

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [3728] صحيح مسلم، برقم [2447]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ نے جواب دیا، وہ بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے لیے بیس نیکیاں ہیں۔ پھر ایک تیسرا بندہ آیا، اس نے آ کر "السلام علیکم ورحمة اللّٰه وبرکاته" کہا، آپ ﷺ نے جواب دیا وہ بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے لیے تیس نیکیاں ہیں۔ پہلے کے لیے آپ ﷺ نے فرمایا: دس، دوسرے کے لیے بیس اور تیسرے کے لیے تیس نیکیاں ہیں کیونکہ ہر ایک نے ایک ایک لفظ کا اضافہ کیا تھا۔[1]

علماءِ کرام نے اختلاف کیا ہے کہ اگر ایک بندے کو سلام کہنا ہو تو واحد کا صیغہ "السلام علیک" کہے یا جمع کا صیغہ "السلام علیکم" کہے؟ صحیح بات یہ ہے کہ واحد کا صیغہ "السلام علیک" کہے۔[2]

نبی کریم ﷺ سے بھی ایسا ہی ثابت ہے، جیسا کہ مسیء الصلوۃ والی حدیث میں ہے کہ آدمی نماز سے فارغ ہوا تو اس نے آ کر کہا: "السلام علیك"

امام نووی رحمہ اللہ نے اکیلے پر واحد کے صیغے سے سلام کہنے میں عمران بن حصین والی حدیث "تین آدمی آئے۔ ایک نے صرف "السلام علیکم" کہا، دوسرے نے "رحمة اللّٰه" کا اضافہ کیا تیسرے نے "برکاته" کا بھی اضافہ کیا" سے استدلال کیا ہے، مگر اِس حدیث سے یہ استدلال درست نہیں، کیونکہ جب یہ اشخاص نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے تو اس وقت آپ ﷺ کے پاس دیگر صحابہ بھی موجود تھے، انھوں نے سب پر سلام کہا تھا۔

اس لیے جب زیادہ لوگ ہوں تو السلام علیکم کہنا چاہیے اور ایک ہو تو السلام علیک۔ اگر "رحمة اللّٰه" کا اضافہ کر دیا جائے تو یہ بہتر ہے اور اگر

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [5195]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [6251] صحيح مسلم، رقم الحديث [397]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"برکاتہ" کا بھی اضافہ کیا جائے تو مزید بہتر ہے، کیونکہ ہر کلمے پر دس نیکیاں ملتی ہیں، اگر صرف السلام علیک ہی کہہ دیا جائے تو بھی کافی ہے، اگر سلام کرنے والے نے السلام علیکم کہا ہے تو جواب میں السلام علیکم کہہ دے لیکن اگر سلام کرنے والے نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا تو جواب دینے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ بھی رحمۃ اللہ کا اضافہ کرے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ اَوْ رُدُّوْهَا ﴾

[النساء: 86]

"اور جب تمھیں سلامتی کی کوئی دعا دی جائے تو تم اس سے اچھی سلامتی کی دعا دو، یا جواب میں وہی کہہ دو۔"

تو اگر زیادہ اچھا جواب نہیں دے سکتا تو کم از کم وہ الفاظ ہی دہرا دے، اس طرح آیت پر عمل ہو جائے گا۔

جواب میں وعلیکم السلام یعنی واؤ کی زیادتی مستحب اور اچھی ہے، اس سے پتا چلتا ہے کہ سلام کہنے والے ہی پر اس کا جواب لوٹایا جا رہا ہے۔ اگر واؤ کو حذف کر دیا جائے اور صرف علیکم السلام کہا جائے تو بھی جائز ہے کیونکہ جب ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے آئے تو انھوں نے سلام کہا، جواباً ابراہیم علیہ السلام نے بھی "سَلٰمٌ" کہا اور واؤ کا اضافہ نہ کیا، جیسا کہ سورت ھود میں مذکور ہے:

﴿ قَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ ﴾ [هود: 69]

"انھوں نے سلام کہا، اس نے کہا سلام ہو۔"

اس لیے واؤ کا اضافہ کرنا اچھا ہے اور بغیر واؤ کے جواب دے دیا جائے تو بھی حرج نہیں۔

ہمارے ہاں عام رواج ہے کہ ایک شخص دوسرے کو ملتا ہے تو کہتا ہے کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرا فلاں شخص کو سلام کہنا۔ تو اب جس کے لیے اس نے سلام کہا ہے جب سلام اس تک پہنچایا جائے تو وہ کیا کہے؟

تو سنت یہ ہے کہ وہ جواباً "عليه السلام" کہے، اگر "عليك وعليه السلام" یا "عليه وعليك السلام" کہہ دے تو زیادہ بہتر ہے، کیونکہ جو سلام کو پہنچا رہا ہے یہ محسن ہے اور اس کے احسان کا بدلہ دینا چاہیے، چنانچہ جب "عليك" کہا جائے گا تو اسے اس کا بدلہ مل جائے گا۔

جب ایک شخص دوسرے کو کہتا ہے کہ میری طرف سے فلاں کو سلام کہنا تو جب دوسرا شخص مطلوبہ شخص تک سلام کو پہنچائے تو وہ جواباً "عليك وعليه السلام" کہہ دے یا صرف "عليه السلام" کہہ دے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو جبریل علیہ السلام کا سلام پہنچایا تو انھوں نے جواباً "عليه السلام" کہا، اس سے پتا چلا کہ جب کوئی شخص کسی کا سلام نقل کرے تو جواباً "عليه السلام" بھی کہہ سکتے ہیں۔

سوال کیا کسی کا سلام مطلوبہ شخص کو پہنچانا واجب ہے؟

جواب علمائے کرام فرماتے ہیں کہ انسان اپنے لیے لازم کرے تو پھر واجب ہے یعنی یوں کہہ دے کہ ٹھیک ہے، میں فلاں شخص کو آپ کا سلام کہوں گا، اگر انسان جواباً کہہ دے مجھے یاد رہا تو میں پہنچا دوں گا یا اس قسم کا کوئی اور لفظ بول دے تو پھر واجب نہیں، اگر یاد آجائے تو پہنچا دے، وگرنہ لازم نہیں۔ ایسے کام کے لیے کسی کو مکلّف نہیں بنانا چاہیے کیونکہ بسا اوقات پیغامبر پر مشقت پڑ جاتی ہے۔ ہاں اتنا کہہ دینا چاہیے کہ جس نے میرے بارے میں پوچھا تو اسے میرا سلام کہہ دینا، یہ عمدہ طریقہ ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث پاک کے فوائد:

① جب ایک شخص کا سلام دوسرے کو پہنچایا جائے تو وہ جواباً "وعلیه السلام" کہے۔

② اگر انسان سلام پہنچانے کی ہامی بھرے تو پھر سلام پہنچانا لازم ہوجاتا ہے۔

③ فرشتے نیک لوگوں پر سلام بھیجتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلام درمیانی آواز میں کہے

114۔ عن المقداد رضي الله عنه قال: كُنَّا نَرْفَعُ لِلنَّبِيِّ ﷺ نَصِيبَهُ مِنَ اللَّبَنِ، فَيَجِيءُ مِنَ اللَّيْلِ، فَيُسَلِّمُ تَسْلِيمًا لَا يُوقِظُ نَائِمًا وَيُسْمِعُ الْيَقْظَانَ، فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ فَسَلَّمَ كَمَا كَانَ يُسَلِّمُ.❶

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم دودھ سے نبی ﷺ کا حصہ چھوڑ دیتے، آپ ﷺ رات کو تشریف لاتے تو السلام علیکم ایسی آواز میں کہتے کہ جو جاگ رہے ہوتے انھیں آواز آجاتی اور جو سوئے ہوئے ہوتے ان کی نیند میں خلل نہ پڑتا۔ ایک دفعہ نبی ﷺ آئے تو آپ جس طرح سلام کہتے تھے اسی طرح سلام کہا...الخ۔''

تشریح:

نبی کریم ﷺ رات کو گھر داخل ہوتے تو آہستہ آواز میں سلام کہتے۔ جو بیدار ہوتے انھیں پتا چل جاتا کہ آپ ﷺ تشریف لے آئے ہیں اور جو سوئے ہوتے وہ بدستور سوئے رہتے کیونکہ آہستہ آواز میں سلام کہنے سے ان کی نیند میں خلل نہیں پڑتا تھا۔ ہر انسان کو اسی طرح کرنا چاہیے کہ جب وہ اپنے گھر، کمرے یا کسی اور جگہ میں جائے جہاں کچھ لوگ سو رہے ہوں اور کچھ جاگ رہے ہوں تو آہستہ آواز میں سلام کہے تاکہ سوئے ہوئے لوگ بے آرام نہ

❶ صحیح مسلم، رقم الحدیث [2055]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں، کیونکہ سویا ہوا شخص اپنی نیند کو خراب نہیں کرنا چاہتا اور اس کو بیدار کرنا اس پر گراں گزرتا ہے۔ بعض لوگوں کو جب ایک مرتبہ بیدار کر دیا جائے تو انھیں دوبارہ فجر تک نیند ہی نہیں آتی، جس سے اِن کو تکلیف اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے جب ایسی جگہ داخل ہوں جہاں کچھ لوگ جاگ رہے ہوں اور کچھ سوئے ہوئے ہوں تو آہستہ آواز میں سلام کہنا چاہیے، تاکہ جاگنے والوں کو ان کا سلام پہنچ جائے اور سوئے ہوئے پریشان نہ ہوں۔

حدیث پاک کے فوائد:

① انسان جب ایسی جگہ میں داخل ہو، جہاں کچھ لوگ سوئے ہوئے ہوں اور کچھ جاگ رہے ہوں تو آہستہ آواز میں سلام کہے۔

② دوسروں کی خوشنودی اور راحت کا خیال رکھنا چاہیے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عورتوں کو سلام کہنا

115۔ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ رضی اللہ عنہا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ فِي الْمَسْجِدِ يَوْمًا، وَعُصْبَةٌ مِنَ النِّسَاءِ قُعُودٌ، فَأَلْوَى بِيَدِهِ بِالتَّسْلِيمِ.[1]

حضرت اسماء بن یزید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''ایک دن نبی کریم ﷺ مسجد میں عورتوں کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے تو اپنے ہاتھ سے سلام کا اشارہ کیا۔''

ایک روایت میں ہے:

«فَسَلَّمَ عَلَيْنَا»[2] ''آپ ﷺ نے ہم کو سلام کہا۔''

تشریح:

نبی کریم ﷺ مسجد میں عورتوں کے پاس سے گزرے تو انھیں ہاتھ کے اشارے سے سلام کیا۔ اس کا صرف یہ مطلب نہیں کہ ہاتھ ہی سے اشارہ کیا اور زبان مبارک سے کچھ نہ بولا، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ زبانِ مبارک سے بھی سلام کہا اور ہاتھ سے بھی اشارہ کیا، کیونکہ صرف ہاتھ سے اشارہ کر دینا اور زبان سے کچھ نہ بولنا تو نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔[3]

اگر انسان زبان سے بھی سلام کہے اور ہاتھ سے بھی اشارہ کر دے تو یہ

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [2697] سنن أبي داود، رقم الحديث [4336]

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث [5204]

[3] سنن الترمذي، رقم الحديث [2695]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائز ہے۔ خصوصاً جب انسان دور ہو اور اس کو پتا ہو کہ میری آواز دوسرے تک نہیں پہنچ سکے گی تو پھر وہ زبان سے آہستہ سے سلام کہے اور ہاتھ سے بھی اشارہ کر دے یا جس کو سلام کہنا ہے وہ بہرہ ہے تو بھی ہاتھ سے اشارہ کر دے مگر زبان سے سلام ضرور کہے۔

آج کل بعض لوگ کار وغیرہ پر سوار ہوتے ہیں اور پاس سے گزرتے وقت ہارن بجا دیتے ہیں۔ اس کو ہم سلام نہیں کہیں گے اور نہ یہ سنت ہے۔ بعض افراد کہتے ہیں کہ ہمارا مقصد اس سے سلام نہیں ہوتا بلکہ ہم اس سے دوسرے کو خبردار کرتے ہیں، پھر سلام پیش کرتے ہیں تو امید ہے کہ اس میں حرج نہیں۔ اگر ہارن کو سلام کا بدل سمجھتے ہیں تو پھر یہ خلافِ سنت ہے، کیونکہ سنت طریقہ زبان سے سلام کہنا ہے، اگر دور ہے تو اس کے ساتھ ہاتھ سے بھی اشارہ کر دے اور اگر بہرے کو سلام کہہ رہا ہے تو بھی زبان کے ساتھ ساتھ ہاتھ سے بھی اشارہ کرے تاکہ اس کو پتا چل جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں پر سلام پیش کیا۔ نبی کریم ﷺ چونکہ ساری کائنات کے روحانی باپ ہیں، اس لیے یہاں فتنہ کا خدشہ نہیں، مگر اجنبی آدمی غیر محرم عورت کو سلام نہیں کر سکتا کیونکہ اس سے فتنے کا ڈر ہے، خاص کر نوجوان لڑکا اور نوجوان لڑکی اگر اجنبی ہیں تو کسی صورت بھی ایک دوسرے کو سلام پیش نہیں کر سکتے۔ ہاں! اگر مرد نیک ہے اور چند عورتیں اکٹھی مسجد میں یا درس میں بیٹھی ہیں تو گزرتے گزرتے انھیں سلام کہہ سکتا ہے، کیونکہ اب یہاں عورتوں کی کافی تعداد ہے اور ہے بھی اللہ کا گھر، تو یہاں فتنے کا خدشہ نہیں۔ اگر مرد راستے میں ایک نوجوان لڑکی کے پاس سے گزرے اور سلام کہہ دے تو فتنہ کھڑا ہونے کا امکان ہے، اس لیے سلام سے پرہیز کرے۔ ہاں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر گھر میں انسان داخل ہوتا ہے اور دیکھتا ہے کہ عورتیں بیٹھی ہیں جو اس کے اہل خانہ کی زیارت کے لیے آئی ہیں تو انھیں سلام کہہ سکتا ہے، کیونکہ یہاں بھی فتنے کا امکان نہیں ہے، لیکن اگر انسان کو فتنہ کا ڈر ہے تو پھر ایک شرعی قاعدہ ہے:

"دَرءُ الْمَفَاسِدِ أَوْلیٰ مِنْ جَلْبِ الْمَصَالِحِ"

''مفاسد کو دور کرنا مصلحت اختیار کرنے سے بہتر ہے۔''

عورت خواہ بڑی ہو یا چھوٹی؛ اس کے ساتھ انسان مصافحہ نہیں کر سکتا، خواہ درمیان میں کوئی کپڑا حائل ہو یا نہ ہو، کیونکہ یہاں فتنہ سر پہ منڈلا رہا ہے۔ ہاں عورت محرم ہے تو اس سے مصافحہ کرنا جائز ہے۔

حدیث پاک کے فوائد:

① اگر فتنے کا ڈر نہ ہو تو عورتوں کو سلام کہنا جائز ہے۔

② سلام پیش کرنے والا زبان سے بولتے ہوئے ہاتھ سے بھی اشارہ کر سکتا ہے تاکہ دوسرے شخص کو سلام کا پتا چل جائے۔

③ اجنبی عورت سے مصافحہ کرنا جائز نہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا بڑا چھوٹے کو سلام کہہ سکتا ہے؟

116۔ عن أنس رضي الله عنه أَنَّهُ مَرَّ عَلٰى صِبْيَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ، وَقَالَ: كَانَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَفْعَلُهُ.[1]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بچوں کے پاس سے گزرے تو انھیں سلام کہا اور فرمایا: ''نبی کریم ﷺ بھی بچوں کو سلام کہا کرتے تھے۔''

تشریح:

بچوں کو آج کل اکثر لوگ حقیر سمجھتے ہوئے سلام نہیں کرتے۔ یہ طریقہ سنت کے خلاف ہے، کیونکہ نبی ﷺ تو ہر چھوٹے بڑے کو سلام کہتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی بچوں کے پاس سے گزرے اور سلام کہا، پھر فرمایا: نبی کریم ﷺ بھی بچوں کو سلام کہا کرتے تھے۔

حدیث پاک کے فوائد:

① سنت کی اتباع ضروری ہے۔فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ﴾ [الأحزاب: 21]

''بلاشبہ یقیناً تمھارے لیے اللہ کے رسول میں ہمیشہ سے اچھا نمونہ ہے، اس کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہو۔''

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6247] صحيح مسلم، برقم [2168]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

② تواضع اختیار کرنی چاہیے، تاکہ انسان مذمت سے بچ جائے اور کوئی اسے یہ نہ کہے کہ فلاں متکبر ہے، بلکہ تواضع اختیار کرنے سے انسان کی عزت بلند ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«ما زاد الله عبدا بعفو إلا عزا وما تواضع أحد لله إلا رفعه الله»[1]

"بندہ دوسروں کو معاف کرے تو اس کی عزت میں اضافہ ہوتا ہے اور جو تواضع اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی شان کو بڑھا دیتے ہیں۔"

③ بچوں کو اچھے اخلاق کا عادی بنانا چاہیے۔ بچے جب دیکھیں گے کہ گزرنے والا انھیں سلام کہتا ہے تو وہ بھی اس سنت کو اختیار کریں گے۔

④ جو بچوں کو سلام کہتا ہے تو بچے اس سے محبت کریں گے اور اس سے خوش ہوں گے اور ہمیشہ کے لیے ایسے شخص کو یاد رکھیں گے۔

اس لیے جب ہم دیکھیں کہ بچے بازار میں کھیل رہے ہیں یا کہیں بیٹھے ہیں تو درج بالا فوائد کو ملحوظ رکھتے ہوئے انھیں سلام کہنا چاہیے۔

⑤ نبی ﷺ کے صحابہ ہر کام میں آپ ﷺ کی اقتدا کرتے تھے۔

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [2588]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر بار ملتے وقت سلام کہنا چاہیے

117 ـ عن أبي هريرة رضي الله عنه في حديث المُسِيْءِ صَلَاتَهُ أَنَّهُ جَاءَ فَصَلَّى، ثُمَّ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ، فَقَالَ: « ارْجِعْ فَصَلِّ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ » فَرَجَعَ فَصَلَّى، ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ حَتَّى فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. ❶

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مسجد میں آیا، اس نے دو رکعتیں نماز ادا کی، پھر نبی کریم کے پاس آیا اور آ کر سلام کہا۔ آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: واپس جا کر نماز پڑھو کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ پھر وہ واپس گیا اور نماز ادا کی، پھر آ کر سلام کہا یہاں تک کہ تین مرتبہ اس نے ایسا ہی کیا۔ یعنی ہر بار آ کر سلام کہا۔

118ـ وعنه رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قَالَ: « إِذَا لَقِيَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ، فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَإِنْ حَالَتْ بَيْنَهُمَا شَجَرَةٌ أَوْ جِدَارٌ أَوْ حَجَرٌ ثُمَّ لَقِيَهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ » ❷

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو ملے تو اسے سلام کہے۔ اگر

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [757] صحيح مسلم، رقم الحديث [397]

❷ سنن أبي داود، رقم الحديث [5200] صحيح الجامع، رقم الحديث [6389]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درمیان میں کوئی درخت، دیوار، یا بڑا پتھر حائل ہو جائے، پھر آگے جا کر وہ دوبارہ ملے تو سلام کہے۔

تشریح:

جب انسان اپنے بھائی کو سلام کہہ کر واپس چلا جائے اور پھر دوبارہ آئے، خواہ دور جا کر واپس آئے یا قریب ہی سے تو دوبارہ سلام کہے۔

مثال کے طور پر انسان کے گھر مہمان آئے ہیں تو جب وہ پانی لے کر آئے تو سلام کرے، پھر کھانا لے کر آئے تو پھر سلام کرے۔ اس طرح جتنی مرتبہ وہ کمرے سے باہر جائے، جب بھی دوبارہ کمرے میں داخل ہو تو سلام کرے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے، اس لیے انسان جب بھی اپنے بھائی سے دور ہو اور پھر دوبارہ سامنے آئے تو سلام کہے کیونکہ سلام عبادت اور اجر ہے۔ جب بھی ہم اپنے بھائی کو سلام کہتے ہیں، ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت سرانجام دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیں اجر وثواب سے نوازتے ہیں۔

اگر اسلام بار بار سلام کہنے کو مشروع قرار نہ دیتا تو پھر اس کو بدعت سے تعبیر کیا جاتا مگر یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ اس نے مسلمان بھائیوں کو بار بار سلام کہنے کی ترغیب دی ہے، خواہ درمیان میں ایک درخت حائل ہو جائے اور اس کے پیچھے دوبارہ ملاقات ہو، تو پھر بھی آپس میں سلام کہیں۔

بار بار سلام کہنے کی دلیل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا، اس نے نماز پڑھی مگر اس کی نماز میں طمانیت نہیں تھی، جلدی جلدی اس نے نماز پڑھی، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر سلام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دینے کے بعد فرمایا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«ارجع فصل فإنك لم تصل»

''جا کر نماز پڑھو تو نے نماز نہیں پڑھی۔''

وہ واپس گیا اور پہلی نماز کی طرح ہی طمانیت سے عاری نماز پڑھی، پھر آ کر سلام کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''واپس جا کر نماز پڑھو کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔'' تین مرتبہ اس نے ایسا ہی کیا، یعنی نماز پڑھ کر آ کر ہر بار سلام کہا۔ اس کو علم نہیں تھا کہ صحیح نماز کیسے پڑھوں؟

بار بار واپس کرنے میں بھی رسول کریم ﷺ کی ایک حکمت تھی، تاکہ اس کے دل میں علم کا شوق پیدا ہو اور بات اس کے دل پر نقش ہو جائے، اس کے بعد ہمیشہ یہ اچھے طریقے ہی سے نماز ادا کرے، کیونکہ انسان جس چیز کا محتاج ہوتا ہے، وہ مل جائے تو نفس فوراً اس کو قبول کر لیتا ہے، مثلاً ایک فقیر کو دس روپے کی ضرورت ہے، اگر کوئی اس کو دس روپے دے دے تو وہ بہت خوش ہوگا، اگر زیادہ دے دے تو پھر اس کے دل سے دس کی اہمیت ختم ہو جائے گی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بار بار اس شخص کو اس لیے واپس کیا تاکہ اس کے دل میں عمدہ طریقہ جاننے کا شوق پیدا ہو اور علم کے لیے اس کے دل کا دروازہ کھل جائے۔ جب مقصد پورا ہو گیا اور اس کے دل میں سیکھنے کی تڑپ پیدا ہو گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''جب تو نماز کا ارادہ کرے تو مکمل وضو کر، پھر قبلہ جانب ہو کر اللہ اکبر کہہ، پھر قرآن مجید سے جو یاد ہو اس کی تلاوت کر (لیکن فاتحہ پڑھنا ضروری ہے کیونکہ دوسری احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں) پھر رکوع کر حتی کہ رکوع کی حالت میں مکمل اطمینان حاصل ہو جائے، پھر سیدھا کھڑا ہو حتی کہ مکمل اطمینان کی حالت میں ہو جائے، پھر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سجدہ بھی مکمل اطمینان سے کر، اس کے بعد مکمل اطمینان سے بیٹھ، پھر اطمینان سے سجدہ کر، یہ ایک مکمل رکعت ہے، پھر ساری نماز کو اسی طریق پر ادا کر۔"

اس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے کہ انسان اگر قریب ہی سے دوبارہ اپنے بھائی کے پاس آئے تو سلام کہے، مثلاً انسان مسجد میں ہے، اس کا وضو ٹوٹ گیا، وہ وضو کرنے کے لیے گیا، پھر جب دوبارہ مسجد میں داخل ہو تو سلام کہے۔

حدیث پاک کے فوائد:

① نماز کا اہتمام کرنا اور اسے مکمل اطمینان سے ادا کرنا۔
② ایک ہی شخص کو بار بار سلام کہنا اگرچہ درمیان میں کوئی چیز حائل ہو جائے۔
③ جس چیز کا پتا نہ ہو اس کے بارے میں سوال کرنا چاہیے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجالس کے آداب

119۔ وعن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبيﷺ قَالَ: ((مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ تَعَالىٰ فِيهِ وَلَمْ يُصَلُّوا عَلَى نَبِيِّهِمْ فِيهِ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تِرَةٌ فَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ)) ❶

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی قوم مجلس لگا کر بیٹھتی ہے، اگر وہ اس مجلس میں اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور نہ نبی ﷺ پر درود پڑھتے ہیں تو وہ مجلس ان کے لیے باعث خسارہ ہوگی، اگر اللہ چاہے تو انھیں عذاب دے، چاہے تو معاف فرما دے۔''

تشریح:

انسان جب کسی مجلس میں بیٹھے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر اور نبی کریم ﷺ پر درود ضرور پڑھے، بصورت دیگر وہ مجلس قیامت والے دن انسان کے لیے نقصان کا باعث ہوگی اور اللہ چاہے تو ایسی محفل والوں کو عذاب بھی کر سکتا ہے۔

اے انسان! جب کسی محفل میں بیٹھنے کا اتفاق ہو تو عاجزی کو اپنا شعار بنا لے اور تقویٰ کا دامن کبھی نہ چھوڑ، اور لوگوں کی خیر خواہی کرنے کو اپنا مقصد حیات سمجھ لے، ایسی مجلس میں بیٹھنے کو ترجیح دے جس میں بھلائی کی باتیں ہوں،

❶ سنن الترمذي، رقم الحديث [3380]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسے کوئی علمی بحث ہو رہی ہو، یا دین کی باتیں ہو رہی ہوں، یا لوگوں کی خیر خواہی کے بارے میں سوچ بچار ہو رہی ہو یا اچھے اخلاق سے متصف ہونے کی ترغیب دی جا رہی ہو، یا دین اور دنیا کے شر سے حفاظت کی تدابیر اختیار کرنے کی باتیں ہو رہی ہوں، یا کم از کم مباح چیزوں کے بارے میں بحث ہو رہی ہو تو ان کے ساتھ بیٹھنے کی عادت ڈالو۔

ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ اس کی شان کے لائق اچھے برتاؤ کا معاملہ کر اور صاحب عزت و توقیر کو اس کا مقام دے اور عمدہ کلام کے ساتھ اپنے ہم مجلس کے دل میں اپنی محبت پیدا کر، خواہ وہ کلام دنیاوی امور ہی میں کیوں نہ ہو۔ عمدہ اور باسلیقہ کلام سے اپنی شخصیت کو مزین کر، کیونکہ اچھی گفتگو اور اچھی مجلس اپنا ایک خاص اثر چھوڑتی ہے اور عاقل لوگ ایسی مجالس سے بہت کچھ سیکھ کر جاتے ہیں اور ہر قیمتی محبوب چیز سے زیادہ اچھی مجلس کو ترجیح دیتے ہیں، کیونکہ وہ دنیاوی و اخروی معاملات میں ان کی معاون ثابت ہوتی ہے اور احادیث مبارکہ سے ان لوگوں کی محبت ظاہر ہوتی ہے جس بنا پر وہ نیکی اور خیر خواہی والی مجلس کو اپناتے ہیں۔[1]

حدیث پاک کے فوائد:

1. مجالس کو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور درود و سلام سے مزین کرنا چاہیے اور ایسی محافل کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔
2. مجالس میں علمی بحث، دینی خیر خواہی اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے متعلق سوچ کر شکریہ بجا لانا چاہیے۔

---

[1] نور البصائر والألباب [ص: 72]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

③ مجالس میں لوگوں کو اچھے اخلاق کو اپنانے کی نصیحت، عمدہ آداب اور دین اور دنیا کے فتنے سے آگاہ کرنا چاہیے، اور کم از کم مجالس میں عمدہ اور اچھی اچھی باتیں کرنی چاہییں اور حرام باتوں مثلاً غیبت وغیرہ سے کلی طور پر پرہیز کرنا چاہیے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کفارہ مجلس کی دعا

120۔ عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قَلَّمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْمُ مِنْ مَجْلِسٍ حَتّٰى يَدْعُوَ بِهٰؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ: «اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُوْلُ بِهِ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيْكَ، وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهِ جَنَّتَكَ، وَمِنَ الْيَقِيْنِ مَا تُهَوِّنُ بِهِ عَلَيْنَا مَصَائِبَ الدُّنْيَا، اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنَا بِأَسْمَاعِنَا وَأَبْصَارِنَا وَقُوَّاتِنَا مَا أَحْيَيْتَنَا، وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا، وَاجْعَلْ ثَأْرَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا، وَانْصُرْنَا عَلٰى مَنْ عَادَانَا، وَلَا تَجْعَلْ مُصِيْبَتَنَا فِي دِيْنِنَا، وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا أَكْبَرَ هَمِّنَا، وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا، وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَا يَرْحَمُنَا»[1]

ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ مجلس سے اٹھنے سے پہلے اکثر یہ دعا پڑھتے: ''اے اللہ! اپنا ڈر اور خوف ہمارے مقدر میں کر دے جو ہمارے درمیان اور تیری معصیت کے درمیان حائل ہو جائے اور اپنی اطاعت کو ہمارے مقدر میں کر دے جو ہمیں تیری جنت میں پہنچا دے اور یقین اور توکل کو ہماری تقدیر میں کر دے تا کہ دنیا کے مصائب اور مصیبتیں ہلکی ہو جائیں۔ اے اللہ! جب تک ہمیں زندہ رکھے ہماری سماعت، بصارت اور قوت سے ہمیں فائدہ

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [3502] صحيح الجامع، رقم الحديث [1268]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہنچا، اور ہماری طرف سے اس کو وارث بنا، ہمیں اس قابل بنا کہ جو ہم پر ظلم کرے، ہم اس سے بدلہ لے سکیں، جو ہم سے دشمنی رکھے اس کے خلاف ہماری مدد فرما، ہمارے دین میں مصیبت نازل نہ فرما (دین پر ثابت قدم رکھ) اور دنیا کو ہمارا مقصدِ حیات نہ بنا، اور علم حاصل کرنے کا مقصد دنیا نہ ہو، ہم پر ایسے شخص کو مسلط نہ کر جو ہم پر رحم نہ کرے۔"

121۔ عن أبي بَرْزَةَ رضي الله عنه قال: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ بِأَخِرَةٍ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَقُوْمَ مِنَ الْمَجْلِسِ: «سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوْبُ إِلَيْكَ» فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنَّكَ لَتَقُوْلُ قَوْلًا مَا كُنْتَ تَقُوْلُهُ فِيْمَا مَضٰى؟ قَالَ: «ذٰلِكَ كَفَّارَةٌ لِمَا يَكُوْنُ فِي الْمَجْلِسِ» [1]

سیدنا ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ جب مجلس سے اٹھنے کا ارادہ کرتے تو آخر میں یہ دعا پڑھتے: «سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوْبُ إِلَيْكَ» "اے اللہ! تو پاک ہے، اپنی تعریف کے ساتھ، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں، میں تجھ سے بخشش طلب کرتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔" ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ پہلے یہ دعا نہیں پڑھا کرتے تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ مجلس کے گناہوں کا کفارہ ہے۔"

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [4859]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریح:

نبی کریم ﷺ اکثر مجلس سے اٹھنے سے پہلے: ((اَللّٰھُم اقسِمْ...)) والی دعا پڑھتے تھے۔ ''اِقسِمْ'' کا معنی ''قَدِّرْ'' ہے۔ یعنی مقدر کر اور تقدیر میں لکھ۔ خشیت ایسے خوف کو کہتے ہیں جو علم کی بنا پر ہوتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ [الفاطر: 28]

''اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے صرف جاننے والے ہی ڈرتے ہیں۔''

انسان جب مجلس میں ہوتا ہے تو انجانے میں اس سے بہت غلط قسم کی باتیں بھی سرزد ہوجاتی ہیں۔ اگر مجلس سے اٹھنے سے پہلے ((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ)) والی دعا پڑھ لے تو مجلس کی تمام غلطیاں اور کوتاہیاں معاف ہوجاتی ہیں، اس لیے مجلس سے اٹھنے سے پہلے یہ دعا ضرور پڑھنی چاہیے، تاکہ غلطیاں وغیرہ معاف ہوجائیں۔

((مَا تَحُولُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعْصِيَتِكَ)) یعنی اپنا خوف ہمیں نصیب فرما، جس کی بنا پر ہم معصیت سے بچ جائیں، کیونکہ جب انسان کے دل میں اللہ کا خوف ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی منع کردہ چیزوں کے قریب نہیں جاتا، اس لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ایسا ڈر اور خوف جو ہمارے درمیان اور تیری نافرمانی کے درمیان حائل ہوجائے عطا فرمائے۔''

پھر فرمایا: ((وَطَاعَتِكَ)) یعنی ایسی اطاعت نصیب فرما جو ہمیں جنت میں پہنچا دے، کیونکہ جنت کا راستہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہی ہے۔ جب انسان کے دل میں اللہ کا ڈر ہو، وہ حدود اللہ کی پاسداری کرے اور اللہ رب العزت کی اطاعت کو زندگی کا نصب العین بنالے تو اللہ تعالیٰ سے خشیت کی بنا پر جہنم سے بچ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے گا اور اطاعت کی وجہ سے جنت میں داخل ہو جائے گا۔

پھر فرمایا: ﴿ وَمِنَ الْيَقِينِ... ﴾ یعنی ایسا یقین نصیب فرما کہ دنیا کے غم آسان ہو جائیں۔ یقین ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے، کیونکہ ایمان میں شک اور تردد نہ ہو تو جو چیز غائب ہو وہ بھی ایسے ہی محسوس ہوتی ہے جیسے سامنے ہو، یعنی اس چیز پر مکمل یقین ہوتا ہے، جن غیبی امور کی اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات، قیامت کا دن یا اس کے علاوہ جو بھی غیبی امور ہیں، اگر ان پر مکمل یقین حاصل ہو جائے تو یہ ایمان کا اعلیٰ ترین درجہ ہے، جو یقین سے حاصل ہوا ہے، اگر ان پر یقین نہیں تو انسان ایمان سے عاری ہے۔

پھر فرمایا: ﴿ مَا تَهَوِّنُ بِهِ... ﴾ یعنی ایسا یقین نصیب کر جو دنیا کے مصائب کو آسان کر دے، کیونکہ دنیا میں بہت زیادہ مصائب اور دکھ ہیں، لیکن جب انسان کو یقین ہو کہ صبر کرنے سے گناہ معاف ہوں گے اور درجات بلند ہوں گے اور صبر کی بنا پر اللہ تعالیٰ اجر سے نوازیں گے تو مصائب جتنے بھی ہوں اور بڑی سے بڑی مصیبت بھی ہو وہ آسان ہو جاتی ہے، خواہ بدنی تکلیف ہو یا مالی نقصان ہوا ہو یا کسی عزیز کی جدائی کی مصیبت ہو، اگر بندہ اجر کی نیت سے صبر کرے گا تو اس کا غم کافور ہو جائے گا۔

پھر فرمایا: ﴿ مَتِّعْنَا بِأَسْمَاعِنَا... ﴾ یعنی ہمیں ہماری سماعت، بصارت اور قوت سے تاحیات فائدہ دے۔ ان الفاظ میں انسان تاحیات سمع، بصر اور قوت کا سوال کرتا ہے، کیونکہ یہ حواس قدرت کی بہت بڑی نعمت ہیں، جو ان حواس سے عاری ہے وہ خیر کثیر سے عاری ہے، لیکن اگر انسان کے پاس یہ حواس نہیں تو اس کو ملامت نہیں کی جا سکتی، کیونکہ یہ انسان کی طاقت میں نہیں ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«وَاجْعَلْ ثَأْرَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا» یعنی ہمیں ایسے بنا دے کہ جو ہم پر ظلم کرے، ہم اس سے بدلہ لے سکیں، اور جو ہم پر ظلم کرے ہم کو اس پر ترجیح ہو، اس طرح کہ دنیا میں اس پر ظلم کی سزا کے طور پر کوئی آفت آجائے یا آخرت میں عذاب سے دوچار ہو۔

نوٹ: انسان ظالم کے خلاف اس کے ظلم کے مطابق بد دعا کر سکتا ہے، جب ظلم کے مطابق ظالم کے لیے بد دعا کرے گا تو یہ عین انصاف ہے اور اللہ تعالیٰ مظلوم کی مدد فرمائیں گے۔

« وَانْصُرْنَا عَلٰى مَنْ عَادَانَا » جو ہم سے دشمنی رکھے اس کے خلاف ہماری مدد فرما۔ مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن یہود و نصاریٰ، مجوسی، ملحد اور منافقین وغیرہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ﴾ [الممتحنة: 1]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ۔''

منافقین کے بارے میں فرمایا:

﴿ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾

[المنافقون: 4]

''پس ان سے ہوشیار رہ۔ اللہ انھیں ہلاک کرے، کہاں بہکائے جا رہے ہیں؟''

ان الفاظ سے مسلمان اپنے دشمنوں یہود و نصاریٰ، مجوس، مشرکین ملحدین اور تمام کفار سے اللہ تعالیٰ کی مدد کا طالب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدد فرماتا ہے، بلکہ فرمایا:

﴿بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰكُمْ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ﴾ [آل عمران: 150]

”بلکہ اللہ ہی تمھارا مالک ہے اور وہ سب مدد کرنے والوں سے بہتر ہے۔“

« وَلَا تَجْعَلْ مُصِيبَتَنَا فِي دِيْنِنَا » کبھی مصائب انسان کے مال میں ہوتے ہیں کہ مال چوری ہو جائے، جل جائے یا مال میں نقصان ہو جائے، ایسے ہی انسان کے اہل میں بھی مصیبت آتی ہے کہ اہل خانہ بیمار ہو جائیں، یا مر جائیں، یا عقل کی مصیبت آ پہنچے کہ انسان کو یا اس کی بیوی کو جنون ہو جائے (اللہ تعالیٰ پناہ نصیب کرے) تو یہ تمام مصائب اور آلام ہیں، لیکن سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ انسان دین سے دور ہو جائے۔ اللہ ہمیں دین پر ثابت قدم رکھے۔

« وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا أَكْبَرَ هَمِّنَا، وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا » یعنی دنیا کی فکر سے بچا اور آخرت کی فکر نصیب کر، بلکہ دنیا میں جو ضروری مال و متاع ہے وہ نصیب کر، لیکن دنیا کے حرص سے محفوظ فرما اور دنیا کی طلب کے لیے علم کو استعمال کرنے سے بچا بلکہ علم کو آخرت کی طلب کے لیے استعمال کی توفیق بخش، کیونکہ دنیا کا علم تو عنقریب زائل ہو جائے گا۔ یعنی اگر انسان ڈاکٹر ہے، یا جغرافیہ دان یا علم فلکیات کا ماہر ہے یا جو بھی دنیاوی علوم ہیں ان میں مہارت رکھتا ہے تو یہ علوم بندے کی موت کے ساتھ ہی ختم ہو جائیں گے، لیکن شریعت اور دین کا علم ہمیشہ انسان کو فائدہ دے گا، خواہ انسان قبر میں ہو یا حشر میں، ہر جگہ یہ علم اس کے کام آئے گا۔

« وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَا يَرْحَمُنَا » یعنی ہم پر ایسے لوگوں کو مسلط نہ کر جو ہم پر رحم نہ کریں اور جن سے دکھ اور مصیبت ہی پہنچے، بلکہ ایسے لوگوں کو مسلط کر جن میں خیر کا جذبہ ہو اور انسانوں پر رحم کریں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث پاک کے فوائد:

جب انسان مجلس میں بیٹھتا ہے تو بتقاضائے بشریت اس سے کمی بیشی ہوجاتی ہے، لہٰذا اگر بندہ مجلس سے اٹھنے سے پہلے مذکورہ بالا دعا پڑھ لے تو اس کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجلس کا حق

122۔ عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ «لَا يُقِيمَنَّ أَحَدُكُمْ رَجُلًا مِنْ مَجْلِسِهِ ثُمَّ يَجْلِسُ فِيهِ، وَلٰكِنْ تَوَسَّعُوا وَتَفَسَّحُوا» كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا قَامَ لَهُ رَجُلٌ مِنْ مَجْلِسِهِ لَمْ يَجْلِسْ فِيهِ.[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کوئی شخص دوسرے کو اس کی جگہ سے اٹھا کر وہاں نہ بیٹھے، بلکہ مجلس میں کشادگی پیدا کرو اور کھلے کھلے ہو جاؤ۔'' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خاطر جب مجلس سے کوئی بندہ اٹھ کر جگہ دیتا تو آپ رضی اللہ عنہ وہاں نہ بیٹھتے تھے۔

123۔ عن أبي هريرة رضي الله عنه، أنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَجْلِسٍ ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ»[2]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی بندہ مجلس سے اٹھ کر جائے اور پھر واپس آ جائے تو وہ اپنی جگہ بیٹھنے کا زیادہ حق رکھتا ہے۔''

تشریح:

جب انسان کسی مجلس میں جائے اور وہاں بیٹھنے کی جگہ نہ ہو تو کسی کو اٹھا

1. صحیح البخاري، رقم الحدیث [6270] صحیح مسلم، برقم [2177]
2. صحیح مسلم، رقم الحدیث [2179]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر اس کی جگہ نہ بیٹھے بلکہ مجلس میں کشادہ ہونے کا کہے، جب اہل مجلس کشادگی پیدا کرنے کی کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ انھیں کشادہ کر دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ ﴾ [المجادلة: 11]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تمھیں کہا جائے کہ کھلے کھلے ہو جاؤ تو کھلے ہو جایا کرو، اللہ تعالیٰ تمھارے لیے کشادگی پیدا کر دے گا۔''

بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے، ان کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہ رہی ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

مجلس میں کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ خود بیٹھ جانا مناسب نہیں حتی کہ نماز کی صف میں بھی کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھنا جائز نہیں، اگر صف میں بچہ بیٹھا ہے تو اس کو اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھ جانا بھی حلال نہیں، کیونکہ حدیث عام ہے، اس میں بچے بڑے سب شامل ہیں، اس لیے بچہ اپنی جگہ ہی پر لوگوں کے ساتھ مل کر نماز پڑھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا تقویٰ اتنا زیادہ تھا کہ کوئی بندہ خود اٹھ کر جگہ دیتا اور کہتا میری جگہ تشریف رکھیں تو پھر بھی وہاں نہیں بیٹھتے تھے، اس لیے اگر کوئی بندہ شرم کی وجہ سے یا حیا کرتے ہوئے کوئی چیز دے تو وہ قبول نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ اس سے سمجھا جائے گا کہ دینے والے نے مجبور ہو کر چیز دی ہے۔ اسی لیے علما کرام فرماتے ہیں کہ جو شرمندہ ہو کر یا شرم کی بنا پر تحفہ دے اس کا تحفہ قبول کرنا حرام ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الغرض مجلس کے آداب میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ کوئی بندہ کسی دوسرے کو اس کی جگہ سے اٹھا کر وہاں نہ بیٹھے۔

حدیث پاک کے فوائد:

1. مجلس کو کشادہ کرنے میں سنت نبویہ ﷺ کا اظہار کرنا چاہیے۔ اس ادب کا اہتمام کرنے کی وجہ سے اہل ایمان کے دل آپس میں مضبوط اور محبت میں منسلک ہو جاتے ہیں۔
2. جب کوئی بندہ کسی کام کے لیے مجلس سے اٹھ کر چلا جائے تو پھر واپس آئے تو وہ اپنی جگہ بیٹھنے کا زیادہ حق رکھتا ہے۔
3. اسلام ہر صاحب حق کو اس کا حق دینے کی ترغیب دیتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجلس سے اٹھتے وقت سلام کہنا چاہیے

124۔ عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ:
«إِذَا انْتَهٰى أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَجْلِسِ فَلْيُسَلِّمْ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَقُوْمَ فَلْيُسَلِّمْ؛ فَلَيْسَتِ الْأُوْلٰى بِأَحَقَّ مِنَ الْآخِرَةِ» [1]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جب کوئی مجلس میں آئے تو سلام کہے اور جب اٹھ کر جانے کا ارادہ ہو تو پھر بھی سلام کر کے جائے، کیونکہ پہلی سلام دوسری سے زیادہ حقدار نہیں۔"

تشریح:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان جب مجلس میں آئے تو سلام کہے اور جب جانے کا ارادہ کرے اور مجلس کو چھوڑ دے تو پھر بھی سلام کہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ نیز فرمایا:

«فَلَيْسَتِ الْأُوْلٰى بِأَحَقَّ مِنَ الْآخِرَةِ»

"یعنی جس طرح انسان نے مجلس میں داخل ہوتے وقت سلام کہا ایسے ہی جاتے وقت بھی سلام کہے۔"

اسی طرح جب انسان مسجد میں داخل ہوتا ہے تو نبی کریم ﷺ پر درود و سلام کہتا ہے اور جب مسجد سے نکلتا ہے تو پھر بھی نبی کریم ﷺ پر درود و سلام کہتا ہے۔

ایسے ہی انسان جب مکہ میں حج یا عمرے کے لیے داخل ہوتا ہے تو پہلے طواف کرتا ہے اور جب مکہ سے واپسی کا ارادہ کرتا ہے تو بھی طواف پر حج یا عمرے

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [5208] سنن الترمذي، رقم الحديث [2706]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو ختم کرتا ہے کیونکہ جو حج یا عمرے کے لیے مکہ میں آتا ہے تو طواف تحیہ مکہ ہے، ایسے ہی حج و عمرے سے فراغت کے بعد طواف وداع تحیہ مکہ ہے، یہ شریعت کا کمال ہے کہ جس نے ابتدا اور انتہا کی ایک حد مقرر کی اور یہ بات معلوم ہے کہ یہ شریعت حکیم وخبیر کی طرف سے نازل شدہ ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ﴾
[هود: 1]

''پھر انھیں کھول کر بیان کیا گیا ایک کمال حکمت والے کی طرف سے جو پوری خبر رکھنے والا ہے۔''

شریعت میں تناقض ہے اور نہ تفریط، یہاں تک کہ رسول کریم ﷺ نے ایک جوتا پہن کر چلنے سے بھی منع کر دیا، کیوں؟ اس لیے کہ اگر ایک پاؤں میں جوتا پہن کر چلو گے تو دوسرے پاؤں کے ساتھ ظلم ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ شریعت اسلامیہ سراپا عدل ہے اور عدل ہی کی ترغیب دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ [النحل: 90]

''بے شک اللہ عدل اور احسان اور قرابت والے کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور برائی اور سرکشی سے منع کرتا ہے، وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔''

حدیث پاک کے فوائد:

① مجلس میں آتے وقت سلام کہنا واجب ہے۔

② مجلس سے اٹھتے وقت بھی سلام کہنا واجب ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گفتگو کے آداب

125۔ عن عدي بن حاتم رضي الله عنه قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: «اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ» [1]

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

''آگ سے بچو، اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو، اگر کھجور کا ٹکڑا بھی میسر نہیں تو اچھی بات کہہ کر آگ سے بچ جاؤ۔''

تشریح:

یہ حدیث خیرات کرنے کے طریقوں میں سے ایک بہترین طریقے کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ خیرات کے بہت سے راستے اور طریقے ہیں، جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے مشروع قرار دیا ہے تاکہ وہ ان کے ذریعے سے اپنے مقاصد حاصل کر سکیں۔ صدقہ بھی خیرات کے راستوں میں سے ایک راستہ ہے۔ صدقے کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''یہ خطا کو ایسے مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔'' [2]

درج بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ صدقہ خواہ کم ہو وہ بھی آگ سے نجات دے دیتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''کھجور کا ٹکڑا صدقہ کر کے ہی آگ سے بچ جاؤ۔ اگر وہ بھی میسر

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6539] صحيح مسلم، برقم [1016]

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث [614]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں تو کم از کم اچھی گفتگو کے ذریعے سے آگ سے بچ جاؤ۔''

اچھی گفتگو میں تلاوت قرآن بھی شامل ہے، بلکہ سب سے اچھی اور پاکیزہ گفتگو قرآن مجید کی تلاوت ہی ہے۔ ایسے ہی اچھی گفتگو میں تسبیح وتہلیل، امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور علم سیکھنا اور سکھانا اور ہر اچھی بات جس سے رب تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جا سکتا ہے، شامل ہے، یعنی اگر صدقہ کرنے کے لیے کچھ بھی نہ ہو تو انسان اچھی گفتگو کرے، یہ بھی صدقہ ہے۔

یہ سب بھلائی کے راستے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ کھجور کا ایک ٹکڑا خرچ کرنے سے بھی انسان آگ سے بچ جاتا ہے اور اچھی گفتگو بھی آگ سے نجات کا باعث بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے التجا ہے کہ تمام مسلمانوں کو آگ سے بچائے۔ آمین

حدیث پاک کے فوائد:

1. تھوڑی مقدار میں صدقہ بھی آگ سے نجات کا باعث بنتا ہے۔
2. اچھی بات بھی آگ سے نجات دیتی ہے۔
3. اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر بہت زیادہ رحمت اور فضل ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھانے کے لیے اپنی بات کو دہرانا

126۔ عن أنس رضي اللّٰه عنه أن النبي كَانَ إِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتّٰى تُفْهَمُ عَنْهُ، وَإِذَا أَتٰى عَلٰى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلَاثًا.❶

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ''نبی کریم ﷺ جب کوئی بات کرتے تو تین مرتبہ دہراتے، یہاں تک کہ وہ سمجھ میں آ جاتی، اور جب لوگوں کے پاس آ کر سلام کہتے تو تین بار سلام کہتے۔''

127۔ وعن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: كَانَ كَلَامُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَلَامًا فَصْلًا، يَفْهَمُهُ كُلُّ مَنْ يَّسْمَعُهُ.❷

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''رسول کریم ﷺ کا کلام واضح ہوتا، جو بھی سنتا اس کی سمجھ میں آ جاتا۔''

تشریح:

انسان جب کسی سے گفتگو کرے تو واضح انداز میں گفتگو کرے، کلمات جلدی جلدی ادا نہ کرے اور نہ الفاظ ہی کو ایک دوسرے میں گڈ مڈ کرے، بلکہ ایسے واضح انداز میں گفتگو کرے کہ سننے والا بغیر مشقت اور تکلیف کے اسے سمجھ جائے۔ بعض لوگ جلدی جلدی باتیں کرتے ہیں یہاں تک کہ سننے والا مجبور ہو جاتا

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [95]

❷ سنن أبي داود، رقم الحديث [4839]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ کوئی دوسرا بندہ سمجھائے کہ یہ کیا کہہ رہا ہے۔ اس طریقے سے گفتگو کرنا خلاف سنت ہے۔ مسنون طریقہ یہ ہے کہ کلام واضح ہوتا کہ سننے والا سمجھ جائے۔ بعض لوگ اپنی گفتگو میں بڑے مشکل الفاظ استعمال کرتے ہیں، یہ بھی مناسب نہیں، بلکہ آسان الفاظ استعمال کرنے چاہییں تاکہ ہر کوئی انھیں سمجھ جائے۔

لوگوں سے ان کی زبان میں گفتگو کرنی چاہیے اور گفتگو واضح ہونی چاہیے جس طرح کہ نبی ﷺ ایک بات کو سمجھانے کے لیے تین بار دہراتے تھے، حتی کہ وہ سمجھ میں آجاتی۔ "حَتّٰی تُفْهَمَ عَنْهُ" کے الفاظ سے پتا چلتا ہے کہ سمجھانے کی خاطر تکرار سے گفتگو کرتے، اگر بات سمجھ آجاتی تو وہاں تکرار نہیں کرتے تھے۔ کئی حدیثیں ہیں جنھیں ہم پڑھتے اور سنتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک بار ہی ارشاد فرمائی ہیں، لیکن اگر انسان کی سمجھ میں بات نہ آئے تو اسے سمجھانے کے لیے تکرار سے گفتگو کرنی چاہیے۔ بات نہ سمجھنے کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں:

1. انسان الفاظ کو اچھی طرح نہیں جانتا۔
2. سماعت کمزور ہے۔
3. اردگرد شور ہے۔ تو ان تمام صورتوں میں بات کو بار بار دہرایا جائے، یہاں تک کہ مخاطب کی سمجھ میں آجائے۔

نبی کریم ﷺ جب لوگوں کو سلام کہتے تو تین بار سلام کہتے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مرتبہ سلام کہتے، اگر سلام کا جواب نہ آئے تو دوبارہ سلام کہتے، پھر بھی جواب نہ ملے تو تیسری مرتبہ سلام کہتے، اس کے بعد جواب نہ ملے تو پھر واپس آجاتے۔ ایسے ہی اگر کسی کے گھر میں جانا ہو تو تین مرتبہ اجازت لینی چاہیے، یعنی تین مرتبہ دروازہ کھٹکھٹایا جائے، جواب نہ ملے تو واپس ہوجانا چاہیے،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی نبی کریم ﷺ کی سنت اور طریقہ ہے۔

سوال کیا موبائل یا ٹیلی فون کا بھی یہی حکم ہے، یعنی تین مرتبہ بیل (Bell) دینے سے جواب نہ آئے تو پھر نمبر نہ ملایا جائے؟

جواب اس میں دو احتمال ہیں:

1. درج بالا حکم میں شامل ہے۔
2. یہ بھی احتمال ہے کہ ٹیلی فون کا حکم اس سے مختلف ہے، کیونکہ ممکن ہے کہ گھر والے فون کے پاس نہ ہوں اور فون کے اور ان کے درمیان کافی فاصلہ ہو کہ تین دفعہ بیل بجنے تک نہ پہنچ سکتے ہوں تو اس طرح اجازت لینے کے حکم سے اس کا حکم مختلف ہوگا۔

پھر امام نووی رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو ذکر کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا کلام واضح ہوتا تھا، آپ ﷺ بعض حروف یا بعض کلمات کو باہم گڈمڈ نہیں کرتے تھے، بلکہ ٹھہر ٹھہر کر گفتگو کرتے تھے، اگر کوئی آپ کے الفاظ کو شمار کرنا چاہتا تو ایسا کر سکتا تھا۔

انسان کو ایسے ہی ٹھہر ٹھہر کر گفتگو کرنی چاہیے تاکہ سننے والا سمجھ جائے، کیونکہ بات کرنے کا مقصد ہی یہی ہوتا ہے کہ مخاطب بات کو سمجھ لے۔ جب انسان ٹھہر ٹھہر کر گفتگو کرے اور تین تین بار بات کرے تو اسے ذہن میں یہ بات رکھنی چاہیے کہ یہ نبی کریم ﷺ کا طریقہ ہے تاکہ اسے اس کا اجر و ثواب بھی مل جائے اور مخاطب کو بھی بات سمجھ میں آجائے۔

ایسے تمام کاموں میں ذہن میں یہ بات ہونی چاہیے کہ اِس سنت کو نبی کریم ﷺ کا طریقہ سمجھ کر اپنا رہا ہوں تاکہ اجر و ثواب کا مستحق ہو سکے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث پاک کے فوائد:

① بات تکرار کے ساتھ اور واضح کرنی چاہیے۔

② اجازت تین دفعہ طلب کرنی چاہیے، مل جائے تو ٹھیک ہے ورنہ واپس لوٹ جانا چاہیے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجد کے آداب

128۔ عن أنس رضي الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: «اَلْبُصَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيْئَةٌ، وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا» [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ تھوک کو دفن کر دینا ہے۔''

129۔ وَعن عائشة رضي الله عنها أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَأَى فِيْ جِدَارِ الْقِبْلَةِ مُخَاطًا، أَوْ بُزَاقًا، أَوْ نُخَامَةً؛ فَحَكَّهُ. [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ''رسول کریم ﷺ نے قبلے کی جانب دیوار میں تھوک یا کھنگار یا ناک والا مادہ دیکھا تو آپ ﷺ نے اس کو کھرچ دیا۔''

130۔ وعَن أنس رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: « إِنَّ هٰذِهِ الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِشَيْءٍ مِنْ هٰذَا الْبَوْلِ وَلَا الْقَذَرِ، إِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ » أَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ. [3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسجدوں میں پیشاب اور گندگی پھیلانا مناسب نہیں، مسجدیں اللہ تعالیٰ کے ذکر اور قرآن مجید کی تلاوت کے لیے ہوتی ہیں۔''

[1] صحیح البخاري، رقم الحديث [415] صحيح مسلم، رقم الحديث [552]

[2] صحیح البخاري، رقم الحديث [407] صحيح مسلم، رقم الحديث [549]

[3] صحيح مسلم، رقم الحديث [285]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریح:

نبی کریم ﷺ نے واضح فرما دیا کہ مسجدوں کو گندگی سے پاک رکھنا واجب ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ مسجد میں تھوکنا گناہ ہے، اگر کوئی تھوک دے تو اس کو دفن کر دے۔

''مسجد میں تھوکنا گناہ ہے'' سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں تھوکنا حرام ہے۔ مسجد میں بلغم پھینکنا اور تھوکنا دو وجوہات کی بنا پر حرام ہے:

① اس سے نمازیوں کو تکلیف پہنچتی ہے، کبھی نمازی عدم شعور کی بنا پر تھوک پر سجدہ کر دے یا اس کو دیکھ کر کراہت محسوس کرے تو اس بنا پر مسجد میں تھوکنا حرام ہے۔

② مسجد میں تھوکنے سے اللہ کے گھر کی توہین ہوتی ہے، کیونکہ مسجد تو اللہ کے ذکر کے لیے ہوتی ہے، اس لیے مسجد میں تھوکنا جائز نہیں۔

اگر کوئی تھوک دے تو اس کو دفن کر دے اور تھوک دیوار پر گرے تو اس کو کھرچ دے تو یہ کفارہ بن جائے گا، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''نبی کریم ﷺ نے دیوار پر بلغم وغیرہ دیکھی تو اس کو کھرچ دیا۔'' اس لیے اگر زمین پر تھوک گرے تو اس کو دفن کرنا چاہیے اور دیوار پر گرے تو اس کو کھرچ دینا چاہیے تاکہ اس کا نشان زائل ہو جائے۔

آجکل مساجد میں فرش ہوتے ہیں اور عمدہ ٹائیلیں لگی ہوتی ہیں، اگر ان میں کوئی تھوک دے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ رومال کے ساتھ صاف کر دے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث ایک اعرابی کے قصے میں وارد ہوئی کہ جس نے مسجد میں آکر پیشاب کرنا شروع کر دیا کیونکہ اسے علم نہیں تھا،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں نے اس کو برا بھلا کہا، نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو منع کر دیا، جب وہ پیشاب کر چکا تو نبی کریم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ پیشاب پر پانی کا ایک ڈول بہا دو۔ پھر اعرابی کو بلایا اور کہا:

''مسجدوں میں گندگی پھیلانا جائز نہیں۔ مسجد نماز، قرآن کی تلاوت اور ذکر کے لیے ہوتی ہے۔''

ہر مومن پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے گھروں کا احترام کرے، ان میں گندگی وغیرہ نہ پھیلائے اور مسجدوں میں شور بھی نہ کرے، بلکہ با ادب ہو کر مسجد میں ٹھہرے، کیونکہ مسجدیں اللہ تعالیٰ کا گھر اور فرشتوں کا ٹھکانا ہیں۔

حدیث پاک کے فوائد:

① مساجد کو گندگی سے بچانا واجب ہے۔

② نبی کریم ﷺ بڑے عاجزی کرنے والے اور شفقت کرنے والے تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدبودار چیز کھا کر مسجد میں آنا منع ہے

131۔ عن جابرٍ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ﴿مَنْ أَكَلَ ثُومًا أَوْ بَصَلًا، فَلْيَعْتَزِلْنَا أَوْ فَلْيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا﴾[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جس نے لہسن یا پیاز کھایا وہ ہم سے یا ہماری مسجد سے الگ رہے۔“

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے:

﴿مَنْ أَكَلَ الْبَصَلَ، وَالثُّومَ، وَالْكُرَّاثَ، فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَأَذَّى مِمَّا يَتَأَذَّى مِنْهُ بَنُو آدَمَ﴾

”جس نے پیاز، لہسن یا گنڈری کھائی، وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے، کیونکہ جس چیز سے انسان تکلیف محسوس کرتے ہیں، فرشتے بھی اس سے اذیت محسوس کرتے ہیں۔“

تشریح:

جب کوئی شخص پیاز یا لہسن وغیرہ کھا کر مسجد میں آتا تو نبی کریم ﷺ بطورِ سزا اس کو بقیع کی طرف نکال دیتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص پیاز یا لہسن کھانا چاہتا ہے وہ پکا کر کھائے، کیونکہ پکانے سے ان کی بدبو ختم ہو جاتی ہے

اس حدیث سے پتا چلا کہ پیاز اور لہسن حرام نہیں، انسان انھیں کھا سکتا

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [854] صحيح مسلم، رقم الحديث [564]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے لیکن کھانے کے بعد مسجد میں آئے نہ نمازیوں کے ساتھ آ کر ملے، اور نہ حلقہ درس ہی میں شریک ہو، کیونکہ ان کی بدبو آ رہی ہو یا جسم وغیرہ سے گندی بدبو اٹھ رہی ہو تو فرشتے گندی بدبو سے تنگ ہوتے ہیں۔

سوال اگر انسان پیاز اور لہسن کھانے کے بعد ایسی چیز استعمال کر لے جس سے ان کی بدبو ختم ہو جائے تو پھر مسجد میں داخل ہوسکتا ہے؟

جواب اگر ایسی چیز استعمال کی جس سے بدبو مکمل طور پر ختم ہوگئی اور معدہ سے بھی بدبو نہیں اٹھ رہی تو مسجد میں داخل ہوسکتا ہے کیونکہ اب علت ختم ہوگئی ہے جو دخولِ مسجد سے مانع تھی۔

سوال کیا مسجد میں جانے سے بچنے کے لیے پیاز اور لہسن کھانا جائز ہے؟

جواب مسجد میں جانے سے بچنے کے لیے پیاز اور لہسن کھانا حرام ہے کیونکہ اس کی وجہ سے وہ ایک فریضہ کا تارک ہو رہا ہے۔ اگر بندے کے ذہن میں یہ بات ہو کہ مسجد میں جانے سے جان چھوٹ جائے گی تو پھر حرام ہے۔ لیکن اگر اس نے اس لیے پیاز کھایا ہے کہ اُسے اچھا لگتا ہے تو پھر کھانا مباح ہے مگر جب تک بدبو زائل نہیں ہوتی مسجد میں نہ آئے۔

حدیث پاک کے فوائد:

1. جو شخص پیاز یا لہسن کھائے وہ منہ سے اِن کی بدبو ختم ہونے سے پہلے مسجد میں نہ جائے۔
2. جس چیز سے انسانوں کو تکلیف ہوتی ہے، اس سے فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔
3. دوسروں کی چاہت اور مرضی کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مریض کی عیادت کے آداب

132۔ وعن عائشة رضي الله عنها أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَعُودُ بَعْضَ أَهْلِهِ يَمْسَحُ بِيَدِهِ الْيُمْنَىٰ وَيَقُولُ: « اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ، أَذْهِبِ الْبَأْسَ، وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا »[1]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: ''رسول کریم ﷺ اپنے اہل میں سے کسی کی عیادت کرتے تو اپنا دایاں ہاتھ اس پر پھیرتے اور فرماتے: اے اللہ! لوگوں کے ربّ! بیماری کو لے جا اور شفا نصیب کر، تو ہی شفا دینے والا ہے، شفا تجھ ہی سے ملتی ہے، ایسی شفا عطا کر جو کسی قسم کی بیماری اور کمزوری نہ باقی رہنے دے۔''

تشریح:

نبی کریم ﷺ جب اپنے گھر والوں میں سے کسی کی عیادت کرتے تو اپنے دایاں ہاتھ مریض پر پھیرتے اور درج بالا دعا پڑھتے اور اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا وسیلہ دیتے۔

مریض کو بھی یقین اور اعتقاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ میرا خالق ہے، پیدا کرنے کے بعد اس نے مجھے صحت عطا کی، پھر بیماری میں مبتلا کیا تو جو اللہ بیمار کرسکتا ہے وہ صحت بھی عطا کرسکتا ہے۔

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5743] صحيح مسلم، برقم [2191]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«أَذْهِبِ الْبَأْسَ» یعنی مریض کو جو بیماری لگ گئی ہے اِس بیماری سے اس کو صحت عطا کر۔

«اشْفِ أَنْتَ الشَّافِيُ» شفا مرض کے ختم ہونے اور مریض کے تندرست ہوجانے کا نام ہے۔

«اِشْفِ» ہمزہ کے زیر کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کا مطلب ہوتا ہے شفا عطا کر اور یہاں یہی مطلوب ہے۔ اگر ہمزہ کے زبر کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کا مطلب ہوتا ہے ہلاک کر۔ اسی لیے کہا جاتا ہے: "اَللّٰهُمَّ اشْفِ فُلَانًا وَلَا تُشْفِهِ" عام لوگوں کے ہاں دونوں کلمے ایک جیسے ہیں، مگر ان کے درمیان بہت بڑا فرق ہے۔

«الشافي» شفا دینے والا اللہ تعالیٰ ہے، دوائی کھانا یا دم کروانا، یہ ایک سبب ہے۔ کبھی دوائی اور دم فائدہ دیتا ہے اور کبھی نہیں، اللہ چاہے تو دوائی سے نفع دے، چاہے تو نہ دے، اس لیے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دو شخصوں کو ایک ہی قسم کی بیماری ہوتی ہے اور دونوں ایک ہی قسم کی دوائی کھاتے ہیں لیکن ایک کو صحت مل جاتی ہے اور دوسرا فوت ہوجاتا ہے، کیونکہ شفا اللہ کے ہاتھ میں ہے، چاہے تو تندرستی سے نواز دے اور چاہے تو اسی دوا سے موت واقع کر دے، لہٰذا دوا ایک سبب ہے جو ہمیں اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جس طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«تَدَوَوْا وَلَا تَدَوَوْا بِالْحَرَامِ»[1]

''دوائی لو لیکن حرام سے علاج نہ کرواؤ۔''

نیز ارشاد فرمایا:

«مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ دَاءً، إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ دَوَاءً»[2]

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [3874]

[2] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [3438]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اللہ نے جو بیماری بھی اتاری ہے اس کے ساتھ ہی اس کی دوا بھی اتاری ہے۔''

« لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ » شفا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے، اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا شفا نہیں دے سکتا، دوائی میں شفا ایک سبب ہے، نہ ڈاکٹر شفا دے سکتا ہے اور نہ دوائی ہی سے آرام آ سکتا ہے۔

« شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا » یعنی ایسی شفا عطا کر جس کے بعد بیماری مکمل طور پر ختم ہو جائے۔

حدیث پاک کے فوائد:

1. انسان جب کسی کی عیادت کرے تو دایاں ہاتھ اس کے جسم پر پھیرے اور مذکورہ دعا پڑھے۔
2. اللہ کے علاوہ کوئی بھی شفا نہیں دے سکتا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مریض کو خوشخبری دینا مستحب ہے

133۔ عن عبداللہ بن عباس رضي الله عنه أَنَّ النبيَّ ﷺ دَخَلَ عَلٰى أَعْرَابِيٍّ يَعُوْدُهُ، وَكَانَ إِذَا دَخَلَ عَلٰى مَنْ يَعُوْدُهُ قَالَ: « لَا بَأْسَ، طَهُوْرٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ » [1]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ”نبی کریم ﷺ نے ایک دیہاتی کی عیادت کی، تو فرمایا: « لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ إِنْ شَاءَ اللّٰه » بلکہ جس کی بھی عیادت کو جاتے تو آپ یہ فرماتے۔“

تشریح:

نبی کریم ﷺ جب کسی مریض کی عیادت کرتے تو « لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ إِنْ شَاءَ اللّٰه » پڑھتے تھے، یعنی یہ تکلیف ان شاء اللہ گناہوں سے پاک کرنے والی ہے۔

”إِنْ شَاءَ اللّٰه“ جملہ دعائیہ نہیں بلکہ صبریہ ہے کیونکہ دعا میں جزم ہوتا ہے اور یہاں جزم نہیں، نبی کریم ﷺ نے جزم کے ساتھ دعا مانگنے کا حکم دیا ہے، اور ”اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ إِنْ شِئْتَ“ کہنے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ ”إِنْ شِئْتَ“ کا مطلب ہے اگر تو چاہے تو بخش دے، ورنہ نہ بخش، گویا دوسرے الفاظ میں اللہ تعالیٰ سے بے پروا ہونے کا کہہ رہا ہے کہ اگر تو نے بخش دیا تو ٹھیک ہے ورنہ مجھے تیری بخشش کی ضرورت نہیں۔ نبی کریم ﷺ کے فرمان: ”لَا بَأْسَ“ میں بھلائی اور نیک فال ہے، گویا آپ ﷺ کہہ رہے ہیں یہ بیماری اور تکلیف نہیں

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [3616]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ گناہوں سے پاک کرنے کے لیے ایک نعمت ہے۔

آگے جو "إِنْ شَاءَ اللّٰه" فرمایا، اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ معاملہ اللہ کی مشیت سے ہوگا اور ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہے۔

حدیث پاک کے فوائد:

① جو شخص مریض کی عیادت کرے اسے «لَا بَأْسَ طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللّٰه» پڑھنا چاہیے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مریض کے اہل خانہ سے مریض کی حالت پوچھنا

134۔ عن ابن عباس رضي الله عنهما «أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ خَرَجَ مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي وَجَعِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ، فَقَالَ النَّاسُ: يَا أَبَا الْحَسَنِ، كَيْفَ أَصْبَحَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: أَصْبَحَ بِحَمْدِ اللّٰهِ بَارِئًا» [1]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ''جس بیماری میں رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے، اس بیماری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس سے ہو کر آئے تو لوگوں نے پوچھا: اے ابو الحسن! (حضرت علی کی کنیت) اللہ کے رسول ﷺ نے کیسے صبح کی؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: الحمد للہ تندرستی کی حالت میں صبح کی۔''

تشریح:

مریض کے متعلق اس کے اہل خانہ سے پوچھنا شرعی طور پر ثابت ہے، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے رسول کریم ﷺ کی صحت کے متعلق دریافت کیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے داماد اور چچا زاد ہیں اور اہل بیت میں سے افضل اور چوتھے خلیفہ راشد ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ نے انھیں غزوہ تبوک میں مدینہ میں اہل و عیال کے پاس رہنے کا حکم دیا تو نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ وہ ناپسندیدگی کا اظہار کر رہے ہیں تو فرمایا:

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6266]

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''کیا تو پسند نہیں کرتا کہ تیرا مقام میرے نزدیک وہ ہو جو ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھا؟''❶

کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے بھی ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب مقرر کیا تھا اور کہا:

﴿ اُخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَ اَصْلِحْ وَ لَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ [الأعراف: 142]

''میری قوم میں تو میرا جانشین رہ اور اصلاح کرنا اور مفسدوں کے راستے پر نہ چلنا۔''

مگر ہارون علیہ السلام تو پیغمبر تھے، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرما دی کہ ''إلا أنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ'' مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات والی بیماری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے باہر آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی بیمار ہوتے تو سودہ بنت زمعہ کے علاوہ تمام بیویوں کو برابر وقت دیتے کیونکہ سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنا دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا تھا۔ جب بیماری زیادہ ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں کل کہاں ہوں گا؟ میں کل کہاں ہوں گا؟ (کس بیوی کے پاس کل کی باری ہے؟)۔''❷

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بار بار پوچھنے کا مقصد یہ تھا کہ عائشہ کی باری کب ہے؟ تمام ازواج مطہرات نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت دے دی کہ بیماری کے ایام عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گزاریں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس چلے گئے اور انھی کے ہاں وفات پائی۔

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [3706] صحيح مسلم، برقم [2404]

❷ صحيح البخاري، رقم الحديث [445] صحيح مسلم، رقم الحديث [2443]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث سے یہ بھی پتا چلا کہ اگر مریض تک پہنچنا ناممکن ہو تو انسان اس کے اقارب میں سے مریض کی حالت دریافت کر سکتا ہے لیکن آج کل ٹیلی فون اور موبائل کی سہولت کے پیشِ نظر اگر مریض تک رسائی نہ ہو سکے تو ٹیلی فون کے ذریعے سے مریض کے حال احوال پوچھے جا سکتے ہیں، اس سے بھی ان شاء اللہ اجر وثواب ملے گا۔

حدیث پاک کے فوائد:

ثواب حاصل کرنے کے لیے مریض کی عیادت کرنی چاہیے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زندگی سے مایوس شخص کیا کہے؟

135۔ عن عائشة رضي الله عنها قالت: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ إِلَيَّ يَقُولُ: «اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي وَارْحَمْنِي، وَأَلْحِقْنِي بِالرَّفِيقِ الْأَعْلَىٰ» ❶

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول کریم ﷺ نے میرے ساتھ ٹیک لگائی ہوئی تھی اور فرما رہے تھے: ''اے اللہ مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔''

تشریح:

زندگی سے مایوسی کا اسی وقت پتا چلتا ہے جب موت سر پر ہو۔ موت کی نشانیوں کے ظہور سے پہلے انسان ناامید نہ ہو۔ کتنے ہی ایسے انسان دیکھے گئے ہیں کہ ان کی بیماری اتنی شدت اختیار کر گئی کہ گھر والوں نے کفن وغیرہ سب کچھ تیار کر لیا، مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا دے دی، اور کتنے ہی ایسے انسان دیکھنے میں آئے ہیں کہ جنگل بیابان میں ہیں، ان کے پاس پانی ہے نہ کھانا، موت سامنے نظر آ رہی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے نجات دے دی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کسی بندہ کی توبہ سے اتنا خوش نہیں ہوتا جتنا ایک بندہ جنگل بیابان میں سفر کر رہا ہے، سواری پر اس کے کھانے پینے کا

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [4450] صحيح مسلم، برقم [2444]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سامان بھی ہے، ستانے کے لیے لیٹتا ہے، اچانک سواری غائب ہو جاتی ہے، تلاش بسیار کے بعد جب نا امید ہو جاتا ہے تو درخت کے نیچے آ کر لیٹ جاتا ہے اور سوچ رہا ہوتا ہے کہ ابھی کوئی درندہ آئے گا اور اسے چیر پھاڑ دے گا، اچانک اللہ تعالیٰ اس کی سواری کو لوٹا دیتا ہے اور وہ اس کے سامنے کھڑے ہوتی ہے، بندہ سواری کو پکڑتا ہے اور خوشی میں کہہ دیتا ہے: اللہ تو میرا بندہ اور میں تیرا رب ہوں۔ اسے اتنی خوشی ہوتی ہے کہ حواس باختہ ہو جاتا ہے اور خطا کر جاتا ہے۔"[1]

یہ شخص بھی اپنی حالت کے اعتبار سے زندگی سے مایوس ہو چکا تھا، کیونکہ اس کا کھانا پینا سب ضائع ہو گیا تھا، لیکن حقیقی مایوسی اسی وقت ہو گی جب موت حاضر ہو اور نزع کا عالم ہو، پھر زندگی کی کوئی امید باقی نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَلَوۡلَآ إِذَا بَلَغَتِ ٱلۡحُلۡقُومَ ۝ وَأَنتُمۡ حِينَئِذٖ تَنظُرُونَ ﴾

[الواقعة: 84,83]

"پھر کیوں نہیں کہ جب وہ (جان) حلق کو پہنچ جاتی ہے۔ اور تم اس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو۔"

کون روح کو لوٹانے کی استطاعت رکھتا ہے؟ جس وقت انسان موت کو دیکھ لیتا ہے اور زندگی سے نا امید ہو جاتا ہے، تو اس وقت انسان کیا کہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم موت کے وقت کہہ رہے تھے: «اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَأَلْحِقْنِيْ بِالرَّفِيْقِ الْأَعْلٰى» رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم موت کے وقت بخشش اور رحم کا سوال کر رہے ہیں، حالانکہ ان کے اللہ تعالیٰ نے تمام گناہ معاف فرما دیے ہیں، تو ہم کو بالاولیٰ یہ دعا ہر وقت مانگنی

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6309] صحيح مسلم، برقم [2747]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہیے کیونکہ ہم دن رات گناہوں میں ملوث رہتے ہیں۔

رفیق اعلیٰ کون ہے؟ رفیق اعلیٰ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں، اور ان کی رفاقت بہت ہی اچھی ہے۔ رسول کریم ﷺ موت کے وقت «وَأَلْحِقْنِي بِالرَّفِيقِ الْأَعْلَى» کہہ رہے تھے، آپ ﷺ کے پاس پانی کا ایک برتن تھا، آپ ﷺ کو موت کی اتنی شدت ہوئی کہ کسی کو اتنی تکلیف نہ ہوگی، کیونکہ آپ ﷺ کی بیماری بھی دو آدمی کی بیماری کے برابر ہوتی تھی۔[1]

آپ ﷺ پر بیماری اور نزع کی کیفیت سخت کیوں ہوئی؟ اس لیے کہ آپ ﷺ صبر کے اعلیٰ درجات کو پالیں، کیونکہ صبر ایسی چیز کا محتاج ہوتا ہے جس پر صبر کیا جائے، گویا اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا کہ آپ ﷺ کی بیماری بھی سخت ہو اور نزع کی کیفیت بھی سخت ہو، تاکہ آپ صبر کے بلند ترین درجات حاصل کر لیں۔ آپ ﷺ پانی میں ہاتھ ڈبو کر چہرہ مبارک پر لگاتے اور فرماتے:

«إِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ»[2]

''بے شک موت کی سختیاں ہیں۔''

نبی کریم ﷺ نے سچ فرمایا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا:

﴿وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذَٰلِكَ مَا كُنتَ مِنْهُ تَحِيدُ﴾

[ق: 19]

''اور موت کی بے ہوشی حق کے ساتھ آئے گی۔ یہ ہے وہ جس سے تو بھاگتا تھا۔''

ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ موت کی سختیوں پر ہماری مدد فرمائے

---

1. صحیح البخاري، رقم الحدیث [5648] صحیح مسلم، برقم [2571]
2. صحیح البخاري، رقم الحدیث [4449]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور تمام مسلمانوں کا خاتمہ بالخیر فرمائے اور ہمیں ایمان اور توحید پر فوت کرے اور اس حال میں فوت کرے کہ وہ ہم سے راضی ہو۔ آمین۔

حدیث پاک کے فوائد:

① جو زندگی سے مایوس ہوجائے وہ «اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَأَلْحِقْنِيْ بِالرَّفِيْقِ الْأَعْلٰى» پڑھے۔

② نبی کریم ﷺ سب سے بڑھ کر صابر تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنازے کے آداب

136۔ عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال: «أَسْرِعُوا بِالْجَنَازَةِ، فَإِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُونَهَا، وَإِنْ يَكُ سِوَى ذٰلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُونَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ» [1]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جنازے میں جلدی کیا کرو، اگر وہ نیک ہے تو جہاں تم اسے بھیج رہے ہو، وہ بہت بہتر ہے، اور اگر نیک نہیں تو تم اپنے کندھوں سے ایک برائی کو دور کر رہے ہو۔''

تشریح:

جنازے کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ اس کی تدفین و تکفین میں جلدی کی جائے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ اگر میت نیک ہے تو اس کا آگے والا مقام اس کے لیے بہتر ہے اور نیک نہیں تو اس کا بوجھ کندھوں سے اتارنے ہی میں عافیت ہے۔

جنازے کو جلدی لے جانا مستحب ہے جب تک وہ ایسی حد تک نہ پہنچے جس میں میت کی کسی جسمانی خرابی کا اندیشہ ہو۔ جنازہ اٹھانا فرض کفایہ ہے، غیر مہذب طریقے سے اٹھانا جائز نہیں، اور نہ ایسی صورت میں جس میں میت کے گرنے کا اندیشہ ہو۔ جنازہ صرف مرد اٹھائیں گے، اگرچہ کسی عورت کا ہو، کیونکہ مرد اس معاملے میں عورت سے قوی ہوتا ہے، کبھی کبھار اٹھانے والے کے جسم

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1252] صحيح مسلم، رقم الحديث [944]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کپڑا ہٹ سکتا ہے، اسی وجہ سے جنازہ کو جلدی لے جانا مستحب ہے اور یہی حدیث کی اصل مراد ہے، جس پر جمہور علما کا اتفاق ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ اسراع سے مراد یہ ہے کہ جب انسان کی موت کا یقین ہو جائے تو اس کی تیاری میں جلدی کرنا لیکن یہ قول درست نہیں۔ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان «شَرٌّ تَضَعُوْنَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ» اس کی تردید کرتا ہے۔

بعض اسلاف نے اسراع کو مکروہ قرار دیا ہے۔ ان کا یہ موقف اس حد سے بڑھی ہوئی جلدی پر محمول ہوگا جس میں میت کی کسی جسمانی خرابی کا اندیشہ ہو۔

نبی کریم ﷺ کے اس فرمان «شَرٌّ تَضَعُوْنَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ» کا مفہوم یہ ہے کہ وہ میت رحمت سے دور ہے، اسے اپنے ساتھ زیادہ دیر ٹھہرانے میں کوئی فائدہ نہیں، نیز آپ ﷺ کے اس فرمان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر صالح باطل پرست لوگوں کی صحبت کو چھوڑ دینا چاہیے۔

حدیث پاک کے فوائد:

1. جنازہ کو جلدی تیار کرنا اور جلد دفن کرنا سنت ہے۔
2. نیک شخص کی میت کو تیار کرنے میں تاخیر کرنا اس پر ظلم ہے اور اس کے اور اللہ تعالیٰ نے جو اس کے لیے انعام تیار کر رکھا ہے، اس کے درمیان ایک رکاوٹ ہے۔
3. میت کے بارے میں صریح برے الفاظ استعمال کرنے کے بجائے ایسے الفاظ استعمال کرنے مستحب ہیں، جو اس کے برا ہونے کا پتا دیں، جیسے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: «وَإِنْ تَكُ سِوَى ذٰلِكَ» اور یہ نہیں فرمایا کہ اگر بری ہے، یہ نبوی ادب ہے، اور بھلائی صرف نبی اکرم ﷺ کے طریقے کی اتباع ہی میں ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

④ بعض لوگ اس حدیث کی مخالفت اس انداز سے کرتے ہیں کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے اقارب کی آمد کا انتظار کرتے رہتے ہیں، بسا اوقات یہ انتظار دو دن تک لمبا ہو جاتا ہے، یہ میت کے ساتھ بھی زیادتی ہے اور رسول کریم ﷺ کے حکم کی بھی مخالفت ہے، بلکہ جلدی دفن کر دینا ہی مسنون ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمازِ جنازہ پڑھنے والوں کی سفارش

137۔ عن عائشة رضي الله عنها قالت: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ «مَا مِنْ مَيِّتٍ يُصَلِّي عَلَيْهِ أُمَّةٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَبْلُغُوْنَ مِائَةً كُلُّهُمْ يَشْفَعُوْنَ لَهُ إِلَّا شُفِّعُوْا فِيْهِ» [1]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ ”جس میت پر سو آدمی جنازہ پڑھیں اور وہ سارے اس کے لیے سفارش کریں تو ان کی سفارش قبول کر لی جاتی ہے۔“

138۔ وعن ابن عباس رضي الله عنهما قال: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يقول: «مَا مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ، فَيَقُوْمُ عَلَى جَنَازَتِهِ أَرْبَعُوْنَ رَجُلًا لَا يُشْرِكُوْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا؛ إِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِيْهِ» [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”جب کوئی مسلمان فوت ہو جائے اور اس کے جنازے میں چالیس توحید پرست آدمی شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ میت کے حق میں ان کی سفارش قبول فرماتا ہے۔“

تشریح:

جنازے میں زیادہ لوگوں کی شمولیت افضل ہے اور امید کی جا سکتی ہے کہ

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [947]

[2] صحیح مسلم، رقم الحدیث [948]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت سے میت کو بخش دیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ سو آدمی میت کا جنازہ پڑھیں اور شفاعت کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت کو قبول فرما لیتے ہیں اور سب جانتے ہیں کہ نماز جنازہ میں شریک لوگ میت کے لیے بخشش اور رحمت کی دعا ہی کرتے ہیں۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ چالیس آدمی میت کی نماز جنازہ پڑھیں اور شفاعت کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت کی وجہ سے میت کو بخش دیتے ہیں۔ یہ ایک مومن کے لیے خوشخبری کی بات ہے کہ زیادہ لوگ نمازِ جنازہ پر جمع ہو کر سفارش کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی سفارش قبول فرمائیں گے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جنازہ جتنا بڑا ہوگا اتنا ہی فضیلت کا حامل ہوگا۔ اسی لیے آج ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ جب مسجد میں جنازہ پڑھتے ہیں تو دوسری مساجد کے لوگوں کو بھی حاضر ہونے کا کہتے ہیں تاکہ جنازہ میں زیادہ لوگ شریک ہوں۔

اگر جنازہ مسجد میں نماز کے بعد پڑھنا ہے تو امام کو چاہیے کہ جو لوگ دیر سے پہنچے ہیں اور ابھی ان کی فرض نماز کچھ باقی ہے، ان کا انتظار کرے اور جب تک وہ فرض نماز مکمل نہ کرلیں نماز جنازہ شروع نہ کرے، تاکہ وہ نماز جنازہ میں اطمینان کے ساتھ شریک ہوسکیں اور جنازہ میں زیادہ لوگ میت کے لیے شفاعت کریں، بسا اوقات ایک آدمی ہی مستجاب الدعوات ہوتا ہے، لیکن پھر بھی بڑا جنازہ مستحب ہے۔

بعض لوگ فرض نماز ادا کرنے کے بعد لوگوں کا انتظار کیے بغیر ہی نماز جنازہ کے لیے کھڑے ہوجاتے ہیں، اس طرح ایک صف یا کچھ زیادہ لوگ ہی جنازہ پڑھ سکتے ہیں، یہ اگرچہ جائز ہے لیکن افضل نہیں۔ افضل یہ ہے کہ لوگوں کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتظار کیا جائے، جب وہ فرض نماز مکمل کر لیں تو پھر جنازہ شروع کیا جائے تاکہ وہ بھی جنازے میں شریک ہو سکیں۔

حدیث پاک کے فوائد:

1. جنازے میں زیادہ لوگوں کا شامل ہونا مستحب ہے۔
2. اہل توحید کی اہمیت وفضیلت کہ اللہ ان کی شفاعت قبول فرماتے ہیں۔
3. مسلمان کی اپنے بھائی کے لیے شفاعت اللہ تعالیٰ کے حکم ہی سے قبول ہوتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میت کا قرض ادا کرنا

139۔ عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال: «نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهِ حَتّٰى يُقْضٰى عَنْهُ» ❶

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا:
''جب تک مومن کا قرض ادا نہیں کر دیا جاتا، اس کا نفس قرض کے ساتھ معلق رہتا ہے۔''

تشریح:

جب انسان مر جائے اور اس پر قرض ہو تو اس کے گھر والوں کو قرض جلدی ادا کر دینا چاہیے، کیونکہ جو وراثت اس نے چھوڑی ہے جب تک اس سے قرض ادا نہیں کیا جاتا، اس وقت تک وارثوں کا اس میں کوئی حق نہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ﴾ [النساء: 12]
''اس وصیت کے بعد جو کی جائے، یا قرض (کے بعد)، اس طرح کہ کسی کا نقصان نہ کیا گیا ہو۔''

لہٰذا قرض کی ادائیگی سے پہلے وارثوں کا ترکے میں کچھ حصہ نہیں اور انھیں قرض جلدی ادا کرنا چاہیے، ہاں اگر قرض ایک مقرر مدت تک لیا گیا تھا تو پھر مقرر مدت تک تاخیر کی جا سکتی ہے اور قرض خواہوں سے مقرر مدت کے

❶ سنن الترمذي، رقم الحديث [1078] صحيح الجامع، رقم الحديث [6779]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتظار کا کہا جا سکتا ہے۔ اگر وہ انتظار کریں تو ٹھیک ہے وگرنہ انھیں ان کا حق دے دیا جائے۔ اگر وارث جلدی قرض ادا نہیں کرتے تو پھر کوئی چیز گروی رکھ دیں یا کسی کو کفیل بنا لیں۔

بسا اوقات ورثا میت کا قرض ادا کرنے میں بڑی سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں، میت کا ترکہ استعمال کرتے رہتے ہیں اور قرض کی ادائیگی کو مؤخر کرتے رہتے ہیں، مثلاً میت پر لاکھ روپیہ قرض ہے اور اس کی بہت زیادہ جائیداد ہے۔ اس کے وارث کہتے ہیں کہ جائیداد کو اس وقت فروخت کریں گے جب اس کی قیمت زیادہ ہو جائے گی، ایسا کرنا حرام ہے، بلکہ انھیں جلدی فروخت کر کے میت کا قرض ادا کرنا چاہیے کیونکہ جائیداد تو میت کی ہے۔

ایسے ہی انسان بنک سے قرض لیتا ہے، ابھی اس پر قسطوں کی ادائیگی باقی ہوتی ہے تو وہ مر جاتا ہے۔ اب وارث اس کی چیزیں استعمال کرتے رہتے ہیں، مگر اقساط کی ادائیگی مین ٹال مٹول کرتے ہیں اور بسا اوقات شیطان انھیں ابھارتا ہے کہ حکومت سے معافی کی اپیل کریں، کبھی درخواست مسترد بھی ہو جاتی اور کبھی منظور بھی لیکن جو بھی ہو وارثوں کو میت کا قرض جلد ادا کرنا چاہیے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میت کی خوبیاں بیان کرنا

140۔ عن أنسٍ رضي اللّٰه عنه قال: مَرُّوا بِجَنَازَةٍ، فَأَثْنَوا عَلَيْهَا خَيْرًا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ «وَجَبَتْ» ثُمَّ مَرُّوا بِأُخْرَى، فَأَثْنَوا عَلَيْهَا شَرًّا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ «وَجَبَتْ» فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابُ رضي اللّٰه عنه: مَا وَجَبَتْ؟ قَالَ: «هٰذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا، فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَهٰذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا، فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ، أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ»[1]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک جنازہ گزرا تو لوگوں نے اس کی تعریف کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کے لیے واجب ہوگئی۔'' پھر ایک دوسرا جنازہ گزرا تو لوگوں نے اس کی برائی بیان کی، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کے لیے واجب ہوگئی۔'' سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا واجب ہوگئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس کی تم نے اچھی تعریف کی اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور جس کی تم نے برائی کی اس کے لیے جہنم واجب ہوگئی۔ تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔''

141۔ وعن أبي الأسود قال: قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ، فَجَلَسْتُ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضي اللّٰه عنه فَمَرَّتْ بِهِمْ جَنَازَةٌ، فَأُثْنِيَ

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1367] صحيح مسلم، رقم الحديث [949]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَلٰى صَاحِبِهَا خَيْرًا، فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَتْ، ثُمَّ مُرَّ بِأُخْرىٰ فَأُثْنِيَ عَلٰى صَاحِبِهَا خَيْرًا، فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَتْ، ثُمَّ مُرَّ بِالثَّالِثَةِ، فَأُثْنِيَ عَلٰى صَاحِبِهَا شَرًّا، فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَتْ: قَالَ أَبُو الْأَسْوَدِ: فَقُلْتُ: وَمَا وَجَبَتْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ؟ قَالَ: قُلْتُ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهُ أَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ، أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ» فَقُلْنَا: وَثَلَاثَةٌ؟ قَالَ: «وَثَلَاثَةٌ» فَقُلْنَا: وَاثْنَانِ؟ قَالَ: «وَاثْنَانِ» ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ.[1]

''ابو اسود کہتے ہیں: میں مدینے آیا اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ گیا، ان کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو لوگوں نے اس کے محاسن بیان کیے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اس کے لیے واجب ہوگئی۔'' پھر دوسرا جنازہ گزرا تو لوگوں نے اس کے بھی اچھے اوصاف بیان کیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واجب ہوگئی، پھر تیسرا جنازہ گزرا، تو لوگوں نے اسے برے الفاظ میں یاد کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے لیے واجب ہوگئی۔ ابو اسود کہتے ہیں: میں نے پوچھا: امیر المومنین! کیا چیز واجب ہوگئی؟ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اسی طرح کہا ہے جس طرح رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس مسلمان کی چار بندے تعریف کریں تو اللہ اسے جنت میں داخل فرما دیتے ہیں۔'' ہم نے کہا: تین آدمی تعریف بیان کریں تو پھر؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تین آدمی تعریف کریں تو پھر بھی جنت میں داخل ہوگا۔ ہم نے پوچھا: دو آدمی تعریف کریں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر دو بھی تعریف کریں تو اللہ تعالیٰ اس کو

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1386]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنت میں داخل کریں گے۔'' پھر ہم نے ایک کے بارے میں سوال نہیں کیا۔

تشریح:

جب انسان مرجاتا ہے تو لوگ اس کے اخلاق و اطوار کے پیشِ نظر اس کی اچھی یا بری صفات بیان کرتے ہیں تو جس کی اچھی صفات کا ذکر کیا جائے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کو واجب کر دیتے ہیں اور جس کی بری صفات بیان کی جائیں اور لوگ مرنے کے بعد اس کو نامناسب الفاظ میں یاد کریں تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جہنم کو واجب کر دیتے ہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ کے پاس سے جنازہ گزرا، لوگوں نے اس کے محاسن بیان کیے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس کے لیے واجب ہوگئی، پھر ایک دوسرا جنازہ گزرا، لوگوں نے اس کے عیوب و نقائص بیان کیے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے لیے واجب ہوگئی۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اللہ کے رسول! کیا چیز واجب ہوگئی؟ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: پہلے کو تم نے اچھا کہا اور اس کے محاسن بیان کیے تو اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور دوسرے کو تم نے برا کہا اور اس کے عیوب بیان کیے تو اس کے لیے جہنم واجب ہوگئی، تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔

جس کو صحابہ نے برے الفاظ میں یاد کیا، ہوسکتا ہے کہ منافقین میں سے ہو، کیونکہ رسول کریم ﷺ کے زمانے میں مدینہ میں منافق تھے جو ظاہراً مسلمان تھے مگر اندرونی طور پر اسلام کو ختم کرنے کی سوچتے رہتے تھے تو منافقین کا ٹھکانا جہنم کا سب سے نیچے والا درجہ ہے، ہاں جو شخص نفاق سے تائب ہوجائے تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے بچالیں گے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمان جس کی خوبی بیان کریں اور مرنے کے بعد اسے اچھے الفاظ سے یاد کریں تو اس کے لیے جنت واجب ہوجاتی ہے اور جس کو اس کی موت کے بعد برے الفاظ سے یاد کریں تو اس کے لیے جہنم واجب ہوجاتی ہے، خواہ وہ رسولِ کریم ﷺ کے زمانے کے مسلمان ہوں یا آپ ﷺ کے دور کے بعد والے، کیونکہ ابو اسود رحمہ اللہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس رسول کریم ﷺ کے دور کے بعد آئے تھے، جب ان کے پاس سے جنازے گزرے اور لوگوں نے اچھے اور برے اخلاق کا ذکر کیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ واجب ہوگئی۔

پھر نبی کریم ﷺ نے مزید تخفیف کر دی کہ جس کے اچھا ہونے کی دو آدمی بھی گواہی دے دیں وہ جنتی ہے۔ محدثین اور اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ آج ہم کسی کو جنتی یا دوزخی نہیں کہہ سکتے، ہاں جس کو رسولِ کریم ﷺ نے جنتی قرار دیا ہے، جیسے عشرہ مبشرہ صحابہ ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا:

”ابوبکر، عمر، عثمان، علی، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، عبدالرحمٰن بن عوف، ابوعبیدہ بن جراح، طلحہ اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم اجمعین جنتی ہیں۔“ [1]

ایسے ہی عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کہ جب نبی کریم ﷺ نے خبر دی کہ میری امت کے ستر ہزار (70,000) آدمی بغیر حساب و کتاب جنت میں داخل ہوں گے تو عکاشہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: حضور ﷺ! میرے لیے بھی دعا کریں کہ اللہ مجھے ان میں شامل کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو انھیں میں سے ہے۔ ایک دوسرے آدمی نے کہا: میرے لیے بھی دعا کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”عکاشہ تجھ سے سبقت لے گیا ہے۔“ [2]

---

1. سنن أبي داود، رقم الحديث [4650]
2. صحيح البخاري، رقم الحديث [6541] صحيح مسلم، رقم الحديث [220]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی آواز کرخت اور بلند تھی، جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ﴾ [الحجرات: 2]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنی آوازیں نبی کی آواز کے اوپر بلند نہ کرو اور نہ بات کرنے میں اس کے لیے آواز اونچی کرو، تمھارے بعض کے بعض کے لیے آواز اونچی کرنے کی طرح، ایسا نہ ہو کہ تمھارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم شعور نہ رکھتے ہو۔''

یہ آیت سن کر وہ ڈر گئے کہ کہیں میرے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور اپنے گھر ہی میں ٹھہر گئے، کیونکہ ان کی آواز بلند تھی اور اللہ نے فرمایا کہ نبی ﷺ کی آواز سے اپنی آواز پست رکھو۔ چند دن وہ نبی کریم ﷺ کو نظر نہ آئے تو آپ ﷺ نے ان کو پیغام بھیجا، انھوں نے جوابی پیغام بھیجا کہ میری آواز بلند ہے، اس لیے جب میں آپ کے سامنے آکر بات کروں گا تو آپ کی آواز سے میری آواز اونچی ہو جائے گی، جس کی وجہ سے میرے اعمال ضائع ہو جائیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا:

''تیری زندگی اچھی گزرے گی، تو شہادت پائے گا اور جنت میں داخل ہوگا۔''[1]

ہر وہ شخص جس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وہ جنتی ہے، ہم بھی اس کو جنتی کہیں گے اور جس کے بارے میں کہا کہ وہ جہنمی ہے، ہم اسے جہنمی کہیں گے۔

[1] مستدرك حاكم [5099]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی کریم ﷺ نے بہت سے لوگوں کو جہنمی قرار دیا ہے اور قرآن مجید میں بھی بعض کا ذکر ہے، جن میں نبی کریم ﷺ کا چچا ابولہب بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ﴾ [اللهب: 3 تا 5]

''عنقریب وہ شعلے والی آگ میں داخل ہوگا۔ اور اس کی بیوی (بھی آگ میں داخل ہوگی) جو ایندھن اٹھانے والی ہے۔ اس کی گردن میں مضبوط بٹی ہوئی رسی ہوگی۔''

ایسے ہی نبی کریم ﷺ! اپنے چچا ابو طالب کے بارے میں خبر دی کہ وہ آگ میں ہے اور اس کو آگ کے جوتے پہنائے گئے ہیں جن سے اس کا دماغ ابل رہا ہے۔

ایک آدمی آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: میرا باپ کہاں ہے؟ یعنی جنت میں یا دوزخ میں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیرا باپ دوزخ میں ہے۔''[1]

آپ ﷺ نے عمرو بن لحی کے بارے میں خبر دی کہ وہ آگ میں اپنی انتڑیاں گھسیٹ رہا ہے۔[2]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

''جن کی پارسائی اور نیکی کو تمام امت مانتی ہے، ہم ان کے جنتی ہونے کی گواہی دے سکتے ہیں، مثال کے طور پر امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ اور دیگر ائمہ حدیث، جن کے نیک اور متقی ہونے پر امت کا اجماع

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث [203]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [2856] صحيح مسلم، برقم [3521]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ ان کے نیک اور اچھا ہونے پر تمام امت کا اتفاق ہے مگر چند ایک ان کے مخالف ہوں گے اور جو مخالف ہو کر الگ ہو گیا وہ جہنم میں جائے گا۔"

امام ابن تیمیہ کی اس رائے کی تائید بخاری شریف کی روایت سے ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"جس کے اچھا ہونے کی گواہی دو مسلمان بھی دے دیں تو وہ جنتی ہے۔"

اللہ سے دعا ہے کہ تمام مسلمانوں کو جہنم سے بچائے اور جنت میں داخل فرمائے۔

حدیث پاک کے فوائد:

① جب مسلمان کسی فوت شدہ شخص کی تعریف کریں تو یہ اس کے جنتی ہونے کی دلیل ہے اور ایسے شخص کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

② ہم کسی کو جنتی یا دوزخی نہیں کہہ سکتے، ہاں جن کو نبی کریم ﷺ نے جنتی یا دوزخی کہا ہے، انھیں ہم بھی جنتی یا دوزخی کہہ سکتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اخلاق

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اچھا اخلاق

142۔ عن مَسْرُوقٍ قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو يُحَدِّثُنَا إِذْ قَالَ: لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا، وَإِنَّهُ كَانَ يَقُولُ: «إِنَّ خِيَارَكُمْ أَحَاسِنُكُمْ أَخْلَاقًا»❶

حضرت مسروق کہتے ہیں کہ ہم عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ ہمیں حدیثیں سنا رہے تھے، اچانک انھوں نے کہا: ''نبی کریم ﷺ فحش گوئی کے عادی تھے اور نہ تکلف ہی سے فحش گوئی کرتے۔ اور فرمایا کرتے تھے: تم میں بہتر وہ ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہو۔''

143۔ وعن أنس رضي الله عنه قال: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا.❷

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول کریم ﷺ اخلاق کے لحاظ سے سب لوگوں سے اچھے تھے۔''

تشریح:

نبی کریم ﷺ کی ذات تمام اچھے اور عمدہ اخلاق کا مجموعہ ہے۔ شرع و عقل دونوں ہی نبی کریم ﷺ کو اعلیٰ اخلاق، بلند مرتبہ اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [3295] صحيح مسلم، برقم [4285]

❷ صحيح البخاري، رقم الحديث [6203] صحيح مسلم، برقم [2310]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ أَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ﴾ [الأعراف: 199]

''درگزر اختیار کر اور نیکی کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کر'' کا مصداق جاننے میں متفق ہیں۔ یعنی جو شخص آپ کے پاس آئے اس کے ساتھ عمدہ اخلاق اور نرمی کے ساتھ پیش آئیں اور ایسی چیز کا مطالبہ نہ کریں جو ان کی طبیعت پر شاق گزرتی ہے۔ اور جو آپ کے پاس نہیں آتا اسے اچھے کام کا حکم دیں اور جو شخص اپنے قول یا فعل کے ساتھ آپ کے ساتھ جہالت کا معاملہ کرتا ہے، اس سے اعراض کر لیں۔

اللہ کی قسم یہ کتنے عمدہ اخلاق کی باتیں ہیں جو تمام بھلائی کو محیط ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ﴾ [فصلت: 35,34]

''(برائی کو) اس (طریقے) کے ساتھ ہٹا جو سب سے اچھا ہے، تو اچانک وہ شخص کہ تیرے درمیان اور اس کے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہوگا جیسے وہ دلی دوست ہے۔ اور یہ چیز نہیں دی جاتی مگر انھی کو جو صبر کریں اور یہ نہیں دی جاتی مگر اسی کو جو بہت بڑے نصیب والا ہے۔''

صبر، حلم اور عقلمندی عمدہ اخلاق کو چار چاند لگا دیتے ہیں اور اس اخلاق کا مرتبہ اتنا ہی زیادہ ہے جتنا کوئی بیان کر سکے۔

حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ کا وصف بیان ہوا ہے کہ آپ ﷺ فحش گوئی سے انتہائی دور تھے اور نرمی کرنے والے تھے۔ یہ حدیث عمدہ اخلاق کو اپنانے کی بھی ترغیب دیتی ہے۔ ایک حدیث میں مذکور ہے کہ عمدہ اخلاق

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیامت والے دن میزان میں سب سے زیادہ وزنی ہوگا۔

اس لیے اے مسلمان بھائی! اللہ کے ساتھ اچھے اخلاق کا معاملہ کر اور اللہ تعالیٰ نے جو احکامات نازل فرمائے ہیں، انھیں شرح صدر کے ساتھ قبول کر اور جو تکالیف اور مصائب پہنچیں ان پر صبر کر، اور بندوں کے ساتھ بھی احسان کا معاملہ رکھ، کیونکہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔

اچھا اخلاق اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی برتا جاتا ہے اور بندوں کے ساتھ بھی، اللہ کے ساتھ اچھے اخلاق کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو خوشی سے قبول کرلے اور تقدیر پر راضی ہوجائے، غم اور دکھ میں واویلا نہ کرے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی ایسی چیز کے ساتھ آزمائے جسے انسان ناپسند کرتا ہے تو اس پر صبر کرے اور اپنی زبان اور دل سے کہے: "رَضِيتُ بِاللّٰهِ رَبًّا"

جب اللہ تعالیٰ کسی شرعی حکم کا فیصلہ فرمائیں تو اس کو بھی خوشی سے قبول کرے اور شریعت پر شرح صدر اور اطمینان سے عمل پیرا ہوجائے۔

لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان لوگوں کو تکلیف نہ دے، ان سے نیکی کا برتاؤ کرے اور انھیں خندہ پیشانی سے ملے۔

حدیث پاک کے فوائد:

① اچھے اخلاق کی ترغیب اور صاحبِ اخلاق کی فضیلت۔

② نبی کریم ﷺ کے عمدہ اخلاق کا بیان۔

③ انسان اچھے الفاظ استعمال کرے اور فحش گوئی سے دور رہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صبر عمدہ اخلاق کی بنیاد ہے

144۔ عن أبي سعيد الخُدْرِي رضي الله عنه أَنَّ نَاسًا مِنَ الْأَنْصَارِ سَأَلُوا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَأَعْطَاهُمْ، ثُمَّ سَأَلُوهُ فَأَعْطَاهُمْ، ثُمَّ سَأَلُوهُ فَأَعْطَاهُمْ حَتّٰى نَفِدَ مَا عِنْدَهُ، فَقَالَ: «مَا يَكُونُ عِنْدِي مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ أَدَّخِرَهُ عَنْكُمْ، وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ، وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ، وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ» [1]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول کریم ﷺ سے مال کا مطالبہ کیا، آپ ﷺ نے ان کو دے دیا۔ انھوں نے پھر مال طلب کیا تو آپ ﷺ نے پھر دیا۔ انھوں نے پھر مال طلب کیا، آپ ﷺ نے پھر دیا حتی کہ جو مال آپ ﷺ کے پاس تھا وہ ختم ہوگیا۔ اس کے بعد رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ”میرے پاس جو مال بھی ہو میں اس کو تم سے روک کر نہیں رکھتا۔ جو شخص لوگوں سے مانگنے سے بچے اللہ تعالیٰ اس کو بچا دیتے ہیں اور جو بے پرواہی اختیار کرے اللہ تعالیٰ اس کو بے پرواہ کر دیتے ہیں، اور جو اپنے اندر صبر پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے صبر کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں، اور صبر سے بہتر اور بڑھ کر کوئی چیز نہیں جو کسی کو دی گئی ہو۔“

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1400] صحيح مسلم، برقم [1053]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریح:

صبر ہر اچھے اخلاق کی اساس اور برے اخلاق سے بچنے اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کے لیے نفس کو خواہشات سے دور رکھنے کا نام ہے۔ دوسرے الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا، نافرمانی سے بچنا اور تکلیف و مصیبت کو تقدیر سمجھتے ہوئے راضی ہو جانا صبر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے صبر کا حکم ارشاد فرمایا ہے اور صبر کرنے والوں کی تعریف کی ہے۔ قرآن مجید کی بیسیوں آیات میں ان کے بلند درجات کی وضاحت فرمائی ہے اور خبر دی ہے کہ انھیں بے حساب اجر سے مالا مال کیا جائے گا۔ اس لیے انسان کو ایسا اخلاق اپنانا چاہیے جس سے اطاعت کی مشقت کم ہو جائے اور خواہشاتِ نفس کو چھوڑنا آسان ہو۔ اس اخلاق کا نام صبر ہے۔

اس حدیث میں یہ بیان ہوا ہے کہ انصار نے آپ ﷺ سے مال کا مطالبہ کیا، آپ ﷺ نے انھیں سارا مال دے دیا اور اپنے پاس کچھ بھی نہ چھوڑا، تاکہ کوئی یہ گمان نہ کر لے کہ آپ ﷺ نے کچھ مال ذخیرہ کر لیا ہے۔ علاوہ ازیں نبی کریم ﷺ نے اس کی وضاحت بھی کر دی کہ جو میرے پاس ہوتا ہے میں تم سے چھپا کر نہیں رکھتا۔ اس وضاحت کا مقصد یہی ہے کہ کسی کے دل میں خدشہ پیدا نہ ہو جائے، اگرچہ آپ ﷺ پر کوئی ایسا گمان نہیں کر سکتا مگر آپ ﷺ نے شیطان کی دخل اندازی کے تمام راستے مسدود کر دیے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کے بہکاوے اور وسوسے سے محفوظ کر دیا، کیونکہ شیطان کا کام ہی دلوں میں وسوسے ڈالنا اور اہل ایمان کو گمراہی کی طرف لے جانا ہے۔

ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ شیطان خون کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح انسان کے اندر گردش کرتا ہے۔ اس حدیث میں آپ ﷺ نے دو صحابیوں کو شیطان کے بہکاوے سے بچایا۔ ہوا یوں کہ نبی کریم ﷺ مسجد میں تھے، آپ ﷺ کے پاس آپ کی بیوی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں، جب وہ جانے لگیں تو رسولِ کریم ﷺ نے صفیہ رضی اللہ عنہا کو کہا کہ ٹھہرو میں تمھیں چھوڑ کر آتا ہوں، کیونکہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا گھر تھوڑا دور تھا۔ نبی کریم ﷺ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکلے، انصار کے دو آدمی آپ ﷺ کو ملے، انھوں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو تیز ہو گئے، آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی رفتار کے مطابق چلو یہ صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حیی ہیں۔ انھوں نے تعجب سے کہا: سبحان اللہ (ہمارے ذہنوں میں تو کوئی بات ہی نہیں) آپ ﷺ نے فرمایا: شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح گردش کرتا ہے۔ میں نے اس ڈر سے تمھیں کہا کہ کہیں وہ تمھارے دلوں میں کوئی وسوسہ نہ ڈال دے۔[1]

زیر بحث حدیث کے اگلے حصے میں نبی کریم ﷺ نے اس بات کی طرف راہنمائی فرمائی کہ جو شخص مخلوق سے سوال کرنے سے بچے، اللہ تعالیٰ اسے رزق عطا کرنے اور فقر کو دور کرنے کے ساتھ ثواب بھی عطا فرمائیں گے۔ اور جو اللہ سے بے پرواہی طلب کرے اللہ تعالیٰ اسے حرام سے دور کرنے کے ساتھ بے پروا کر دیں گے۔

امام طیبی رحمہ اللہ «من یستعفف یعفه الله» کا مفہوم بیان فرماتے ہیں کہ جو شخص سوال کرنے سے بچ گیا، ہاں اگر کسی نے خود دے دیا تو وہ لے لیا، مگر سوال نہیں کیا، اللہ تعالیٰ اس کے دل کو غنا سے بھر دیں گے کہ وہ کسی سے سوال نہیں کرے گا۔ جس نے صبر کیا، اگر کسی نے کوئی چیز دی تو اس نے پھر بھی نہ لی

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1933] صحيح مسلم، برقم [2175]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو یہ سب سے اعلیٰ درجہ ہے اور صبر تمام اعلیٰ احکام کا جامع ہے۔[1]

جو شخص اپنے نفس کو صبر پر ابھارتا ہے، یہاں تک کہ اس کا نفس صبر کا خوگر ہوجاتا ہے اور مصائب پر صبر کرتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی بہترین عطا اور توفیق ہے، اللہ تعالیٰ بندے پر جو احسانات فرماتا ہے، صبر ان میں سب سے بہتر ہے۔

امام ابن جوزی فرماتے ہیں:

"جب مانگنے سے اجتناب کرنا مخلوق سے حال کو پوشیدہ رکھنے اور ان سے بے پرواہی اختیار کرنے کا تقاضا کرتا ہے تو سوال کرنے سے بچنے والا باطن میں اللہ تعالیٰ سے معاملہ رکھتا ہے، تو سچائی کے مطابق اس کو منافع مل جاتا ہے۔ صبر بہترین عطیہ ہے کیونکہ یہ نفس کو اس کی مرضی والے کاموں سے روکتا ہے اور پسندیدہ کاموں کو اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے کہ اگر انسان جلد بازی میں نفسانی خواہش پر عمل پیرا ہوجائے تو بعد میں اسے پچھتانا نہ پڑے۔"[2]

حدیث پاک کے فوائد:

1. جب بندہ حرام سے بچنا چاہے تو اللہ تعالیٰ اسے بھی اور اس کے اہل وعیال کو بھی حرام سے بچا دیتے ہیں۔
2. جب انسان لوگوں کے مال و منال سے بے پروا ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو غنا نصیب کر دیتے ہیں اور وہ لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کرتا۔
3. اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے افضل نعمت صبر ہے۔

---

[1] فتح الباري [304/11]

[2] فتح الباري [304/11]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصیبت کے وقت صبر ہی بہتر ہے

145۔ عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِامْرَأَةٍ تَبْكِي عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ: «اِتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِي» قَالَتْ: إِلَيْكَ عَنِّي، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيبَتِي، وَلَمْ تَعْرِفْهُ، فَقِيلَ لَهَا: إِنَّهُ النَّبِيُّ ﷺ، فَأَتَتْ بَابَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ بَوَّابِينَ فَقَالَتْ: لَمْ أَعْرِفْكَ، فَقَالَ: «إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى» [1]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک عورت کے قریب سے گزرے جو قبر پر بیٹھی رو رہی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ سے ڈر اور صبر کر''، اس نے آپ کو پہچانا نہیں تو کہہ دیا: مجھے میری حالت پر رہنے دے، تجھے مجھ جیسی مصیبت نہیں پہنچی۔ اس کو کہا گیا کہ یہ تو نبی کریم ﷺ تھے، وہ نبی کریم ﷺ کے دروازے پر آئی، دیکھا وہاں کوئی دربان بھی نہیں۔ کہنے لگی: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا (مجھے معاف فرما دیں، اب میں صبر کرتی ہوں) آپ ﷺ نے فرمایا: ''صبر جب مصیبت پہنچتی ہے اس کے آغاز ہی میں ہوتا ہے۔''

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے:

«أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَتَى عَلَى امْرَأَةٍ تَبْكِي عَلَى صَبِيٍّ لَهَا فَقَالَ

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1283] صحيح مسلم، برقم [1543]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَهَا: اِتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِيْ» فَقَالَتْ: وَمَا تُبَالِيْ بِمُصِيبَتِي؟ فَلَمَّا ذَهَبَ قِيلَ لَهَا: إِنَّهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَأَخَذَهَا مِثْلُ الْمَوْتِ، فَأَتَتْ بَابَهُ فَلَمْ تَجِدْ عَلَى بَابِهِ بَوَّابِينَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، لَمْ أَعْرِفْكَ، فَقَالَ: «إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ أَوَّلِ صَدْمَةٍ» أَوْ قَالَ: «عِنْدَ أَوَّلِ الصَّدْمَةِ»[1]

حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ ایک عورت کے پاس آئے جو اپنے بچے کی وفات پر رو رہی تھی۔ آپ ﷺ نے اس کو کہا: ''اللہ سے ڈر اور صبر کر۔'' اس نے کہا: تجھے میری مصیبت کا کیا پتا ہے؟ جب آپ چلے گئے تو اسے کہا گیا کہ یہ تو رسول کریم ﷺ تھے، جنھیں تو نے ایسا جواب دیا ہے۔ جب اس نے سنا کہ یہ رسول کریم ﷺ تھے تو اسے ایک دھچکا لگا (اس کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی) وہ رسول کریم ﷺ کے دروازے پر آئی، رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر کوئی دربان نہیں تھا۔ کہنے لگی: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا (اس لیے ایسا جواب دیا تھا) آپ ﷺ نے فرمایا: ''صبر مصیبت کے شروع ہی میں ہوتا ہے۔''

تشریح:

نبی کریم ﷺ ایک عورت کے پاس سے گزرے جو اپنے بچے کی موت پر گریہ وزاری کر رہی تھی، اس کی گریہ وزاری ایسی تھی جو شریعت میں ممنوع ہے، یعنی نوحہ کر رہی تھی تو آپ ﷺ نے اس کو اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا، اس نے

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1535]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آگے سے غیر متوقع جواب دیا۔ آپ ﷺ نے اس کو صبر کی تلقین کی تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ اگر صبر نہیں کرتی تو اللہ تعالیٰ کے غضب اور ناراضی کا خیال رکھ، یعنی بے صبری کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا عذاب اور غضب اتر سکتا ہے، اس لیے صبر کا دامن تھام اور جزع فزع نہ کر، تاکہ اللہ تجھے اجر سے نوازیں۔

وہ رسولِ کریم ﷺ کو جانتی نہیں تھی، اس لیے آپ ﷺ کی بات کا خیال نہ رکھتے ہوئے کہا کہ مصیبت مجھے پہنچی ہے اگر تجھے پہنچتی تو تُو ایسا نہ کہتا۔ جب اسے پتا چلا کہ مجھے نصیحت فرمانے والے رسول کریم ﷺ تھے تو پریشانی اور ڈر کی وجہ سے اس کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔

زین بن منیر کہتے ہیں: اس عورت کا رسول کریم ﷺ کو نہ پہچاننے کی وجہ یہ تھی کہ آپ ﷺ نے قدرت کے باوجود عاجزی کی بنا پر کوئی دربان نہیں مقرر کیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ عام بادشاہ جب گھر سے نکلتے ہیں تو ان کے آگے پیچھے خادم اور نوکر ہوتے ہیں، مگر رسول کریم ﷺ تنہا ہی تھے، اس لیے عورت رسول کریم ﷺ کو نہ پہچان سکی۔

امام طیبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: جب عورت کو کہا گیا کہ یہ نبی کریم ﷺ ہیں تو اس نے خوف اور ڈر کی وجہ سے یہ سمجھا کہ آپ ﷺ عام بادشاہوں کی طرح ہوں گے اور آپ ﷺ کے دروازے پر دربان ہوں گے جو لوگوں کو آپ ﷺ تک پہنچنے سے مانع ہوں گے لیکن جب وہ آپ ﷺ کے دروازے پر آئی تو معاملہ اس کے تصور کے برعکس تھا کہ آپ ﷺ نے بادشاہوں کی طرح اپنے دروازے پر کوئی محافظ اور دربان نہیں کھڑا کیا تھا۔

اس عورت نے آکر کہا: اللہ کے رسول ﷺ! میں نے آپ کو نہیں پہچانا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا (اب صبر کرتی ہوں) تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''صبر صدمہ پہنچنے کے آغاز ہی میں کیا جاتا ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ جب کوئی ایسا دکھ پہنچے جس کو برداشت کرنا مشکل ہو اور وہ دکھ جزع فزع کا تقاضا کرے، اس وقت اس مصیبت کو برداشت کرنا اور تقدیر سمجھتے ہوئے ثابت قدمی اختیار کرنا صبر کہلاتا ہے، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اجر سے نوازتے ہیں۔ صدمہ کا اصل معنی ہے: ٹکر مارنا، پھر قلبی مصیبت کے لیے اسے مستعار لے لیا گیا ہے۔

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جو مصیبت اچانک پہنچے اس پر صبر کرنے سے انسان کو اجر وثواب ملتا ہے، بخلاف اس کے جس کے وقوع کا انسان کو پہلے سے پتا ہو۔''

نیز فرماتے ہیں کہ انسان کو مصیبت کی وجہ سے اجر نہیں ملتا، کیونکہ مصیبت انسان کے بس میں نہیں بلکہ اجر مصیبت پر صبر کرنے سے ملتا ہے۔

امام ابن بطال رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''آپ ﷺ نے ارادہ کیا کہ دو مصیبتیں اس عورت پر اکٹھی نہ ہوں، ایک بچے کی ہلاکت کی مصیبت اور دوسری اجر ضائع ہونے کی۔''

درج بالا حدیث میں مذکورہ فوائد کے علاوہ بھی بہت سے فوائد ہیں کہ نبی کریم ﷺ بڑے متواضع تھے اور جاہل کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرتے تھے، مصیبت زدہ کے غم میں شریک ہوتے اور اس کے عذر کو قبول فرماتے اور ہمیشہ نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع فرماتے تھے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قاضی اور حکمران کو کوئی ایسا پہرہ دار نہیں بٹھا لینا چاہیے جو لوگوں کی حاجات اور فریادیں قاضی تک پہنچنے میں رکاوٹ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنے، یعنی جب لوگ اپنی حاجات لے کر آئیں تو وہ انھیں قاضی تک نہ پہنچنے دے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ جس کو نیکی کا حکم دیا جائے وہ اس کو قبول کرے، حکم دینے والا خواہ کوئی بھی ہو۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ جزع فزع کرنا ایسے امور میں سے ہے جو شریعت میں ممنوع ہیں، کیونکہ آپ ﷺ نے عورت کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا، جو صرف صبر کی صورت میں ممکن تھا، یعنی صبر کر، بصورت دیگر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا اندیشہ پیش نظر رکھ۔ اس حدیث میں اس بات کی بھی ترغیب ہے کہ نصیحت مصیبت کی نوعیت کو سامنے رکھ کر کی جائے، یعنی صدمہ زیادہ ہو تو اس وقت انسان کو اس کے حال پر رہنے دو، کیونکہ اگر اس نے نصیحت قبول نہ کی تو وہ بے اثر ہو جائے گی۔

حدیث پاک کے فوائد:

① رسول کریم ﷺ عاجزی کرنے والے، جاہل کے ساتھ نرمی کرنے والے اور مصیبت زدہ کا دکھ بانٹنے والے تھے۔

② ہمیشہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو سرانجام دینا چاہیے۔

③ مرد اور عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا جائز ہے۔

④ مصیبت کے وقت صبر کی تلقین کرنی چاہیے۔

⑤ دعوت دینے میں نرمی اختیار کرنی چاہیے۔

⑥ نصیحت کرتے وقت مصیبت کی شدت کو سامنے رکھنا چاہیے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیماری میں صبر کرنے کی جزا

146۔ عَنْ عطاءِ بن أبي رَبَاحٍ قَالَ: قَالَ لِيَ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَلَا أُرِيكَ امْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ؟ قُلْتُ: بَلٰى. قَالَ: هٰذِهِ الْمَرْأَةُ السَّوْدَاءُ، أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ قَالَتْ: إِنِّي أُصْرَعُ، وَإِنِّي أَتَكَشَّفُ، فَادْعُ اللّٰهَ لِي. قَالَ: « إِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ، وَإِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰهَ أَنْ يُعَافِيَكِ » قَالَتْ: أَصْبِرُ، قَالَتْ: فَإِنِّي أَتَكَشَّفُ، فَادْعُ اللّٰهَ أَنْ لَا أَتَكَشَّفَ، فَدَعَا لَهَا۔[1]

عطا بن ابی رباح کہتے ہیں کہ مجھے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا میں تجھے ایک جنتی عورت نہ دکھاؤں؟ میں نے کہا: ضرور دکھایئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ سیاہ رنگ کی عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی، کہا: مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور میرا ستر کھل جاتا ہے، آپ اللہ تعالیٰ سے میرے لیے دعا کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تو چاہتی ہے تو صبر کر تجھے جنت ملے گی، اگر شفا چاہتی ہے تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں وہ تجھے عافیت دے دے گا۔ اس نے کہا: میں صبر کرتی ہوں، پھر کہا کہ دورانِ دورہ میرا ستر کھل جاتا ہے، دعا کریں، میرا ستر نہ کھلے، آپ ﷺ نے اس کے لیے دعا کی۔

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5712] صحيح مسلم، برقم [6736]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریح:

ایک مرگی (جنوں) کی مریض عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی تاکہ شفا کی دعا کروائے، آپ ﷺ نے فرمایا: شفا چاہتی ہے تو میں دعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ شفا دے دے گا، اگر صبر کریں گی تو تجھ سے حساب نہیں ہوگا، اس نے کہا: میں صبر کروں گی اور مجھ سے حساب نہ لیا جائے۔

اس حدیث میں مرگی کے مریض کی فضیلت وارد ہوئی ہے اور یہ بھی بیان ہوا کہ جو دنیا کی مصیبتوں پر صبر کرتا ہو وہ جنت کا حقدار بن جاتا ہے، اور یہ بھی پتا چلا کہ جو شخص مصیبت کو برداشت کرنے کی طاقت رکھتا ہے اس کے لیے مصیبت کو برداشت کرنا رخصت کو اپنانے سے بہتر ہے، اور دوائی نہ لینے کا جواز بھی نکلتا ہے۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا و التجا کے ذریعے سے علاج کرنا جڑی بوٹیوں سے علاج کرنے سے زیادہ نفع بخش ہے اور دعا کی تاثیر اور بدن کا اس تاثیر کو قبول کرنا بدنی دواؤں سے زیادہ بہتر ہے، لیکن دعا دو وجہ سے نفع دیتی ہے:

① بیماری میں صدقِ دل سے دعا کرنا۔ ② دل میں تقویٰ اور توکل ہو۔

حدیث پاک کے فوائد

① مرگی کے مریض کی فضیلت ہے اور دنیاوی مصیبتوں پر صبر کرنا جنت کا وارث بناتا ہے۔

② سختی کو اختیار کرنا رخصت کو اپنانے سے بہتر ہے۔

③ دوا نہ لینا جائز ہے اور شفا دینے والا اللہ تعالیٰ ہے، دوائی اور جڑی بوٹیاں صرف اسباب ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صبر کے فوائد

147۔ عن أنسٍ رَضي الله عنه، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يقول: « إِنَّ اللّٰهَ عزَّوَجَلَ قَالَ: إِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدِيْ بِحَبِيْبَتَيْهِ فَصَبَرَ عَوَّضْتُهُ مِنْهُمَا الْجَنَّةَ» يُرِيْدُ: عَيْنَيْهِ.[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''جب میں اپنے بندے کو اس کی دو محبوب چیزوں (آنکھوں) سے آزماتا ہوں اور وہ صبر کرتا ہے تو میں ان دونوں کے بدلے میں اس کو جنت دوں گا۔'' دو چیزوں سے آپ ﷺ آنکھیں مراد لے رہے تھے۔

تشریح:

حدیثِ قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب میں کسی کی دو محبوب چیزیں (آنکھیں) چھین لیتا ہوں، پھر وہ صبر کرتا ہے تو میں اس کو جنت عطا کرتا ہوں، کیونکہ آنکھ انسان کی محبوب ترین چیز ہوتی ہے، جب اللہ اس کو چھین لیتا ہے اور انسان ثواب کی نیت سے صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت عطا کرتے ہیں۔ جنت کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جنت میں ایک کوڑے جتنی جگہ دنیا و مافیھا سے بہتر ہے۔''[2]

---

1. صحيح البخاري، رقم الحديث [5653]
2. صحيح البخاري، رقم الحديث [2892]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ آخرت کی چیزیں لا فانی ہیں اور دنیا زائل اور فنا ہونے والی ہے، اس لیے جنت کی تھوڑی سی جگہ بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

جب اللہ تعالیٰ انسان کے حواس میں سے کسی حِس کو چھین لیتا ہے تو اکثر اس کے بدلے میں اسے باطنی حواس سے نوازتا ہے، جس کی وجہ سے زائل شدہ حِس کا اَلم کم ہوجاتا ہے، اندھے کو اللہ تعالیٰ احساس و ادراک کی قوت عطا فرما دیتے ہیں، یہاں تک کہ بعض اندھے بازار میں ایسے چل رہے ہوتے ہیں جیسے بینا آدمی چلتا ہے، انھیں بازار میں موڑ کا بھی پتا چل جاتا ہے، اترائی اور چڑھائی کو بھی محسوس کر لیتے ہیں، یہاں تک کہ بعض گاڑی بک کرواتے ہیں اور اس کے ساتھ بیٹھ کر گھر کے متعلق بریفنگ دیتے رہتے ہیں کہ اب دائیں طرف ہوجائیں، یہاں سے بائیں طرف مڑیں، یہاں تک کہ اپنے دروازے کے پاس لے آتے ہیں کیونکہ گاڑی والے کو تو گھر کا پتا نہیں ہوتا، اس لیے یہ نابینا آدمی اس کی مکمل راہنمائی کرتا ہے اور اپنے گھر تک لا کر اسے اجرت دے کر واپس کر دیتا ہے۔

حدیث پاک کے فوائد:

1. ثواب کی غرض سے صبر کرنا چاہیے۔
2. اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سچائی کی فضیلت

148۔ عن عبدِ اللّٰہ رضي اللّٰہ عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: « إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِيْ إِلَى الْبِرِّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِيْ إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتّٰى يَكُوْنَ صِدِّيْقًا، وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِيْ إِلَى الْفُجُوْرِ، وَالْفُجُوْرُ يَهْدِيْ إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا » [1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک سچ نیکی کا راستہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے اور بے شک آدمی سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ صدیق بن جاتا ہے جبکہ جھوٹ گناہ کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور گناہ آگ کی طرف لے جاتا ہے اور جب آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔''

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے:

عن عبد اللّٰہ قال: قَال رسولُ اللّٰہ ﷺ: « عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ، فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِيْ إِلَى الْبِرِّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِيْ إِلَى الْجَنَّةِ، وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيْقًا، وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ، فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِيْ إِلَى الْفُجُوْرِ،

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6161] صحيح مسلم، رقم الحديث [803]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَإِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِيْ إِلَى النَّارِ، وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا[1]»

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سچ کو اختیار کرو، کیونکہ سچ نیکی کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ جب انسان ہمیشہ سچ بولتا رہتا ہے اور سچ کی تلاش میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں صدیق لکھ دیا جاتا ہے۔ جھوٹ بولنے سے بچو کیونکہ جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ آگ کی طرف لے جاتا ہے۔ جب آدمی ہمیشہ جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ ہی کو تلاش کرتا ہے تو اللہ کے ہاں بھی کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔

تشریح:

اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے کا حکم دیا ہے اور جو سچ بولتے ہیں ان کی مدح سرائی کی ہے اور بتایا کہ جو سچ بولتا ہے اسے دنیا اور آخرت میں نفع حاصل ہوتا ہے اور وہ بخشش اور اجر عظیم سے نوازا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾

[التوبة: 119]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴾

[الزمر: 33]

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث [6805]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور وہ شخص جو سچ لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی یہی لوگ بچنے والے ہیں۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴾ [محمد: 21]

''تو اگر وہ اللہ سے سچے رہیں تو یقیناً ان کے لیے بہتر ہو۔''

قیامت کے دن کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ﴾ [المائدۃ: 119]

''یہ وہ دن ہے کہ سچوں کو ان کا سچ نفع دے گا۔''

ان کے علاوہ بھی سچائی کی مدح میں بہت زیادہ آیات موجود ہیں۔ جس طرح جھوٹ ہر شر اور گناہ کی طرف لے کر جاتا ہے، ایسے ہی سچائی ہر نیکی اور بھلائی والے کاموں کی طرف لے کر جاتی ہے۔ سچا آدمی اللہ کا بھی دوست ہوتا ہے اور لوگ بھی اسے پسند کرتے ہیں اور دین و دنیا میں بھی اس کی عزت و توقیر ہوتی ہے، بلکہ عزت، اعتبار اور بلند مقام حاصل کرنے کا عنوان ہی سچائی ہے۔

جو شخص سچائی میں مشہور ہو جس طرح خالق کے ہاں اس کا مقام ہوتا ہے، ایسے ہی مخلوق کے ہاں بھی اس کی عزت و مقام بلند ہو جاتا ہے، لوگ اس کے اقوال و افعال سے مطمئن ہو جاتے ہیں اور تعریف و اعتبار اور مقام و مرتبہ میں وہ ایک اعلیٰ مقام رکھتا ہے، اور دوسرے اس کی تکالیف، مکر و فریب اور دھوکے سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

سچ کیا ہے؟

جو خبر حقیقت کے مطابق ہو وہ سچی کہلاتی ہے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث، جس میں غزوہ تبوک میں تین صحابہ کے پیچھے رہ جانے کا ذکر ہے، اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سچ کی فضیلت اور اچھے انجام کا ذکر ہے۔❶

حکایت بیان کی جاتی ہے کہ کسی نے کہا: جھوٹ نجات دیتا ہے تو دوسرے نے کہا: اگر جھوٹ نجات دیتا ہے تو سچ زیادہ نجات دیتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ جھوٹ جس طرح زبان سے بولا جاتا ہے، ایسے ہی دیگر اعضا سے بھی صادر ہوتا ہے۔ زبان کا جھوٹ قول اور اعضا کا جھوٹ فعل ہے اور جھوٹ بالفعل اس وقت ہوتا ہے جب انسان ظاہر کچھ کرے اور اس کے باطن میں کچھ اور ہو۔

مثال کے طور پر منافق جھوٹا ہوتا ہے کیونکہ وہ لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو مومن ظاہر کرتا ہے، نماز پڑھتا ہے، روزہ رکھتا ہے اور صدقہ بھی کرتا ہے لیکن بخیل ہوتا ہے۔ جو اس کے ظاہر اعمال دیکھتا ہے وہ اس کو مومن سمجھتا ہے لیکن یہ اعمال اس کے باطن کی خبر نہیں دیتے، یعنی ظاہراً تو وہ بڑا نیک اور پارسا معلوم ہوتا ہے لیکن اندرونی طور پر منافق ہوتا ہے اور ایسا شخص جھوٹا ہوتا ہے۔

اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ سچ زبان کے ساتھ بولا جاتا ہے اور دیگر ارکان کے ساتھ بھی ہوتا ہے، جب خبر واقع کے مطابق ہو تو سچ ہے اور یہ زبان کی سچائی ہے۔ جب اعمال دلی ارادے کے مطابق ہوں تو یہ اعضا کی سچائی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے جب سچ بولنے کا حکم دیا تو اس کا انجام بھی بتا دیا اور کہا کہ سچائی نیکی کی طرف راہنمائی کرتی ہے اور نیکی جنت کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ نیکی خیر کثیر کو کہتے ہیں، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا ایک نام ''البرٌّ'' ہے، یعنی بہت زیادہ نیکی اور احسان کرنے والا۔ اور نیکی سچائی کے نتائج میں سے ایک نتیجہ ہے۔

❶ صحیح البخاري، رقم الحدیث [4156] صحیح مسلم، برقم [2769]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیکی کرنے والے کو اس کی نیکی جنت میں پہنچا دیتی ہے اور جنت ہر مقصد کی انتہا ہے، اسی لیے انسان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ سے جنت کا سوال کرے اور آگ سے پناہ مانگے۔ جو شخص آگ سے بچا کر جنت میں داخل کر دیا گیا وہ کامیاب و کامران ہے، دنیاوی زندگی تو محض ایک دھوکا ہے۔

مذکورہ بالا دونوں حدیثوں میں بیان ہوا ہے کہ جو سچ بولتا رہتا ہے وہ صدیق (بہت زیادہ سچا) بن جاتا ہے۔ جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے، ان میں صدیق کا دوسرا نمبر ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ﴾

[النساء: 69]

”اور جو اللہ اور رسول کی فرماں برداری کرے تو یہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا، نبیوں اور صدیقوں اور شہداء اور صالحین میں سے اور یہ لوگ اچھے ساتھی ہیں۔“

تو جو شخص سچ بولتا رہتا ہے وہ اللہ کے ہاں صدیق بن جاتا ہے اور صدیقیت ایک اعلیٰ و عظیم درجہ ہے جو چند لوگ ہی پائیں گے، مردوں میں سے بھی اور عورتوں میں سے بھی، جیسا کہ حضرت مریم علیہا السلام کو صدیقہ کہا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَ اُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ﴾ [المائدة: 75]

”نہیں ہے مسیح ابن مریم مگر ایک رسول، یقیناً اس سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے اور اس کی ماں صدیقہ ہے۔“

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدیقین میں سب سے افضل ابوبکر صدیق عبداللہ بن عثمان ابو قحافہ رضی اللہ عنہما ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو وہ بغیر کسی تردد اور توقف کے اسلام لے آئے۔ جب لوگوں نے آپ ﷺ کی تکذیب کی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تصدیق کی، اور اس وقت بھی آپ کی تصدیق کی جب واقعہ معراج کے بارے میں لوگ کہہ رہے تھے کہ اے محمد ﷺ! یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ ایک ہی رات میں مکہ سے بیت المقدس کا سفر کر کے واپس بھی آ جائیں اور آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں آسمان کی طرف بھی گیا؟ یہ ممکن نہیں۔ پھر وہ مشرکین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا: جو تیرا دوست کہتا ہے کیا تو نے سنا ہے؟ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ کیا کہتے ہیں؟ انھوں نے سارا واقعہ نقل کیا، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر محمد کریم ﷺ ایسا کہتے ہیں تو یقیناً یہ سچ ہے۔ اسی دن سے آپ رضی اللہ عنہ کا نام صدیق پڑ گیا۔

پھر اسی حدیث میں نبی کریم ﷺ نے جھوٹ سے بچنے کا حکم ارشاد فرمایا:

((إیاکم والکذب))

''جھوٹ بولنے سے بچو اور ڈر جاؤ۔''

جھوٹ کیا ہے؟

ایسی بات جو حقیقت کے خلاف ہو، خواہ قولی ہو یا فعلی۔

مثال کے طور پر اگر جمعہ کا دن ہو تو کوئی کہے: آج کونسا دن ہے؟ تو جواباً دوسرا کہہ دے آج ہفتہ ہے، تو یہ جھوٹ ہے کیونکہ یہ حقیقت کے مطابق نہیں، واقع اور حقیقت میں تو جمعہ کا دن ہے۔ یہ قولی جھوٹ کی مثال ہے۔

فعلی جھوٹ کی مثال منافق ہے کیونکہ اس کی ظاہری کیفیت سے پتا چلتا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ مسلمان ہے مگر وہ کافر ہوتا ہے۔ یہ فعلی طور پر کفر ہے۔

جھوٹ بولنے سے انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے خارج ہو جاتا ہے اور معصیت کے اندر گر جاتا ہے۔ فسق و فجور میں سب سے بڑا فجور کفر ہے، اس لیے سارے کافر فاجر و فاسق ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴾ [العبس: 42]

''یہی ہیں جو کافر ہیں، نافرمان ہیں۔''

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴾ [المطففين: 7 تا 11]

''ہرگز نہیں، بے شک نافرمان لوگوں کا اعمال نامہ یقیناً دائمی سخت قید کے دفتر میں ہے۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ دائمی سخت قید کا دفتر کیا ہے؟ ایک کتاب ہے، واضح لکھی ہوئی۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ جو جزا کے دن کو جھٹلاتے ہیں۔''

ایک اور مقام پر فاجر لوگوں کا ٹھکانا بیان کرتے ہوئے کہا:

﴿ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ﴾ [انفطار: 14]

''اور بے شک نافرمان لوگ یقیناً بھڑکتی آگ میں ہوں گے۔''

تو معلوم ہوا کہ جھوٹ فجور کی طرف لے کر جاتا ہے اور فجور جہنم میں پہنچا دیتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ انسان جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ بولنے ہی کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔

جھوٹ ایسے کاموں میں سے ہے جو حرام ہیں، بلکہ بعض علما کرام کہتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ جھوٹ کبیرہ گناہوں میں شامل ہے کیونکہ رسول کریم ﷺ نے جھوٹے کو وعید سنائی کہ وہ اللہ کے ہاں بھی کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔

آج کل لوگ ایک بڑے جھوٹ میں مبتلا ہو چکے ہیں کہ آدمی لوگوں کو ہنسانے کے لیے ایک جھوٹی بات کہہ دیتا ہے۔ حدیث میں اس کی بڑی سخت وعید آئی ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

''ہلاکت ہے ایسے شخص کے لیے جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولتا ہے، اس کے لیے ہلاکت ہے، پھر ہلاکت ہے۔'' [1]

ایک انتہائی آسان کام پر اتنی سخت وعید ہے، اس لیے لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولنے سے بچنا چاہیے تاکہ اس وعید سے بچ سکیں۔

جھوٹ حرام ہے اور فسق و فجور کی طرف لے جاتا ہے، مگر تین مقامات پر جھوٹ بولنا جائز ہے:

① لڑائی میں جھوٹ بولنا جائز ہے۔

② لوگوں کے درمیان صلح کروانے کے لیے جھوٹ کا استعمال درست ہے۔

③ عورت کا خاوند کو خوش کرنے کے لیے اور خاوند کا بیوی کو خوش کرنے کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے۔ [2]

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ اس حدیث میں جھوٹ سے مراد توریہ ہے، صریح جھوٹ مراد نہیں، اور کہتے ہیں کہ کبھی توریہ کو بھی جھوٹ کہہ دیتے ہیں، جیسا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین جھوٹ بولے، دو اللہ تعالیٰ کے بارے

---

❶ سنن أبي داود، رقم الحديث [4990]

❷ صحيح مسلم، رقم الحديث [2605]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں جیسا کہ کہا: ''میں بیمار ہوں'' اور دوسرا ''بلکہ یہ کام تو ان کے بڑے نے کیا ہے'' اور ایک جھوٹ سارہ رضی اللہ عنہا کی شان میں بولا۔''❶

ابراہیم علیہ السلام نے جھوٹ نہیں بولا بلکہ توریہ کیا تھا اور ان باتوں میں وہ سچے تھے۔ اہل علم کہتے ہیں کہ یہ جھوٹ ہو یا توریہ صرف؛ تین مقامات پر ہی جائز ہے، جو حدیث میں گزر چکے ہیں۔

سخت ترین جھوٹ یہ ہے کہ انسان اللہ کی قسم اٹھا کر جھوٹ بولے تا کہ لوگوں کا مال باطل طریقے سے ہڑپ کر جائے۔ مثال کے طور پر ایک شخص نے کسی کا کوئی حق دینا ہے، جب دوسرا مطالبہ کرتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر انکار کر دیتا ہے کہ میں نے کوئی حق نہیں دینا۔

یا ایک بندہ ناحق کہتا ہے کہ اللہ کی قسم! فلاں نے میرے پیسے دینے ہیں حالانکہ یہ جھوٹا ہے۔ پس جب قسم اٹھا کر ایسا دعویٰ کرتا ہے اور جھوٹ کہتا ہے تو اس کو ''یمین الغموس'' کہتے ہیں، جو ایسا کرنے والے کو جھوٹ میں داخل کر دیتی ہے، پھر آگ کا ایندھن بنا دیتی ہے۔ العیاذ باللہ

اے انسان! تو وہی اخلاق اپنا جو اپنی اچھائی اور کمال سے عقلمندوں کو بھی جھکا دے اور اہل فضل و کمال تیرے اخلاق کی تعریف کریں۔

حدیث پاک کے فوائد:

1. صدق کو تلاش کرنا اور اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔
2. جھوٹ بولنے سے پرہیز کرنا۔
3. سچ بولنے والے کا ثواب اور وہ قیامت کو صدیقین کے ساتھ ہوگا۔
4. جھوٹوں کے اوصاف اور ان کی سزا۔

❶ صحیح البخاري، رقم الحدیث [3179] صحیح مسلم، برقم [2371]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سچ اطمینان کا باعث ہے

149۔ عن أبي مُحَمَّدٍ الحسنِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ أبي طَالِبٍ رضي الله عنه قَالَ: حِفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ «دَعْ مَا يُرِيْبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيْبُكَ، فَإِنَّ الصِّدْقَ طُمَأْنِيْنَةٌ، وَالْكَذِبَ رِيْبَةٌ» ❶

ابو محمد حسن بن علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے یاد کیا: ''جو چیز شک میں مبتلا کرے اس کو چھوڑ دے اور وہ چیز اختیار کر جو شک میں نہ ڈالے، کیونکہ سچائی اطمینان کا باعث ہے اور جھوٹ بے چینی اور شک کا باعث ہے۔''

تشریح:

یہ حدیث تقویٰ اور احتیاط کے ابواب میں سے ایک عظیم باب ہے۔ اہل علم نے فقہ کے مسائل میں اسی احتیاط کے راستے کو اختیار کیا اور بہت سی اشیاء اس مسئلہ میں ذکر کی ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

① ایک آدمی کے کپڑے کو نجاست لگ جاتی ہے، اس کو معلوم نہیں کہ اگلے حصے کو نجاست لگی ہے یا پچھلے حصے کو؟ اگر کپڑے کے اگلے حصے کو دھوئے تو اس کے دل میں کھٹکا رہے گا کہ ہو سکتا ہے نجاست پچھلے حصے کو لگی ہو اور اگر کپڑے کا پچھلا حصہ دھو دے تو پھر بھی شک رہے گا تو اس میں احتیاط یہ ہے کہ کپڑے کا اگلا حصہ بھی دھو دے اور پچھلا حصہ بھی حتی کہ شک باقی

❶ سنن الترمذي، رقم الحديث [2518] صحيح الجامع، رقم الحديث [3377]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ رہے اور وہ مطمئن ہو جائے۔

۲ اگر کوئی بندہ اپنی نماز میں شک کرے کہ کیا اس نے دو رکعتیں پڑھی ہیں یا تین؟ کوئی چیز ان میں سے راجح بھی نہیں۔ اب یہاں اگر دو رکعتوں کو لیتا ہے تو اس کو شک ہوگا کہ شاید پہلے کم پڑھی ہوں، اگر تین کو لیتا ہے تو پھر بھی شک ہوگا کہ شاید کم نہ پڑھی ہوں، لیکن ایک قلق اس کے دل میں باقی رہے گا، یہاں انسان ایسا عمل کرے کہ جس میں شک نہ رہے، پس وہ کم پر بنیاد رکھے، اگر شک ہو کہ تین پڑھی ہیں یا چار تو تین تصور کرے۔ یہ حدیث فقہ کے اصولوں میں سے ایک اصل قاعدہ ہے کہ انسان کو ایک چیز میں شک ہو تو اس کو چھوڑ دے اور وہ اختیار کرے جس میں شک نہ ہو۔

پھر اس میں نفسانی تربیت بھی ہے کہ انسان اطمینان میں ہو جاتا ہے اور اس کا قلق و شک دور ہو جاتا ہے کیونکہ بہت زیادہ لوگ جب شک والی چیز کو اختیار کرتے ہیں تو ان کے دل میں ہیجان سا رہتا ہے، جب شک زائل ہو جائے تو ہیجان بھی ختم ہو جاتا ہے اور وہ مطمئن ہو جاتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''سچائی طمانیت کا باعث ہے۔''

سچائی اطمینان کا باعث ہوتی ہے اور سچ بولنے والا کبھی نادم نہیں ہوتا اور افسوس سے یہ نہیں کہتا: کاش میں ایسا کر لیتا یا ایسا کہہ دیتا، کیونکہ صدق نجات کا مقام ہے اور اللہ تعالیٰ سچ بولنے والوں کو سچ کی وجہ سے نجات دیتا ہے، اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ جو سچ بولتے ہیں وہ مکمل اطمینان میں نظر آتے ہیں، کیونکہ جو چیز حاصل ہوگئی ہے یا آئندہ ہوگی وہ اس پر افسوس نہیں کرتے کیونکہ انھوں نے سچ بولا اور جو سچ بولتا ہے وہ نجات پا لیتا ہے۔

جھوٹ کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"بے چینی کا باعث ہے۔"

اسی لیے جو جھوٹ بولتا ہے سب سے پہلے وہ خود شک میں مبتلا ہوتا ہے کہ پتا نہیں لوگ اس کی تصدیق کریں گے یا نہیں؟ اسی لیے جب جھوٹا آدمی کوئی خبر دیتا ہے تو وہ سچائی ثابت کرنے کے لیے قسم اٹھا لیتا ہے تا کہ اس کی خبر میں شک نہ کیا جائے، مگر پھر بھی وہ شک اور بے چینی کی کیفیت ہی میں ہوتا ہے۔

منافق لوگ ایک بات کر کے قسم اٹھا لیتے ہیں کہ انھوں نے یہ نہیں کہا، لیکن پھر بھی وہ شک و بے چینی میں ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَ هَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا﴾ [التوبة: 74]

"حالانکہ بلاشبہ یقیناً انھوں نے کفر کی بات کہی اور اپنے اسلام کے بعد کفر کیا اور اس چیز کا ارادہ کیا جو انھوں نے نہیں پائی۔"

تو جھوٹ انسان کے لیے بے چینی اور قلق کا باعث ہے اور انسان ہمیشہ شک ہی میں مبتلا رہتا ہے کہ لوگ اس کے جھوٹ کو جان لیں گے، اس لیے وہ اضطراب میں ہوتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر انسان جھوٹ کو چھوڑ دے اور سچ کو اختیار کرے، کیونکہ جھوٹ اضطراب کا باعث ہے اور سچ طمانیت کا۔

اور نبی کریم ﷺ نے بھی فرمایا ہے:

"جس چیز میں شک ہو اس کو ترک کر دو یہاں تک کہ وہ چیز اختیار کرو جس میں شک نہ ہو۔"

حدیث پاک کے فوائد:

① یہ حدیث احتیاط کو اختیار کرنے کی دلیل ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

② سچ اپنے بولنے والے کے لیے نجات کا باعث ہے۔
③ یہ حدیث تقویٰ کی فضیلت پر ابھارتی ہے۔
④ سچائی اطمینان پر کھڑا کرتی ہے۔
⑤ جھوٹ شک اور بے چینی پیدا کرتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرشتوں کی دعا کا مستحق

150۔ عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول اللهﷺ:
«مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ، فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا: اللَّهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا. وَيَقُولُ الْآخَرُ: اللَّهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا»❶

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہر روز جب لوگ صبح کرتے ہیں تو دو فرشتے اترتے ہیں۔ ان میں سے ایک کہتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بدل عطا کر۔ اور دوسرا کہتا ہے: اے اللہ! جو خرچ نہیں کرتا اس کے مال کو ہلاک کر۔''

تشریح:

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس خرچ کو اللہ نے واجب کیا ہے جو اس کو ادا نہیں کرتا فرشتہ اس کے مال کے لیے ہلاکت کی بددعا کرتا ہے، لہٰذا ہر وہ شخص جو مال خرچ نہیں کرتا اس کے لیے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ فرشتہ اس کے لیے بھی بد دعا کرتا ہے۔

تلف کی اقسام:

تلف کی دو قسمیں ہیں: ① حسی۔ ② معنوی۔

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [1464] صحيح مسلم، برقم [2383]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1. حسی تلف یہ ہے کہ مال ہی تلف ہو جائے کہ کوئی آفت آ پہنچے، مثلاً مال جل جائے یا چوری ہو جائے وغیرہ۔
2. تلف معنوی یہ ہے کہ مال سے برکت اٹھا لی جائے اور انسان اپنی زندگی میں اس مال سے استفادہ نہ کر سکے۔

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''تم میں سے کس کو اپنے مال سے زیادہ اپنے وارثوں کا مال محبوب ہے؟ انھوں نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ! ہم میں سے ہر ایک کو اپنے وارثوں کے مال سے اپنا مال زیادہ محبوب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''انسان کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجا اور وارثوں کا وہ ہے جو پیچھے چھوڑ کر چلا گیا۔

نبی کریم ﷺ جو جوامع الکلم دیے گئے تھے ان میں یہ ایک بہت بڑی حکمت ہے۔ انسان کا مال وہ ہے جو اس نے اللہ کی رضا کے لیے آگے بھیج دیا اور قیامت کے دن اس کو پالے گا جبکہ وارثوں کا مال وہ ہے جو انسان کی وفات کے بعد پیچھے رہ جائے اور وارث اس کو کھائیں اور نفع اٹھائیں، تو حقیقت میں یہ وارثوں کا مال ہے۔

اس لیے اے انسان! اپنے مال کو اللہ کی رضا مندی والے کاموں میں خرچ کر۔ جب تو خرچ کرے گا تو اللہ تجھے زیادہ دے گا اور تجھ پر خرچ کرے گا، جیسا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا۔''[1]

ایسی تمام احادیث و آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ انسان کو اپنا مال مشروع طریقے سے خرچ کرنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حسد اور

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5037] صحيح مسلم، رقم الحديث [993]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رشک صرف دو چیزوں میں ہے:

① اللہ تعالیٰ نے کسی کو مال دیا ہے تو وہ اس مال کو ہر اس جگہ خرچ کرتا ہے جہاں خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے تو ایسے شخص کو دیکھ کر رشک کیا جا سکتا ہے کہ کاش میرے پاس بھی مال ہوتا تو میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتا۔

مثال کے طور پر ایک شخص اپنا مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتا ہے، وہ اسلامی کتب طبع کرواتا ہے یا مجاہدین کی مدد کے لیے مال خرچ کرتا ہے تو ایسا شخص اپنا مال حق کے راستے میں خرچ کرتا ہے، اس کو دیکھ کر رشک کیا جا سکتا ہے۔

ایک وہ شخص جو اپنا مال حرام لذت حاصل کرنے کے لیے خرچ کرتا ہے۔ وہ سفر کرتا ہے تاکہ وہاں زنا کرے، شراب نوشی کرے، جوا کھیلے اور اپنا مال رب کو غصہ دلانے والے کاموں میں صرف کرے تو ایسے شخص پر رشک نہیں کیا جا سکتا۔

② دوسرا شخص جس پر رشک کیا جا سکتا وہ صاحب علم ہے جس کو اللہ تعالیٰ حکمت سے نوازتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾ [النساء: 113]

”اور اللہ نے تجھ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی اور تجھے وہ کچھ سکھایا جو تو نہیں جانتا تھا۔“

وہ یہ علم دوسروں کو سکھاتا ہے اور اس کے مطابق فیصلے کرتا ہے۔[1]

وہ اپنے بارے میں، اپنے اہل خانہ کے بارے میں اور جو بھی اس کے پاس فیصلہ لے کر آئے فیصلہ کرتا ہے، دوسرے لوگوں کو تعلیم بھی دیتا ہے، وہ یہ

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [7091] صحيح مسلم، رقم الحديث [815]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں سوچتا کہ لوگ میرے پاس آئیں تو میں تب ہی فیصلہ کروں گا، میرے پاس آئیں تو تب ہی میں تعلیم دوں گا بلکہ فیصلہ کرتا ہے، لوگوں کو علم سکھاتا ہے تو ایسے شخص پر رشک کرنا صحیح ہے۔

جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے علم وحکمت سے نوازا ہے۔ ان کی کئی قسمیں بن گئی ہیں:

① اللہ تعالیٰ نے حکمت دی لیکن اس نے بخل سے کام لیا حتی کہ اپنے نفس کو بھی نفع نہیں دیا، نہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت والے کام کیے اور نہ معصیت والے کاموں ہی سے بچا تو ایسا شخص ہلاک و برباد ہوگیا اور اس نے یہودیوں کی مشابہت کی جنھوں نے حق کو سمجھا لیکن تکبر کیا۔

② اللہ تعالیٰ نے حکمت دی تو صرف اپنے نفس ہی کو فائدہ دیا اور عوام الناس کو اس سے فائدہ نہ پہنچایا، یہ شخص پہلے سے بہتر ہے لیکن ناقص ہے۔

③ اس کو اللہ تعالیٰ نے حکمت عطا کی، اس نے مکمل فائدہ اٹھایا، لوگوں کو بھی سکھایا، خود بھی عمل کیا اور لوگوں کو اس علم وحکمت کی تعلیم دی تو حکمت والوں میں سب سے بہتر یہ شخص ہے۔

یہاں ایک چوتھی قسم بھی بنتی ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے بالکل ہی علم و حکمت نہیں دی، یہ جاہل ہے اور خیر کثیر سے محروم ہے لیکن جن کو حکمت عطا کی گئی ان سے اچھا ہے، اس نے حکمت وعلم کے مطابق عمل نہیں کیا، لیکن اس سے امید کی جا سکتی ہے کہ جب اس کو پتا چل جائے تو حکمت سیکھے گا اور اس کے مطابق عمل بھی کرے گا۔

حدیث پاک کے فوائد:

① نعمت کبھی انسان کے لیے بہتر ہوتی ہے اور کبھی نہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

② حق اور اطاعت میں مال خرچ کرنا واجب ہے۔

③ جو مال اللہ کے راستے میں خرچ کر دیا جائے اللہ تعالیٰ اس کا بدل عطا کرتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدقے کی فضیلت

151۔ عَنْ عدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ ﷺ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُول:
«اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ» ❶

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے: ''آگ سے بچ جاؤ، اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا خرچ کر کے ہی بچو۔''

صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عدی رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری روایت ہے:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ، لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ، فَيَنْظُرُ أَيْمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرَى إِلَّا مَا قَدَّمَ، وَيَنْظُرُ أَشْأَمَ مِنْهُ فَلَا يَرَى إِلَّا مَا قَدَّمَ، وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا يَرَى إِلَا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ، فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ» ❷

رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوگا اس حال میں کہ اس کے درمیان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا۔ انسان دائیں دیکھے گا تو وہی نظر آئے گا جو اس نے آگے بھیجا ہے، بائیں دیکھے گا تو اسے وہی نظر

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [6023] صحيح مسلم، برقم [1016]

❷ صحيح البخاري، رقم الحديث [7443] صحيح مسلم، برقم [7512]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئے گا جو اس نے آگے بھیجا ہے۔ اپنے سامنے دیکھے گا تو سوائے آگ کے کچھ نظر نہیں آئے گا۔ اس آگ سے بچ جاؤ اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے ہی سے۔ جو شخص کھجور کا ٹکڑا بھی نہ پائے وہ اچھی بات کے ذریعے سے آگ سے بچ جائے۔"

تشریح:

یہ حدیث خیرات و صدقات کے راستوں میں سے ایک راستے کو بیان کرتی ہے، کیونکہ صدقے کے راستے الحمد للہ بہت زیادہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے مشروع کیا ہے تاکہ وہ ان مقاصد کی انتہا تک پہنچ جائیں۔

صدقے کے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"غلطی کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو ختم کر دیتا ہے۔"[1]

یعنی جس طرح آگ پر پانی ڈالا جائے تو وہ بجھ جاتی ہے، ایسے ہی صدقے سے خطا و گناہ بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ پھر مؤلف نے حدیث ذکر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہر انسان سے ہم کلام ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ﴾

[الإنشقاق: 6]

یعنی اے انسان! عنقریب تو اپنے رب سے ملاقات کرے گا اور اس کدح پر حساب لے گا۔

لیکن یہ مومنوں کے لیے خوشخبری ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ مُلَاقُوهُ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ﴾

[البقرة: 223]

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [614]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ یقیناً تم اس سے ملنے والے ہو اور ایمان والوں کو خوشخبری دے دے۔''

الحمد للہ مومن جب رب کو ملے گا تو بھلائی ہی پر ہوگا۔ اسی لیے یہاں حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''ہر انسان کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوگا، انسان اور اللہ کے درمیان ترجمان نہیں ہوگا۔''

اللہ تعالیٰ ہر مومن سے ہم کلام ہوگا، اس کو گناہ یاد کروائے گا، اللہ فرمائے گا تو نے فلاں دن فلاں گناہ کا کام کیا، جب مومن گناہوں کا اقرار کر لے گا اور گمان کرے گا کہ اب میں ہلاک ہو جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: دنیا میں میں نے تیرے گناہوں پر پردہ ڈالا اور آج معاف کرتا ہوں۔

آج ہمارے کتنے ہی ایسے گناہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے پردہ ڈال رکھا ہے، ان گناہوں کا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو علم نہیں۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ معافی اور عدمِ عقوبت کے ساتھ اپنی نعمت ہم پر مکمل کر دے گا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب انسان اللہ سے ہم کلام ہوگا، دائیں بائیں دیکھے گا تو اسے وہی کچھ نظر آئے گا جو اس نے اپنی زندگی میں کیا تھا اور قیامت کے لیے آگے بھیجا تھا۔ اپنے سامنے دیکھے گا تو آگ کے علاوہ کوئی چیز اسے نظر نہیں آئے گی، اس لیے اس آگ سے بچ جاؤ، اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا خرچ کر کے ہی بچنا پڑے، یعنی نصف کھجور ہو یا اس سے کم ہی کیوں نہ ہو، وہ ہی خرچ کر دو تا کہ آگ سے بچ سکو۔

اس حدیث سے اللہ تعالیٰ کا متکلم ہونا بھی ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کلام کرے گا اور ایسا کلام ہوگا جو سنا بھی جائے گا اور سمجھ میں بھی آئے گا، مخاطب کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھانے کے لیے کسی ترجمان کی ضرورت نہیں ہوگی۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تھوڑا سا صدقہ بھی آگ سے نجات دے دے گا، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''کھجور کا ایک ٹکڑا ہی خرچ کر کے آگ سے بچ جاؤ۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''اگر کھجور کا ایک ٹکڑا بھی نہیں تو پھر اچھی بات ہی کہہ دو۔''

یعنی اگر خرچ کرنے کے لیے کھجور کا ٹکڑا بھی نہیں تو پھر کلمہ طیبہ (اچھی بات) کے ذریعے سے ہی جہنم سے چھٹکارا حاصل کر لو۔ کلمہ طیبہ (اچھی بات) میں قرآن کی تلاوت سب سے عمدہ ہے۔ اسی طرح کلمہ طیبہ میں تسبیح وتہلیل، امر بالمعروف ونہی عن المنکر، تعلیم وتعلم اور ہر وہ چیز شامل ہے جس کے ذریعے سے انسان اللہ کا قرب حاصل کر لے۔

پس یہ بھلائی کے راستوں اور ان کی کثرت کا بیان ہے کہ بھلائی کے راستے بہت زیادہ اور آسان ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ کھجور کا ٹکڑا خرچ کرنے سے اور اچھی بات کہہ دینے سے بھی انسان آگ سے بچ سکتا ہے۔

اللہ سب کو آگ سے محفوظ رکھے۔ آمین

حدیث پاک کے فوائد:

1. یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے متکلم ہونے کی دلیل ہے۔
2. تھوڑا سا صدقہ بھی آگ سے نجات دے دیتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درگزر اور تواضع

152۔ عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
«مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ، وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا.
وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ» [1]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''صدقہ مال کو کم نہیں کرتا، اور اللہ تعالیٰ معاف کر دینے سے بندے کی عزت کو بڑھا دیتا ہے اور جو اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا مرتبہ بلند کر دیتے ہیں۔''

تشریح:

یہ حدیث صدقہ، درگزر اور تواضع کی فضیلت اور ان کے دور رس ثمرات کے بیان پر مشتمل ہے، اور جو شخص خیال کرتا ہے کہ مال خرچ کرنے سے وہ کم ہوتا ہے اور عفو و درگزر اور تواضع سے عزت و بلندی نہیں ملتی اس کے وہم کو غلط ثابت کرتی ہے۔

صدقہ:

صدقہ مال کو کم نہیں کرتا، کیونکہ اگر فرض کر لیا جائے کہ ایک جہت سے کم ہوگا تو دوسری کئی جہات سے زیادہ بھی ہوگا۔ صدقہ مال کو بابرکت بنا دے گا اور

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث [2588]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آفات کو دور کرنے کے ساتھ ساتھ مال کو بڑھائے گا۔ صدقہ کرنے والے کے لیے رزق کے دروازے اور رزق کو زیادہ کرنے کے اسباب کھولتا ہے جو کسی دوسرے کے لیے نہیں کھلتے۔ تو کیا وقتی طور پر مال کا کم ہونا ان عظیم ثمرات کا مقابلہ کرسکتا ہے؟

صدقہ جب اللہ کی رضا کے لیے اپنے مقام پر خرچ کیا جائے تو کبھی مال کو ختم نہیں کرسکتا اور نہ مال ہی کم ہوتا ہے۔ مشاہدات اور تجربات سے بھی یہی معلوم ہوا ہے، پھر جو اللہ کے ہاں اجر وثواب ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔

درگزر کرنا:

لوگوں کے اقوال و افعال کی غلطیوں کو معاف کرنے سے کوئی یہ نہ تصور کرے کہ اس میں ذلت ہے، بلکہ یہ عین عزت ہے کہ مد مقابل پر قدرت ہونے کے باوجود معاف کر دینا جس سے اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی عزت ہوتی ہے اور لوگ بھی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

سب جانتے ہیں کہ جب انسان معاف کر دیتا ہے تو لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں اور دشمن بھی دوست بن جاتا ہے۔ لوگ اس کے ساتھ مانوس ہوتے ہیں اور قول وفعل کے ذریعے سے اس کے مد مقابل کے خلاف اس کی مدد کرتے ہیں، جبکہ اللہ کا معاملہ اس کے ساتھ یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو معاف کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دیتے ہیں، اسی طرح جو عاجزی و انکساری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند فرما دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ [المجادلة: 11]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اللہ ان لوگوں کو درجوں میں بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جنھیں علم دیا گیا اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، پوری طرح باخبر ہے۔''

تواضع:

علم وایمان کے ثمرات میں سے سب سے بڑا ثمرہ تواضع ہے۔ تواضع حق کی مکمل اطاعت اور اللہ اور رسول کے حکم کو مانتے ہوئے حکم کی پیروی اور منہیات سے اجتناب کے ساتھ ساتھ انسانیت کے لیے نرمی اور خدمت اور چھوٹے بڑے کی رعایت کا نام ہے۔ تواضع کی ضد تکبر ہے اور تکبر حق کو ٹھکرانا اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔

درج بالا حدیث میں مذکور تین صفات محسنین کی صفات کا مقدمہ ہیں، صدقہ کرنے والا اپنے مال میں دوسرے محتاجوں کی حاجت مندی کرنے میں محسن ہے۔ معاف کرنے والا لوگوں کی غلطیاں معاف کرنے کے ساتھ احسان کرتا ہے اور متواضع شخص اپنی بردباری اور انکساری کے ساتھ لوگوں سے احسان کرتا ہے۔ انھوں نے اپنے اخلاق اور احسان کے ساتھ لوگوں کو وسعت دی ہے تو اللہ نے ان کو عزت دی اور تمام لوگوں کے درمیان ان کا ایک مقام پیدا کر دیا۔

نبی کریم ﷺ کے فرمان: «وما تواضع أحد لله» میں تواضع اخلاق اور حسن قصد پر تنبیہ ہے، کیونکہ بہت سے لوگ اغنیاء سے دولت حاصل کرنے کے لیے ان کے سامنے متواضع بن جاتے ہیں، یا امراء و رؤسا کے سامنے مطلب حاصل کرنے کے لیے تواضع اختیار کرتے ہیں اور کبھی ریاکاری اور دکھلاوے کے لیے متواضع بن جاتے ہیں۔ تواضع کی یہ تمام اغراض فاسد ہیں جو انسان کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نفع نہیں دیتیں۔ صرف وہی تواضع سودمند ہوگی جو اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے ثواب کی جستجو اور مخلوق کے ساتھ احسان کرتے ہوئے اختیار کی جائے۔ تواضع احسان کی تکمیل اور روحِ اخلاص ہے۔

حدیث پاک کے فوائد:

1. صدقہ مال کو کم نہیں کرتا بلکہ رزق کی کشادگی کا باعث ہے۔
2. معاف کرنے سے اللہ تعالیٰ بلندی وعزت عطا کرتا ہے اور لوگوں کے ہاں بھی ایک مقام حاصل ہوتا ہے۔
3. ایمان وعلم کے ثمرات میں سے تواضع سب سے بڑا ثمرہ ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فخر اور تکبر حرام ہے

153۔ عن عِيَاض بْنِ حِمَارٍ رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: «إِنَّ اللَّهَ أَوْحىٰ إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰى لَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ، وَلَا يَبْغِي أَحَدٌ عَلىٰ أَحَدٍ» [1]

عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی ہے کہ تم تواضع اختیار کرو حتی کہ کوئی کسی پر فخر اور بغاوت نہ کرے۔“

تشریح:

رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی ہے کہ تم تواضع اختیار کرو۔ یعنی ہر شخص دوسرے کے لیے عاجزی اختیار کرے اور اس پر بڑھائی کو نہ جتائے، بلکہ اس کو اپنی طرح کا سمجھے یا اپنے سے زیادہ عزت والا سمجھتے ہوئے اس کی عزت کرے۔

ہمارے اسلاف کا یہ طریقہ تھا کہ جوان سے چھوٹا ہوتا اسے اپنے بیٹے کی طرح سمجھتے، جو بڑا ہوتا اسے باپ کی طرح سمجھتے اور جو ہم عمر ہوتا اسے بھائی کا رتبہ دیتے، لہٰذا جو بڑا ہو اسے عزت وتوقیر کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے، جو چھوٹا ہو اسے شفقت اور پیار کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے اور جو ہم عمر ہو اسے اپنے برابر کا خیال کرنا چاہیے، پس کوئی بندہ کسی کے ساتھ زیادتی نہ کرے۔

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [2865]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسان کے لیے واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع و انکساری اختیار کرے اور مسلمان بھائیوں کے لیے بھی نرمی اور انکساری کا جذبہ رکھے۔ لیکن اللہ نے کافر کے ساتھ جہاد کرنے، اس پر سختی کرنے اور بقدر استطاعت اس کو ذلیل کرنے کا حکم دیا ہے لیکن جو ذمی ہیں یا جن سے معاہدہ ہے تو مسلمانوں پر ان کے ذمہ اور عہد کو پورا کرنا واجب ہے، ان کے عہد کو توڑنا منع ہے اور عہد کے پورا ہونے سے پہلے تکلیف دینا بھی منع ہے۔

حدیث پاک کے فوائد:

1. مومنین کے درمیان تواضع کی ترغیب۔
2. فخر سے ممانعت۔
3. سرکشی کی ممانعت۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیا کی اہمیت

154۔ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہ عن أبیه أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ مَرَّ عَلٰی رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَھُوَ یَعِظُ أَخَاہُ فِيْ الْحَیَاءِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: «دَعْہُ، فَإِنَّ الْحَیَاءَ مِنَ الْإِیْمَانِ» ❶

سیدنا سالم بن عبداللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ انصار کے کسی شخص کے پاس سے گزرے جو اپنے بھائی کو حیا کے بارے میں وعظ کر رہا تھا تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''اسے چھوڑ دے، بے شک حیا ایمان میں سے ہے۔''

155۔ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ قَالَ: قال النّبي ﷺ: «اَلْحَیَاءُ لَا یَأْتِيْ إِلَّا بِخَیْرٍ» فَقَالَ بُشَیْرُ بْنُ کَعْبٍ: مَکْتُوْبٌ فِيْ الْحِکْمَةِ: «إِنَّ مِنَ الْحَیَاءِ وَقَارًا، وَإِنَّ مِنَ الْحَیَاءِ سَکِیْنَةً» فَقَالَ لَهُ عِمْرَانُ: أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ، وَتُحَدِّثُنِي عَنْ صَحِیْفَتِكَ!! ❷

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''حیا بھلائی اور خیر ہی لاتا ہے۔'' بُشیر بن کعب کہتے ہیں: حکمت میں، لکھا ہوا ہے کہ بعض حیا داری میں وقار اور بعض میں سکینت ہوتی ہے۔ سیدنا عمران رضی اللہ عنہ نے (ڈانٹتے ہوئے) کہا: ''میں تجھے

❶ صحیح البخاري، رقم الحدیث [24] صحیح مسلم، رقم الحدیث [163]

❷ صحیح البخاري، رقم الحدیث [6185] صحیح مسلم، رقم الحدیث [165]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول کریم ﷺ کی حدیث سنا رہا ہوں اور تو مجھے اپنے صحیفے میں لکھی بات سنا رہا ہے؟''

156۔ عن أبي قتادة قال: كُنَّا عِنْدَ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ فِي رَهْطٍ مِنَّا، وَفِينَا بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ، فَحَدَّثَنَا عِمْرَانُ يَوْمَئِذٍ قَالَ: قَالَ رسول الله ﷺ: «الْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ» قَالَ: أَوْ قَالَ: «الْحَيَاءُ كُلُّهُ خَيْرٌ» فَقَالَ بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ: إِنَّا لَنَجِدُ فِي بَعْضِ الْكُتُبِ أَوِ الْحِكْمَةِ: أَنَّ سَكِينَةً وَوَقَارًا لِلّٰهِ، وَمِنْهُ ضَعْفٌ. قَالَ: فَغَضِبَ عِمْرَانُ حَتّٰى احْمَرَّتْ عَيْنَاهُ، وَقَالَ: أَلَا أُرَانِي أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَتُعَارِضُ فِيهِ؟ قَالَ: فَأَعَادَ عِمْرَانُ الْحَدِيثَ، قَالَ: فَأَعَادَ بُشَيْرٌ، فَغَضِبَ عِمْرَانُ، قَالَ: فَمَا زِلْنَا نَقُولُ فِيهِ: إِنَّهُ مِنَّا يَا أَبَا نُجَيْدٍ، إِنَّهُ لَا بَأْسَ بِهِ.[1]

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک قافلے میں عمران بن حصین کے پاس تھے اور ہم میں بُشیر بن کعب بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے اُس دن ہمیں ایک حدیث سنائی کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''حیا تمام کی تمام بھلائی ہی ہے۔'' بُشیر بن کعب نے کہا: ہم بعض کتب میں یا حکمت میں لکھا پاتے ہیں کہ حیا کو اپنانے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وقار اور سکینت ملتی ہے اور اس سے کمزوری آتی ہے۔ ابو قتادہ کہتے ہیں: عمران بن حصین کو اتنا غصہ آ گیا کہ ان کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور کہا: میں کیا دیکھ رہا

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [166]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں کہ میں رسولِ کریم ﷺ کی حدیث بیان کر رہا ہوں اور تو اس کی مخالفت کرتا ہے؟ سیدنا عمران بن حصین نے حدیث دوبارہ سنائی، بُشیر نے بھی دوبارہ بات کو دہرایا، عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم بُشیر کے بارے میں کہتے رہے کہ یہ ہمارا ہی آدمی ہے، اے ابو نجید (عمران رضی اللہ عنہ کی کنیت) اس کے ایمان میں کوئی شک نہیں۔"

تشریح:

حیا ایسی صفت ہے جو انسان کو اچھے کاموں پر ابھارتی اور عیب دار کاموں سے روکتی ہے۔

اس لیے انسان جب ایسا کام کرتا ہے جو مروت کے خلاف ہے تو لوگوں سے کنی کتراتا ہے، ایسے ہی جب حرام کام کا ارتکاب کرتا ہے یا واجب کو ترک کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے حیا کرتا ہے، جب کسی کرنے والے کام کو ترک کر دیتا ہے تو لوگوں سے آنکھیں چراتا ہے۔ یہ سب حیا کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے، اور حیا ایمان کا حصہ ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا کہ نبی کریم ﷺ انصار کے ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو اپنے بھائی کو حیا کے بارے میں نصیحت کر رہا تھا، یعنی اسے حیا سے بچنے اور دور رہنے کی تلقین کر رہا تھا تو نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا کہ حیا ایمان کا حصہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک دوسری روایت میں فرمایا:

"ایمان کے ستر (70) سے زائد شعبے ہیں، سب سے بلند شعبہ "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" کہنا اور کم ترین درجہ راستے سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینا ہے اور حیا ایمان کا ایک شعبہ ہے۔“❶

جب انسان میں حیا ہو تو پھر وہ چال بھی ایسی اپناتا ہے جس کو لوگ پسند کریں۔ مریل چال سے بھی اجتناب کرتا ہے، جب بات کرتا ہے تو بھلائی ہی کی بات کہتا ہے اور با ادب اور اعلیٰ اسلوب اختیار کرتا ہے، جب انسان میں حیا نہ ہو تو پھر وہ اپنی مرضی اور خواہش کے کام کرتا ہے، جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے:

”بے شک پہلے انبیاء کی نبوت کے کلام سے جو لوگوں نے پایا ہے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب حیا نہ رہے تو پھر جو جی چاہے کرو۔“❷

نبی کریم ﷺ کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیا والے تھے۔ کنواری عورت کی عادت میں حیا ہوتی ہے لیکن رسول کریم ﷺ کنواری لڑکی سے بھی زیادہ باحیا تھے، لیکن حق بات کہنے سے حیا محسوس نہیں کرتے تھے۔ ہمیشہ حق بات کہتے اور حق کے مقابلے میں کسی کی بات کی پروانہ کرتے۔

اس لیے اے مسلمان! تو بھی حیا، ادب اور اعلیٰ اخلاق کو اپنا جس کی بنا پر معاشرے اور لوگوں میں تیری تعریف کی جائے۔

حدیث پاک کے فوائد:

1. اس حدیث میں ایسے اخلاق کا ذکر اور بیان ہے جن کو اپنانا واجب ہے۔
2. اخلاق کو اپنانے کے لیے خیر خواہی کرنا واجب ہے۔
3. ایمان کے مراتب اور شعبوں کا بیان ہے۔
4. نبی کریم ﷺ کی حیا کا ذکر ہے کہ آپ ﷺ کنواری لڑکی سے زیادہ باحیا تھے۔
5. آداب اور عمدہ اخلاق سے آراستہ ہونا واجب ہے۔

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [9] صحيح مسلم، رقم الحديث [161,162]

❷ صحيح البخاري، رقم الحديث [6188]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی کریم ﷺ کی حیا کا بیان

157۔ عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِيْ خِدْرِهَا، فَإِذَا رَأَى شَيْئًا يَكْرَهُهُ عَرَفْنَاهُ فِيْ وَجْهِهِ.[1]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "نبی کریم ﷺ کنواری عورت سے زیادہ حیا والے تھے۔ جب آپ ﷺ کسی ناپسندیدہ چیز کو دیکھتے تو ہم آپ ﷺ کے چہرے سے سمجھ جاتے تھے (کہ آپ ﷺ نے ناپسندیدہ چیز کو دیکھا ہے)۔"

تشریح:

ابوسعید خدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیا والے تھے۔ کنواری لڑکی عام عورتوں کی نسبت زیادہ حیادار ہوتی ہے، کیونکہ وہ شادی کے شغل سے ناآشنا اور مردوں کی صحبت سے انجان ہوتی ہے، اس لیے وہ بہت زیادہ حیا سے متصف ہوتی ہے، مگر رسول اکرم ﷺ کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیا دار تھے۔ جب ناپسندیدہ چیز دیکھتے تو اس کی کراہت کے آثار نبی اکرم ﷺ کے چہرے پر نمودار ہوجاتے مگر حیا کر جاتے۔

مومن کو حیا دار ہونا چاہیے، جنون اور دیوانہ پن اختیار نہیں کرنا چاہیے۔ جنوں میں کوئی ایسا کام کرنا چاہیے جس کی وجہ سے شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [3562] صحيح مسلم، برقم [2320]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نہ ایسا کام کرے کہ لوگ اس پر انگلیاں اٹھائیں، لیکن جب کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے یا سنے تو اس کو محسوس کرے اور اس محسوس کرنے کا اثر اس پر نمودار ہو، کیونکہ عقل مند ہر چیز کا اثر محسوس کرتا ہے، جو اثر محسوس نہ کرے اور نہ متاثر ہو، وہ بے حس و بلید ہوتا ہے، لیکن متاثر ہونے کے ساتھ اس کی حیا غلط کام کرنے یا کہنے سے آڑے آجائے۔

دین کے بارے میں سوال پوچھنے سے حیا کرنا جائز نہیں، کیونکہ دین میں لازمی چیزوں کے متعلق سوال کرنا حیا نہیں بلکہ جو نہیں سوال کرتا وہ سستی کا شکار ہے۔ اللہ تعالیٰ حق بات سے نہیں شرماتا۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''بہترین عورتیں انصار کی عورتیں ہیں، انھیں دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرنے کے لیے حیا آڑے نہیں آتی۔''[1]

انصار کی عورتیں نبی کریم ﷺ سے ایسے ایسے مسائل پوچھ لیتیں کہ مرد بھی ان کے متعلق بات کرنے سے ہچکچاتے تھے۔ اس لیے انسان کے لیے ضروری ہے کہ دین کے متعلق مسائل پوچھنے میں حیا کو آڑے نہ آنے دے۔

اسی لیے جب ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس زنا کا اقرار کرنے کے لیے آئے تو آپ ﷺ نے ان سے منہ موڑ لیا، پھر دوبارہ آئے اور کہا میں نے زنا کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے پھر ان سے منہ موڑ لیا، پھر وہ تیسری مرتبہ آئے اور کہا: میں نے زنا کیا، مگر آپ ﷺ نے پھر ان سے منہ موڑ لیا تاکہ یہ توبہ کر لے اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لے۔ جب چوتھی مرتبہ آئے تو نبی کریم ﷺ نے کہا: کیا تجھے جنون تو نہیں؟'' انھوں نے کہا: نہیں، اللہ کے

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [332]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول ﷺ! آپ ﷺ نے پوچھا: زنا کا پتا ہے کیا ہوتا ہے؟ اس نے کہا: جی پتا ہے کہ انسان اپنی بیوی کے علاوہ کسی دوسری عورت کے ساتھ ہمبستر ہو جائے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تو نے دخول کیا ہے؟❶

یہاں آپ ﷺ نے کنایہ نہیں بلکہ صراحت سے پوچھا، حالانکہ یہ حیا کا مقام تھا مگر چونکہ حق تھا اس لیے حق سے حیا نہیں ہوتی۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا تو نے دخول کیا ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تیرا آلہ تناسل اس کی اندھام نہانی میں اس طرح غائب ہوا جس طرح سرچو (سلائی) سرمہ دانی میں اور ڈول کنویں میں غائب ہو جاتا ہے؟ اس نے کہا: جی ایسے ہی ہوا ہے۔❷

یہاں حیا سے کام لینا چاہیے تھا مگر چونکہ حق کا مسئلہ تھا اس لیے حق میں شرم نہیں۔

ام سلیم رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ سے سوال کرنے کے لیے آئی اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ تعالیٰ حق سے نہیں شرماتا: کیا عورت کو جب احتلام ہو جائے تو اس پر غسل واجب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب عورت پانی کو دیکھے تو اس پر غسل واجب ہے۔''❸

ایسا سوال کرنے سے بسا اوقات مرد بھی ہچکچا جاتا ہے لیکن ام سلیم رضی اللہ عنہا نے دین کو سمجھنے کے لیے ذرا حیا نہ کی۔ ایسی حیا جو انسان کو ضروری چیزوں کے بارے میں معلومات سے روک دے وہ مذموم حیا ہے، اس کو حیا کہنا جائز نہیں،

---

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [6824]

❷ سنن أبي داود، رقم الحديث [4428] ارواء، رقم الحديث [2354]

❸ صحيح البخاري، رقم الحديث [130] صحيح مسلم، رقم الحديث [312]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ بزدلی ہے جو شیطان کی طرف سے ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کو دین کے متعلق سوالات سے کرنے روکتا ہے۔

اس لیے اے مسلمان! دین کے متعلق سوال کرنے سے حیا نہ کیا کر، وہ اشیا جن کے متعلق جاننا ضروری نہیں، ان میں حیا سے کام لینا عدم حیا سے بہتر ہے۔

''لوگوں نے جو پہلی نبوتوں سے بات اخذ کی ہے ان میں ایک یہ بھی ہے کہ جب انسان کے اندر حیا نہ رہے تو پھر وہ جو مرضی کرتا پھرے۔''[1]

آج کل جو چیز حیا سے انسان کو دور کر رہی ہے ان میں یہ بھی ہے کہ لوگ بازار میں بے ہودہ کلام و افعال سرانجام دیتے یا اس قسم کی دوسری حرکات سرانجام دیتے ہیں جس سے حیا کا بالکل ہی جنازہ نکل گیا ہے، اس لیے انسان کو حیا کا وصف اپنے اندر پیدا کرنا چاہیے۔ ہاں حق کا معاملہ ہو تو وہاں حق بات کہے اور شرم و حیا سے کام نہ لے۔

حدیث پاک کے فوائد:

① حدیث میں حیا کی ترغیب دی گئی ہے۔

② حیا دینی علم حاصل کرنے سے مانع نہیں ہے۔

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [3484]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راز کی حفاظت

158۔ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: كُنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ عِنْدَهُ لَمْ يُغَادِرْ مِنْهُنَّ وَاحِدَةً، فَأَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ تَمْشِي مَا تُخْطِئُ مِشْيَتُهَا مِنْ مِشْيَةِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ شَيْئًا، فَلَمَّا رَآهَا رَحَّبَ بِهَا فَقَالَ: «مَرْحَبًا بِابْنَتِي» ثُمَّ أَجْلَسَهَا عَنْ يَمِينِهِ أَوْ عَنْ شِمَالِهِ، ثُمَّ سَارَّهَا فَبَكَتْ بُكَاءً شَدِيدًا، فَلَمَّا رَأَى جَزَعَهَا سَارَّهَا الثَّانِيَةَ فَضَحِكَتْ، فَقُلْتُ لَهَا: خَصَّكِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ بَيْنِ نِسَائِهِ بِالسِّرَارِ، ثُمَّ أَنْتِ تَبْكِينَ؟ فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ، سَأَلْتُهَا مَا قَالَ لَكِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَتْ: مَا كُنْتُ أُفْشِي عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ سِرَّهُ، قَالَتْ: فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قُلْتُ: عَزَمْتُ عَلَيْكِ بِمَا لِي عَلَيْكِ مِنَ الْحَقِّ لَمَا حَدَّثْتِنِي مَا قَالَ لَكِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ: أَمَّا الْآنَ فَنَعَمْ، أَمَّا حِينَ سَارَّنِي فِي الْمَرَّةِ الْأُولَى فَأَخْبَرَنِي: «أَنَّ جِبْرِيلَ كَانَ يُعَارِضُهُ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ، وَإِنَّهُ عَارَضَهُ الْآنَ مَرَّتَيْنِ، وَإِنِّي لَا أُرَى الْأَجَلَ إِلَّا قَدِ اقْتَرَبَ فَاتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِي، فَإِنَّهُ نِعْمَ السَّلَفُ أَنَا لَكِ» قَالَتْ: فَبَكَيْتُ بُكَائِي الَّذِي رَأَيْتِ، فَلَمَّا رَأَى جَزَعِي سَارَّنِي الثَّانِيَةَ فَقَالَ: «يَا فَاطِمَةُ، أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ أَوْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ؟» قَالَتْ: فَضَحِكْتُ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضَحِكِي الَّذِي رَأَيْتِ.❶

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیویاں آپ کے پاس موجود تھیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں، ان کی چال بالکل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چال کی طرح تھی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو استقبال کیا اور کہا مرحبا، اے میری بیٹی! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی دائیں یا بائیں جانب بٹھا لیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سرگوشی کی تو وہ بہت شدید رونے لگی۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے زار و قطار روتے دیکھا تو دوبارہ اس سے سرگوشی کی تو وہ ہنس پڑی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے اسے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے سرگوشی نہیں کی صرف اس کام کے لیے تجھے خاص کیا ہے، پر تو رو رہی ہے؟!

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر چلے گئے تو میں نے اس سے پوچھا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے کیا کہا تھا؟ اس نے کہا: میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو فاش نہیں کر سکتی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو میں نے اس کو کہا: جو میرا تجھ پر حق ہے، میں اس کا واسطہ دے کر پوچھتی ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے کیا کہا تھا؟ تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں کہ اب (وفات کے بعد) بتانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی بار سرگوشی کی تو مجھے خبر دی کہ جبرائیل ہر سال میرے ساتھ سال میں ایک بار یا دو بار قرآن

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [5928] صحيح مسلم، برقم [2450]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجید کا دور کرتے اور اس مرتبہ انھوں نے دو مرتبہ دور کیا ہے، چنانچہ میں موت کو انتہائی قریب دیکھ رہا ہوں، تو اللہ سے ڈرنا اور صبر کا دامن نہ چھوڑنا۔

فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں رو پڑی جیسا کہ تو نے دیکھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے روتا دیکھا تو دوبارہ مجھ سے سرگوشی کی اور کہا: اے فاطمہ! کیا تجھے پسند نہیں کہ تو مومنوں کی عورتوں کی سردار ہو یا اس امت کی عورتوں کی سردار ہو۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں ہنس پڑی، جیسا کہ آپ نے دیکھا۔

تشریح:

اس حدیث میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے رونے کا قصہ مذکور ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سرگوشی کی اور کہا کہ جبرائیل نے میرے ساتھ اس سال قرآن کا دو مرتبہ دور کیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو موت کی قربت خیال کیا، جس کی وجہ سے فاطمہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا غم اور دکھ دیکھا تو شفقت کرتے ہوئے اسے تسلی دی اور انھیں اس امت کی عورتوں کی سردار ہونے کی خوشخبری دی تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا خوشی سے ہنس پڑیں۔

جب ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے کیا کہا تھا کہ پہلے تو رو پڑی، پھر ہنسنے لگی؟ تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں اپنے باپ کا راز نہیں بتاؤں گی۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے قسم دیتے ہوئے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تجھے کہا تھا وہ مجھے ضرور بتا، تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سرگوشی کی تھی، وہ ام المومنین کو بتا دی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن تین کہتے ہیں: مدونہ میں مالک سے مروی ہے کہ ایک شخص دوسرے کو کہتا ہے: "أعزم عليك بالله" میں اللہ کے ساتھ تمھیں تاکید کرتا ہوں کہ فلاں کام کر۔ دوسرا بندہ نہیں کرتا تو کہنے والا حانث نہیں ہوگا، یعنی اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی کیونکہ یہ اس قول کی طرح ہی ہے: "أسألك بالله" میں تجھ سے اللہ کے نام کے ساتھ پوچھتا ہوں۔

اگر "أعزم بالله" کہا، یعنی "عَلَيْكَ" کے بغیر تو دوسرا بندہ پھر اس کام کو کرنے کا پابند ہو جائے گا، اگر نہیں کرے گا تو کہنے والا حانث ہوگا کیونکہ یہ قسم ہے۔ [1]

شوافع کے نزدیک یہ قسم دینے والے کی نیت پر منحصر ہوگا، اگر اس نے اپنی قسم کی نیت کی ہے تو پھر قسم ہے، اگر مخاطب کی قسم کی نیت کی یا شفاعت کی نیت کی یا مطلق طور پر کہا تو پھر قسم نہیں۔ [2]

حدیث پاک کے فوائد:

1. سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا بیان کہ وہ اس امت کی عورتوں کی سردار ہوگی۔
2. جب تک مانع زائل نہیں ہوتا راز کی حفاظت اور عدم افشا مستحب ہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں راز کو چھپائے رکھا۔
3. چیخ و پکار، نوحہ اور گریبان چاک کرنے کے بغیر رونا جائز ہے، کیونکہ یہ رحمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے مومن کے دل میں پیدا کی ہے۔

---

[1] فتح الباري لابن حجر [80/11]

[2] فتح الباري لابن حجر [80/11]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نرمی کرنے کی فضیلت

159۔ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ «إِنَّ اللّٰهِ رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ»[1]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے اور ہر معاملے میں نرمی کو پسند فرماتا ہے۔''

160۔ وعنها أن النبي ﷺ قال: «إِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ، وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنفِ، وَمَا لَا يُعْطِي عَلٰى مَا سِوَاهُ»[2]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی بیان فرماتی ہیں کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ نرمی کرنے والا ہے، نرمی کو پسند فرماتا ہے اور نرمی پر وہ کچھ عطا کرتا ہے جو سختی پر عطا نہیں کرتا اور نہ کسی اور چیز پر عطا کرتا ہے۔''

161۔ وعنها أن النبي ﷺ قال: «إِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُوْنُ فِيْ شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ، وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ»[3]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6256] صحيح مسلم، برقم [2165]

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث [2165]

[3] صحيح مسلم، رقم الحديث [2594]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"بے شک جس چیز میں نرمی ہو اس کو وہ مزین کر دیتی ہے اور جس چیز سے نرمی ختم کر دی جائے اسے وہ عیب دار بنا دیتی ہے۔"

تشریح:

نرمی اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے، جس چیز میں نرمی ہو، وہ چیز مزین اور خوبصورت ہو جاتی ہے اور جس چیز میں نرمی ختم کر دی جائے وہ چیز عیب دار ہو جاتی ہے۔

یہ حدیث رغبت دلاتی ہے کہ انسان کو تمام معاملات میں نرمی برتنی چاہیے۔ گھر میں، دوستوں کی محفل میں، بھائیوں کے ساتھ اور لوگوں کے ساتھ، معاملات میں ہر کام اور معاملہ نرمی سے سرانجام دینا چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نرمی کو پسند فرماتا ہے۔

اسی لیے انسان جو معاملہ نرمی سے نمٹائے اس میں لذت اور فرحت محسوس کرتا ہے اور جس معاملے میں سختی برتے اس پر نادم اور پشیمان ہو جاتا ہے، پھر کہتا ہے افسوس میں ایسا نہ کرتا لیکن اب وقت گزر چکا ہوتا ہے اور افسوس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ایسے کام کرنے کی توفیق دے جس میں خیر اور دوسروں کا بھلا ہو، اچھے اخلاق کی ترغیب اور عمدہ آداب کا درس ہو۔

حدیث پاک کے فوائد:

انسان کو تمام معاملات میں نرمی کا برتاؤ کرنا چاہیے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی کریم ﷺ کی شفقت

162۔ عَنْ عائشة رضي الله عنها أَنَّهَا قَالَتْ: مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ أَمْرَيْنِ قَطُّ إِلَّا أَخَذَ أَيْسَرَهُمَا مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا، فَإِنْ كَانَ إِثْمًا كَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ، وَمَا انْتَقَمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لِنَفْسِهِ فِي شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا أَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمَ بِهَا لِلّٰهِ.[1]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''جب بھی اللہ کے رسول ﷺ کو دو معاملوں کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ ﷺ نے ان میں سے آسان ہی کو اختیار کیا، اگر وہ گناہ والا نہیں، لیکن اگر آسانی والے معاملے میں گناہ ہوتا تو اس سے سب سے زیادہ دور نبی کریم ﷺ ہوتے۔ رسول کریم ﷺ نے کسی شے میں اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیا، ہاں اگر اللہ کی حرمت کو پامال کیا جاتا تو پھر اللہ کے لیے انتقام لیتے۔''

تشریح:

آسانی والا معاملہ اگر حرام یا مکروہ نہیں تو اس کو اختیار کرنا مستحب ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ یہ اختیار دینا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے معاملے میں ہو جس میں دو سزائیں ہوں یا نبی کریم ﷺ اور کفار کے درمیان قتال کرنے اور جزیہ لینے میں اختیار دیا گیا ہو یا امت کے حق میں

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6194] صحيح مسلم، برقم [6190]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبادت زیادہ کرنے میں کوشش کرنے اور کم عبادت پر ہی اقتصار کرنے میں اختیار دیا گیا ہو۔

تو آپ ﷺ ان تمام امور میں آسان امر کو اختیار فرماتے۔ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو یہ فرمایا ہے:

"جب تک وہ گناہ کا کام نہ ہوتو اس آسان ہی کو اختیار کرتے۔"

اس سے یہ تصور ذہن میں آتا ہے کہ کفار اور منافقین کو اختیار دیتے، اگر اختیار دینا اللہ تعالیٰ یا مومنوں کی طرف سے ہوتو پھر استثنیٰ منقطع ہوگا۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے:

"نبی کریم ﷺ نے کبھی کسی سے ذاتی انتقام نہیں لیا۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ کی حرمت کو پامال کیا جاتا تو پھر انتقام لیتے۔"

ایک روایت میں ہے:

"آپ ﷺ کو کبھی کسی سے کوئی تکلیف پہنچی تو آپ ﷺ نے انتقام نہیں لیا۔ ہاں اگر حرمت کو پامال کیا جاتا تو پھر اللہ تعالیٰ کے لیے انتقام لیتے۔"

ام المومنین رضی اللہ عنہا کا فرمان: «إلا أن تنتهك حرمة الله» استثناء منقطع ہے، جس کا مطلب ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی حرمت کو پامال کیا جاتا تو اللہ تعالیٰ کے لیے انتقام لیتے اور جو پامالی کا ارتکاب کرتا اس کو سزا دیتے۔ اس حدیث میں عفو و درگزر اور حلم کی ترغیب، تکلیف کو برداشت کرنے اور جو حرام کام سرانجام دیتا ہے اس سے اللہ کی رضا کے لیے انتقام لینے کی ترغیب ہے۔ اس حدیث میں ائمہ، قضاۃ، اور ہر وہ شخص جو کسی معاملے کا سربراہ ہے، اس کے لیے سبق ہے کہ وہ اپنا اخلاق ایسا بنالے جیسا نبی کریم ﷺ کا تھا کہ اپنی ذات کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے کسی سے انتقام نہ لیں اور اللہ تعالیٰ کے حق کو مہمل نہ کریں۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں:

''علما کا اجماع ہے کہ قاضی اپنے ذاتی معاملے میں فیصلہ نہیں کر سکتا اور نہ اس کے معاملے میں فیصلہ کر سکتا ہے جس کی شہادت قاضی کے حق میں جائز نہیں۔''

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے جہاد میں کسی چیز کو بھی ہاتھ سے نہیں مارا۔'' حتی کہ خادم کو بھی کبھی نہیں مارا اور نہ بیوی کو۔ بیوی، خادم اور چوپائے کو ادب کے لیے مارنا اگرچہ جائز ہے مگر نہ مارنا افضل ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو معاملوں میں جو اختیار دیا جاتا، ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نہ ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ دو ایسے معاملوں میں رسول کو اختیار نہیں دیتا جن میں ایک گناہ ہو، لہٰذا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے بارے میں مشورہ اور راہنمائی کے طور پر دنیا کے امور کے متعلق اختیار دیے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسانی والا معاملہ ہی اختیار کیا، اگر اس میں گناہ نہ تھا کیونکہ انسان گناہ کے ارتکاب سے محفوظ و معصوم تو نہیں۔

یہاں یہ احتمال بھی ہے کہ جس چیز کے متعلق اختیار دیا گیا وہ امور دین میں گناہ والی نہ ہو، اس وجہ سے کہ دین میں غلو کی مذمت کی گئی ہے اور سختی بھی ناجائز سمجھی گئی ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''دین میں غلو کرنے سے بچو۔ تم سے پہلے جو ہلاک ہوئے وہ دین میں غلو کی وجہ ہی سے ہلاک ہوئے۔''

جب انسان اپنے اوپر کسی مشکل عبادت کو واجب کر لیتا ہے اور اس کو وہ گراں اور بوجھ نظر آتی ہے اور اسے وہ ادا نہیں کر سکتا تو یہ گناہ ہے۔ اسی لیے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو رہبانیت اختیار کرنے سے منع فرمایا۔

ابو قلابہ کہتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ کو پتا چلا کہ کچھ لوگوں نے خوشبو اور گوشت کو حرام کر لیا ہے، ان میں عثمان بن مظعون اور ابن مسعود بھی شامل ہیں اور خصی ہونے کا بھی ارادہ کیا ہے تو نبی کریم ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اور اس کی بہت زیادہ وعید سنائی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں رہبانیت کے ساتھ مبعوث نہیں کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہترین دین حنیف ہے۔ اہل کتاب دین میں سختی برتنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے اور جب انھوں نے دین میں سختی کی تو ان پر بھی سختی کی گئی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو اور بیت اللہ کا حج کرو، تم سیدھے ہو جاؤ وہ تمھیں سیدھی راہ پر چلائے گا۔''

امام داودی نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو فرمایا ہے:

''رسول کریم ﷺ نے کسی سے کبھی ذاتی انتقام نہیں لیا۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ ﷺ کو بغیر کسی سبب کے تکلیف دی گئی جو کفر کی طرف لے جاتا ہے۔ مثال کے طور پر آپ کی آواز سے آواز کو بلند کرنا، مال میں تکلیف اور چڑھائی کر دینا، جس طرح عائشہ رضی اللہ عنہا اور حفصہ رضی اللہ عنہا نے کیا اور جیسے اعرابی نے آپ ﷺ کی گردن میں چادر ڈال کر کھینچا، یہاں تک کہ چادر کے نشان نبی اکرم ﷺ کی گردن میں ثبت ہو گئے، ان تمام صورتوں میں نبی کریم ﷺ نے قرآن کی اس آیت پر عمل کیا اور انتقام نہیں لیا:

﴿وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ﴾ [الشوریٰ: 43]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اور بلاشبہ جو شخص صبر کرے اور معاف کردے تو بے شک یہ یقیناً بڑی ہمت کے کاموں سے ہے۔"

آپ ﷺ کو تکلیف دینا کفر ہے اور اللہ کی حرمتوں کی پامالی ہے تو یہاں اپنی ذات کے لیے انتقام لینا واجب ہے۔ ایسے ہی آپ ﷺ نے ابن خطل کے بارے میں فتح مکہ کے موقع پر فیصلہ کیا، جب اس نے قتل سے بچنے کے لیے کعبہ کے ساتھ پناہ لے لی، آپ نے دوسرے کفار کے علاوہ اس کو قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا، کیونکہ وہ آپ ﷺ کو تکلیف دیا کرتا تھا۔

آپ ﷺ نے دو گانے والیوں کو بھی قتل کا حکم دیا کہ وہ گانوں میں آپ ﷺ کو گالیاں دیتی تھی، کیونکہ جس نے رسول کو گالی دی اس نے کفر کا ارتکاب کیا اور جس نے کفر کیا اس نے اللہ اور رسول اللہ کو تکلیف دی۔ اسی طرح آپ ﷺ نے کعب بن اشرف کے بارے میں کہا: کون ہے جو کعب بن اشرف کا پتا لے، کیونکہ اس نے اللہ اور رسول کو تکلیف دی ہے؟[1]

امام مالک سے روایت کیا گیا ہے کہ ایک آدمی کو تکلیف دی گئی اور اس کی حرمت کو پامال کیا گیا، پھر وہ ظالم جس نے تکلیف دی اور حرمت کو پامال کیا اس نے آکر معافی مانگی تو امام مالک فرماتے ہیں: میرا خیال ہے وہ اسے معاف نہ کرے۔ امام مالک نے یہ کیوں کہا، اس لیے کہ جب وہ لوگوں کی حرمتیں پامال کرنے میں معروف ہے تو پھر اس کو معاف کر دینا درست نہیں بلکہ اس پر سختی کی جائے اور اسے سزا دی جائے کیونکہ اگر اسے معاف کر دیا جائے تو پھر وہ ہر ایک کے ساتھ ظلم کرے گا۔

آپ ﷺ لوگوں سے اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیتے تھے، جیسے کوئی

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2375] صحيح مسلم، برقم [1801]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاہل جہالت کا مظاہرہ کرے، ایسے ہی اعرابی نے سختی کا معاملہ کیا تو چادر کے نشانات آپ ﷺ کی گردن میں ثبت ہوگئے تو آپ ﷺ نے اس کو بھی معاف کر دیا۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث کا یہی مطلب ہے۔ اگر دین کی حرمت کو پامال کیا جائے تو اس میں رعایت نہیں کرنی چاہیے، بلکہ اس کو سزا دینی چاہیے اور حق کا دفاع کرنا اور اس کو پورا کرنا چاہیے، خواہ وہ حق اللہ کا ہو یا حق العباد ہو۔

حدیث پاک کے فوائد:

1. حلم مطلق نہیں جس طرح انتقام مطلق نہیں۔
2. نبی کریم ﷺ اتنے حلیم تھے کہ اپنی ذات کے لیے کبھی غضب ناک ہوئے اور نہ انتقام لیا۔
3. اسلام آسانی اختیار کرنے کی دعوت دیتا ہے۔
4. نبی کریم ﷺ ہمیشہ آسانی اختیار کرتے، اگر وہ گناہ والی نہ ہوتی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آسانی اور محبت کو رواج دو

163۔ عن أنس رضي الله عنه عن النبيﷺ قال: «يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا، وَبَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا» ❶

سیدنا انس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''آسانی کرو اور تنگی نہ کرو اور خوشخبری دیا کرو اور نفرت نہ پھیلاؤ۔''

تشریح:

درج بالا حدیث میں چار جملے ہیں:

1. «يَسِّرُوا» یعنی وہ راستہ اختیار کرو جس میں آسانی اور سہولت ہو، خواہ اعمال کے متعلق ہو یا دوسروں کے ساتھ معاملات کے متعلق۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ کی سنت سے یہی ثابت ہے کہ جب بھی آپ ﷺ کو دو معاملوں میں اختیار دیا گیا، اگر آسانی والے معاملے میں گناہ نہ ہوتا تو اس کو اختیار فرماتے، اگر اس میں گناہ ہوتا تو سب لوگوں سے زیادہ اس آسانی والے کام سے دور ہو جاتے۔ ❷

اس لیے انسان کو بھی تمام احوال میں آسانی کو اختیار کرنا چاہیے، حتی کہ عبادات اور لوگوں سے معاملات میں ہر چیز میں آسانی کو اختیار کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہم سے آسانی ہی چاہتا ہے اور آسانی کرنا چاہتا ہے:

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [69] صحيح مسلم، رقم الحديث [1734]

❷ صحيح البخاري، رقم الحديث [3560] صحيح مسلم، برقم [2327]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ [البقرة: 185]

''اللہ تمھارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتا ہے اور تمھارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں رکھتا۔''

مثال کے طور پر مسجد کو جانے کے لیے دو راستے ہیں، ایک راستہ مشکل ہے، اس میں کنکر، پتھر اور کانٹے وغیرہ ہیں اور دوسرا آسان ہے تو آسان راستے کو اختیار کرنا افضل ہے، ایسے ہی سردی کا موسم ہو اور وضو کے لیے ایک طرف ٹھنڈا پانی ہے، جو تکلیف کا موجب ہے اور دوسری طرف گرم پانی ہے، جس سے سکون میسر آتا ہے تو گرم پانی کو استعمال کرنا افضل ہے کیونکہ وہ آسان اور سہل ہے، اسی طرح جب کار اور اونٹ دونوں پر حج کرنا ممکن ہو تو حج کے لیے کار کا انتخاب کرنا افضل ہے۔

اہم بات:

آسان کام اگر گناہ والا نہیں تو وہ افضل ہے کیونکہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول کو جب دو کاموں کے درمیان اختیار دیا جاتا تو اگر آسانی والا کام گناہ نہ ہوتا تو آپ اس کو اختیار فرماتے۔

ہاں اگر عبادت سرانجام دینا مشقت کے بغیر ممکن نہ ہو اور عبادت ضروری بھی ہو تو پھر مشقت میں سرانجام دینے سے اجر زیادہ ملتا ہے، جیسے ناپسندیدگی کے وقت مکمل وضو کرنا درجات کو بلند کرتا ہے اور خطاؤں کو مٹاتا ہے، لیکن آسان کے ممکن ہونے کے باوجود مشکل کو اپنانا افضل کے خلاف ہے، افضل یہ ہے کہ ہر معاملے میں آسان کام کو اختیار کیا جائے۔

روزے کو لے لیجیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جب تک لوگ افطار کرنے میں جلدی کریں گے خیر سے رہیں گے۔''[1]

اور دوسری روایت میں ہے:

''سحری کو مؤخر کریں گے تو بھلائی سے رہیں گے۔''[2]

جلد افطار اور دیر سے سحری میں کیوں بہتری اور بھلائی ہے؟

کیونکہ دیر سے سحری کھانے سے جلدی طاقت ختم نہیں ہوتی اور انسان میں روزہ پورا کرنے کی قوت موجود ہوتی ہے اور جلدی افطار کرنا نفس پر آسان اور سہل ہوتا ہے کیونکہ سارا دن بھوک اور پیاس انسان برداشت کرتا ہے تو جلدی افطار کرنے سے نفس زیادہ دیر اس مشقت میں نہیں رہتا۔ یہ بھی اور اس کے علاوہ دوسرے شواہد سے بھی پتا چلتا ہے کہ آسانی کو اختیار کرنا افضل ہے، اس لیے اے انسان! تو بھی اپنے نفس پر آسانی کر۔

ایسے ہی محنت والے کاموں میں بھی آسانی کو دیکھنا چاہیے، جب معلوم ہو جائے کہ فلاں کام کرنے سے مقصود بھی حاصل ہو جائے گا اور وہ آسان بھی ہے تو نفس کو دیگر کاموں میں جن میں تھکاوٹ ہو اور انسان کو اس کی اتنی ضرورت بھی نہ ہو، تھکانا نہیں چاہیے بلکہ ہر چیز میں آسانی کا انتخاب کرنا چاہیے۔ قاعدہ ہے:

''آسان اور سہل کو منتخب کرنا نفس پر شفقت اور اللہ کے ہاں افضل ہے۔''

٢ « وَلَا تُعَسِّرُوْا » یعنی عبادات، معاملات اور دیگر کاموں میں سختی اور تنگی والے راستے پر نہ چلو۔ مشکل کام کو اختیار کرنے کی ممانعت نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے، اسی لیے جب نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو دھوپ میں کھڑا دیکھا تو اس کے بارے میں پوچھا کہ یہ کیوں دھوپ میں کھڑا ہے؟

---

1. صحيح البخاري، رقم الحديث [1957] صحيح مسلم، برقم [1098]
2. صحيح البخاري، رقم الحديث [1957] صحيح مسلم، برقم [1098]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں نے بتایا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ روزے دار ہے۔ اس نے روزہ رکھنے اور دھوپ میں کھڑا ہونے کی نذر مانی ہے۔ آپ ﷺ نے اس کو منع کیا اور کہا: دھوپ میں کھڑا نہ ہو۔ [1]

3 «وَبَشِّرُوا» یعنی ہمیشہ بشارت والا طریقہ اپناؤ، اپنے آپ کو بھی اور اغیار کو بھی خوشخبری دو۔ یعنی جب کوئی عمل کرو تو خوش ہو جاؤ اور اپنے آپ کو خوشخبری دو، جب نیک اعمال سرانجام دو تو نفس کو مطمئن رکھو کہ یہ عمل قابل قبول ہوگا، جب اس عمل کے سرانجام دینے میں تقویٰ سے کام لیا گیا ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴾ [المائدۃ: 27]

"اس نے کہا بے شک اللہ متقی لوگوں ہی سے قبول کرتا ہے۔"

جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تو اپنے آپ کو خوش اور مطمئن کرو کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ﴾ [غافر: 60]

"مجھے پکارو، میں تمھاری دعا قبول کروں گا۔"

اس لیے اسلاف میں سے بعض نے کہا: جس کو دعا کی توفیق مل گئی اس کو قبولیت کی خوشخبری دی گئی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ﴾ [غافر: 60]

"مجھے پکارو، میں تمھاری دعا قبول کروں گا۔"

اس لیے ہر کام میں نفس کو خوشخبری دو۔ اس کی تائید نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث کرتی ہے کہ آپ ﷺ نحوست کو ناپسند فرماتے اور فال کو پسند کرتے تھے۔ [2]

---

1 صحیح البخاري، رقم الحدیث [6704]

2 صحیح البخاري، رقم الحدیث [5756] صحیح مسلم، برقم [2224]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ جب انسان نیک شگونی (فال) کرتا ہے تو وہ خوش ہو جاتا ہے اور اسے بھلائی حاصل ہوتی ہے اور جب بد شگونی لیتا ہے تو حسرت کرتا ہے اور اس کا نفس تنگ ہو جاتا ہے۔ کسی کام کو ناپسندیدگی کی حالت میں نہ کرو، بلکہ خوش ہو کر کرو اور اپنے آپ کو مطمئن رکھو، ایسے ہی دوسروں کو بھی خوشخبری دیا کرو۔ جب کوئی بندہ آ کر کہے کہ میں نے فلاں فلاں کام کر لیا ہے اور وہ خائف بھی ہو تو اس کو خوش اور مسرور کرنے کی کوشش کرو۔

خاص کر مریض کی عیادت کو جب جائیں تو اس کو کہیں: بیماری گناہوں کا کفارہ ہے، اس لیے نیکی ملے گی تو خوش ہو جا اور تو بھلائی پر ہے۔ انسان کو بیماری پر صبر کرنا چاہیے اور ثواب کی نیت رکھنی چاہیے۔ اس طرح کے دوسرے اور الفاظ استعمال کرے اور اس کو کہیں آج آپ پہلے سے بہت اچھے معلوم ہو رہے ہیں۔ اس طرح کی باتیں کریں جس سے وہ خوش ہو جائے، اس طرح تم نے اس پر سرور داخل کیا اور اس کو خوشخبری دی۔

اس لیے انسان کو اپنے نفس اور دوسروں کے ساتھ بھی یہی طریقہ روا رکھنا چاہیے۔ بشارت کو اپنانا، اپنے آپ کو مطمئن اور دوسروں کو بھی خوش رکھنا چاہیے، یہی بہتر ہے۔

4 «وَلَا تُنَفِّرُوْا» یعنی لوگوں کو اعمال صالحہ اور محفوظ راستوں سے متنفر نہ کرو، بلکہ انھیں ہمت د حوصلہ دو، یہاں تک کہ عبادات کے معاملے میں بھی نفرت نہ دلاؤ۔ عبادات میں نفرت کیسے دلائی جائے گی؟ مثلاً امام سنت طریقے سے زیادہ لمبی نماز پڑھانا شروع کر دے۔ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھتے، پھر اپنی قوم کے پاس جا کر انھیں پڑھاتے۔ ایک دن ایک لمبی سورت شروع کر لی، ایک آدمی نے نماز توڑ کر اکیلے ہی نماز پڑھ لی، لوگوں نے کہنا شروع دیا کہ فلاں منافق ہو گیا ہے، یعنی جس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اکیلے نماز پڑھی۔ وہ آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس چلا گیا اور سارا واقعہ کہہ سنایا، پھر معاذ رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو فرمایا: اے معاذ! تو لوگوں کو فتنے میں مبتلا کرنا چاہتا ہے؟[1]

کسی کو متنفر کرنا مناسب نہیں، لوگوں کے لیے نرمی کا پہلو اختیار کرنا چاہیے، حتی کہ دعوت الی اللہ میں بھی نرمی اختیار کی جائے۔ اس طریق پر دعوت نہ دی جائے کہ لوگ متنفر ہو جائیں۔ جب کوئی بندہ غلطی کر بیٹھے تو اسے اس طرح نہیں کہنا چاہیے: اے فلاں تو نے شریعت کی مخالفت کی، نبی کریم ﷺ کی مخالفت کی۔ ایسی باتیں متنفر کرنے والی ہیں اور معصیت میں زیادہ کرتی ہیں، بلکہ نرم و ملائم لہجے میں بات کی جائے کہ وہ آپ سے مانوس ہو جائے اور جس چیز کی طرف آپ اسے بلا رہے ہیں اسے سمجھ جائے۔ اس اصول کو اپنا کر ہی ہم نبی کریم ﷺ کے فرمان: «وَبَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا» کی اقتدا کر سکتے ہیں۔

اس حدیث کو اپنے اعمال کی بنیاد بنا لو: «يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا، وَبَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا» اس بنیاد پر اللہ تعالیٰ کی طرف چلو اور یہی راستہ اختیار کرو، لوگوں کے ساتھ بھی یہی معاملہ کرو، بہت زیادہ بھلائی پاؤ گے۔

حدیث پاک کے فوائد:

1. اسلام نے آسانی کرنے کی ترغیب دی ہے۔
2. اچھی خبروں کو آگے چلانا مستحب ہے۔
3. لوگوں کو خوشخبری دینی چاہیے۔
4. ایک مسلمان کو نفرت دلانے والا نہیں ہونا چاہیے۔
5. باہم معاملے کے وقت لوگوں کے احوال کی رعایت رکھنی چاہیے۔

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [705] صحيح مسلم، رقم الحديث [465]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر کسی کے ساتھ احسان کرنا

164۔ عن شداد بن أوس رضي الله عنه : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: « إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلىٰ كُلِّ شَيْءٍ. فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ، وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذِّبْحَةَ. وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ، وَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ » [1]

شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کو فرض کر دیا ہے، جب تم قتل کرو تو احسان کے ساتھ قتل کرو اور جب ذبح کرو تو احسان کے ساتھ ذبح کرو۔ تم اپنی چھری کو تیز رکھو اور ذبیحہ کو راحت پہنچاؤ۔''

تشریح:

احسان: قول وفعل اور مال کی صلاحیت کو مخلوق کے لیے خرچ کرنے کا نام ہے۔ جاہل لوگوں کو تعلیم دینا، گمراہوں کو راہ دکھانا اور تمام جہاں والوں کے لیے خیر خواہی چاہنا اخلاق کے بلند ترین مراتب ہیں۔

محتاجوں کی مدد کرنا، بے سہاروں سے ہمدری کرنا، مجبوروں کی پریشانی دور کرنا اور ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنا اور لوگوں کے لیے نفع بخش کاموں میں عہدہ اور سفارش کو استعمال کرنا احسان کی قبیل سے ہے۔

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1955]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مالی احسان میں تمام مالی صدقات شامل ہیں، خواہ وہ محتاج لوگوں پر ہوں یا دین کے ان مراکز پر جن کا نفع عام ہے۔

اغنیاء وفقراء کو ہدیے اور تحفے دینا بھی احسان ہے، خصوصاً رشتہ داروں، پڑوسیوں اور ان کو جن کا انسان پر حق بنتا ہے۔ خطا کار بدکار لوگوں سے درگزر کرنا اور ان کی لغزشوں سے چشم پوشی کرنا اور ان کے قصور معاف کرنا، احسان کی بڑی اقسام میں شامل ہے۔

جس احسان کا شریعت نے حکم دیا ہے، اس کی دو قسمیں ہیں:

① احسان واجب ہے جو انصاف کرنے اور انسان پر عائد حقوق کی مکمل ادائیگی کو کہتے ہیں۔

② احسان مستحب ہے۔ احسان واجب کے علاوہ جو احسان کرنا ہے وہ مستحب ہے، جو بدنی، مالی یا عملی نفع پہنچانا یا کسی دنیاوی یا دینی مصلحت کی طرف متوجہ کرنا ہے۔ ہر نیکی صدقہ ہے اور ہر وہ کام جو مخلوق کے لیے مسرت وشادمانی کا باعث ہو، صدقہ واحسان ہے، اور ہر وہ کام جو ان کی ناپسندیدہ چیزوں کو ان سے زائل کرے وہ صدقہ واحسان ہے۔

حدیث پاک کے فوائد:

احسان کے بہت زیادہ فوائد ہیں:

① ان میں سے ایک یہ ہے کہ انسان کو احسان کرنے پر اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوتی ہے جو بندے کے لیے بہت بڑا انعام ہے۔

② کامل جزا کا حصول بھی احسان میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ﴾ [یونس: 26]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”جن لوگوں نے نیکی کی انھیں کے لیے نہایت اچھا بدلہ اور کچھ زیادہ ہے۔“

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴾ [الرحمن: 60]

”نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کیا ہے۔“

بدلہ عمل کی جنس ہے، جیسے انسان اللہ کے بندوں پر احسان کرتا ہے ویسے ہی اللہ تعالیٰ بھی اس پر احسان فرماتا ہے اور اسے اس سے افضل و اکمل بدلہ دیتا ہے جو اس نے بندوں کے ساتھ کیا ہے۔

3 ان فوائد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ احسان مخلوق کی محبت حاصل کرنے کا بڑا سبب ہے، جن لوگوں تک اس کا احسان پہنچے گا وہ کثرت سے اس کے لیے دعائیں کریں گے اور اس کے گیت گائیں گے۔

4 احسان کے فوائد میں سے ایک یہ ہے کہ اس سے دل کا سرور، راحت اور اطمینان حاصل ہوتا ہے، خصوصاً درگزر کر کے احسان کرنے سے، اس لیے کہ جب انسان کسی شخص کو اس کا ظلم و زیادتی معاف کرتا ہے تو اس کا اثر اس کے دل سے زائل ہو جاتا ہے اور وہ جان لیتا ہے کہ اس نے اپنے رب سے اس کا بڑا اجر و ثواب اور بدلہ پا لیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بردباری اختیار کرنا اور جلد بازی سے اجتناب کرنا

165۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِأَشَجِّ عَبْدِ الْقَيْسِ: «إِنَّ فِيْكَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ: الْحِلْمُ وَالْأَنَاةُ» [1]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے اشج عبدالقیس کو فرمایا: ''تجھ میں دو صفتیں ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے: ① بردباری۔ ② جلدی نہ کرنا۔

تشریح:

«اَلْحِلْمُ» بردباری اس وقت ہوتی ہے جب ایک انسان پر دوسروں کو ترجیح دی جا رہی ہو اور اس پر ظلم و زیادتی کی جا رہی ہے لیکن وہ اس پر صابر رہے۔ اس کو بردباری کہتے ہیں، لیکن بندہ گدھے کی طرح نہ ہو جائے کہ جو کسی کی مرضی اس کے ساتھ کرے بلکہ یہ ظلم و زیادتی کو محسوس کرے اور جب سزا دینا بہتر ہو تو اس وقت ظالم کو ظلم کا مزہ چکھائے۔

«اَلْأَنَاةُ» معاملات میں جلد بازی سے کام نہ لینے کا نام ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان معاملات میں جلد بازی سے کام لیتا ہے، پھر بعد میں پچھتاتا ہے اور نقصان کا خمیازہ بھگتتا ہے۔ خواہ جلد بازی بات آگے پہنچانے میں ہو یا فیصلہ کرنے میں یا کسی بھی معاملے میں ہو، اس کا نقصان زیادہ اور فائدہ کم ہوتا

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [17]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ بات سنتے ہی سے تحقیق کے بغیر آگے نقل کر دیتے ہیں، ایسے لوگوں کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«كفىٰ بالمرء كذباً أن يحدث بكل ما سمع» [1]

''انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات آگے نقل کر دے۔''

بعض لوگ حکم لگانے میں بڑی جلد بازی سے کام لیتے ہیں، کسی شخص کے متعلق کوئی بات سنتے ہیں کہ فلاں نے ایسا کیا ہے یا کہا ہے تو فوراً کہہ دیتے ہیں: اس نے غلط کیا ہے۔ ایسا کرنا درست نہیں، بلکہ مکمل تحقیق کے بعد اس کے متعلق بات کی جائے۔ ہوسکتا ہے اس کی بات صحیح ہو جسے یہ غلط کہہ رہا ہے، اس لیے ہر معاملے میں اناۃ اور تحمل اختیار کرنا بہتر ہے۔

حدیث پاک کے فوائد:

1. اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے۔
2. بردباری سے کام لینا چاہیے۔
3. جلد بازی سے اجتناب کرنا چاہیے۔
4. اناۃ اور تحمل اختیار کرنا چاہیے۔

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [5]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رشک کرنا جائز ہے

166۔ عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: قال النبي ﷺ: «لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا» ❶

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”حسد دو چیزوں میں جائز ہے: ① ایسا آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا تو وہ اس کو حق کے کاموں میں خرچ کرتا ہے۔ ② ایسا آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے علم وحکمت عطا کی تو وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا اور لوگوں کو سکھاتا بھی ہے۔“

صحیح بخاری اور مسلم کی ایک دوسری روایت میں ہے:

167۔ عن عبد الله بْنِ عمر رضي الله عنهما قال: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يقول: «لَا حَسَدَ إِلَّا عَلَى اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ، وَقَامَ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ، وَرَجُلٌ أَعْطَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يَتَصَدَّقُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ» ❷

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [73] صحيح مسلم، رقم الحديث [1933]

❷ صحيح البخاري، رقم الحديث [5077] صحيح مسلم، برقم [1931]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرماتے ہوئے سنا: ''دو چیزوں پر حسد جائز ہے: ① ایسا آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے کتاب کا علم دیا (قرآن مجید کی تعلیم سے نوازا) وہ رات کی تنہائیوں میں قیام کرتا ہے۔ ② ایسا آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا وہ دن رات مال صدقہ کرتا ہے۔''

تشریح:

جب مطلق حسد کا لفظ بولا جاتا ہے تو وہی حسد مراد ہوتا ہے جو حرام اور کبیرہ گناہوں میں شامل ہے۔

حسد کیا ہے؟

اگر اللہ تعالیٰ نے کسی دوسرے پر کوئی انعام کیا ہے تو انسان اُس کو دیکھ کر ناپسند کرے۔ مثال کے طور پر ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا ہے تو اس کے مال کو دیکھ کر بندہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مال کیوں عطا کیا ہے؟ ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے علم سے نوازا ہے اسے تو دیکھ کر کہے کہ اللہ نے اس کو علم کیوں عطا کیا ہے؟ ایک بندے کی نیک اولاد ہے تو دیکھ کر کہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے صالح اولاد کیوں دی ہے؟ یہ حسد ہے جو کبیرہ گناہوں میں شامل ہے۔

حسد کرنا یہودیوں کی خصلتوں میں سے ایک خصلت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ﴾

[النساء: 54]

''یا وہ لوگوں سے اس پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے۔''

انھیں کے متعلق دوسری جگہ فرمایا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّونَكُمْ مِّنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ﴾ [البقرة: 109]

''بہت سے اہل کتاب چاہتے ہیں کاش! وہ تمھیں تمھارے ایمان کے بعد پھر کافر بنا دیں اپنے دلوں کے حسد کی وجہ سے، اس کے بعد کہ ان کے لیے حق خوب واضح ہو چکا۔''

حسد کی ایک دوسری قسم ہے جس کو رشک کہتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے کسی کو نعمتوں سے نوازا ہے، اس کو مال دیا، اولاد دی یا کوئی بھی نعمت دی ہے تو انسان کہتا ہے: ماشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے فلاں کو نعمتوں سے نوازا ہے۔ رشک بھی صرف دو ہی چیزوں میں جائز ہے:

1. علم نافع۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:« رجل آتاه الله الحكمة » اس سے علم ہی مراد ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی پر علم کی نعمت کرتا ہے تو وہ اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلے کرتا ہے خواہ قاضی ہے یا غیر قاضی۔ ایسے ہی اپنے نفس کے لیے اور اپنے آپ کے خلاف بھی فیصلے کرتا ہے اور لوگوں کو علم سکھاتا ہے تو اس چیز پر رشک کیا جا سکتا ہے کیونکہ علم ہر چیز سے زیادہ نفع بخش ہے، مال سے بھی اور اعمال صالحہ سے بھی زیادہ نفع دیتا ہے کیونکہ جب انسان مرجاتا ہے اور لوگوں نے اس کے علم سے فائدہ اٹھایا تھا تو مرنے کے بعد قیامت تک اس کے لیے اجر کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

جب بھی کوئی انسان اس کے علم سے مستفیض ہوگا تو اس کو اجر ملے گا۔ اسی طرح جب بھی علم کو خرچ کیا جائے تو وہ زیادہ ہوتا ہے، اسی لیے علم کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حفاظت اور پختگی اس طرح ہو سکتی ہے کہ انسان دوسروں کو بھی سکھائے، کیونکہ جب بندہ دوسروں کی مدد میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی مدد میں ہوتا ہے، اس لیے اے انسان! جب تو کسی کو علم سکھائے گا تو اللہ تعالیٰ تجھے علم عطا فرمائیں گے اور جب کسی کو سکھائے گا تو تیرا علم پختہ ہو جائے گا، لیکن جب انسان تعلیم کے لائق ہو اور لوگوں کو اس سے نفع بھی دے سکے تو پھر آگے بڑھنا چاہیے، ورنہ پھسل جائے گا، کیونکہ جو تعلیم کے لیے آگے بڑھتا ہے، مگر اس کا اہل نہیں تو وہ دو معاملوں کے درمیان ہوتا ہے:

① یا تو وہ ناسمجھی میں غلط بات کہہ دے گا یا پھسل جائے گا، مثلاً اس سے سوال کیا جائے گا تو وہ جواب سے عاجز آ جائے گا۔ علم کو جب بھی خرچ کیا جائے زیادہ ہوتا ہے، ایسے ہی اس کو سیکھنے میں مال کا محتاج نہیں ہونا پڑتا، بلکہ تھوڑی سی محنت اور مشقت کرنی پڑتی ہے۔ جبکہ مال کے لیے خزانوں، حساب و کتاب اور محاسبین کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن علم کے لیے نہ حساب، نہ خزانہ اور نہ محاسب ہی کی ضرورت ہے۔ جہاں علم کو رکھا جائے وہ انسان کا دل ہے، اس کے چوری ہونے اور جل جانے کا کوئی خطرہ نہیں، کیونکہ یہ دل میں ہوتا ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ اسلام اور ایمان کے بعد تمام نعمتوں میں سے افضل علم ہے، اس لیے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"وہ آدمی جسے اللہ نے حکمت عطا کی وہ اس کے مطابق فیصلہ کرتا اور اسے آگے سکھاتا ہے۔"

② وہ آدمی جسے اللہ نے مال عطا کیا، اس نے اسے حق کے کاموں میں خرچ کیا۔ یعنی وہ اپنا مال اللہ کے پسندیدہ کاموں میں خرچ کرتا ہے، اسے حرام اور لغویات میں خرچ نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ اسے حق کے کاموں میں خرچ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے کی توفیق دیتے ہیں، یہ بھی قابل رشک کام ہے، اس کے برعکس ہم ایسے شخص پر رشک نہیں کر سکتے جس کے پاس بہت زیادہ مال ہو لیکن وہ بخیل ہو، اپنے مال کو خرچ نہ کرتا ہو۔ ہم اس پر افسوس کرتے ہوئے کہیں گے یہ مسکین قیامت والے دن اپنے مال پر جواب دہی کی کیسے طاقت رکھے گا؟ جب اللہ پوچھیں گے: کہاں سے کمایا؟ کہاں خرچ کیا اور کیسے اس میں تصرف کیا؟

لیکن جب ہم کسی ایسے آدمی کو دیکھتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور وہ اس کو اللہ کی رضا کے کاموں میں خرچ بھی کرتا ہے تو ہم ماشاء اللہ کہیں گے اور اس پر رشک کریں گے۔ ایسے انسان پر ہم رشک نہیں کر سکتے جسے اللہ نے مال دیا لیکن وہ اسے محلات بنانے، انھیں سجانے اور بڑی بڑی گاڑیاں خریدنے میں خرچ کرتا ہے بلکہ ہم کہیں گے یہ فضول خرچ ہے جو انفاق میں حد سے تجاوز کر گیا ہے اور اللہ تجاوز کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

ایسے ہی ہم ایسے شخص پر بھی رشک نہیں کر سکتے جس کے پاس مال ہے، وہ اس سے وہ اشیاء خریدتا ہے جن سے لوگوں کو نہ دنیاوی فائدہ حاصل ہوتا ہے اور نہ اخروی ہی۔ بعض لوگ کھیلوں پر اور ایسی چیز پر انعام دیتے ہیں جن میں بھلائی اور خیر نہیں۔ دنیا میں بھی خیر نہیں اور آخرت میں بھی نہیں تو ایسے آدمی پر ہم رشک نہیں کر سکتے کیونکہ اس نے اپنا مال حق کے کاموں میں خرچ نہیں کیا۔

قابل رشک وہ ہے جو مال کو حق کے کاموں میں خرچ کرتا ہے، ہم اس شخص پر حسد نہیں کر سکتے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا تو جس عورت کے ساتھ اس کا شادی کرنے کا دل کرتا ہے وہ شادی کر لیتا ہے اور حسین وجمیل عورتیں اپنے پاس جمع کر لیتا ہے، ہاں اگر اس طریقے سے وہ شرمگاہ کی حفاظت، سنت کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصول اور کثرتِ نسل چاہتا ہے تو پھر قابل رشک ہے کیونکہ مقصود شرعی شادی سے کثرتِ نسل اور شرمگاہ کی حفاظت ہی ہے۔

حدیث پاک کے فوائد:

① سخاوت کی فضیلت کا بیان۔

② جو شخص اپنے مال کو حق کے کاموں میں صرف کرتا ہے وہ بخیل سے بدرجہا بہتر ہے۔

③ صاحبِ علم کی فضیلت کا بیان۔

④ اچھائی کے کاموں میں رغبت دلانے کا بیان۔

⑤ رشک کرنے کا جواز۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توکل کی فضیلت

168۔ عَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: «لَوْ أَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ، تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا»[1]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''اگر تم اللہ تعالیٰ پر کما حقہ توکل کرو تو وہ تمھیں اس طرح رزق دے جس طرح پرندوں کو دیتا ہے، پرندے صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر واپس لوٹتے ہیں۔''

تشریح:

توکل ایسا عظیم اخلاق ہے جس کا تمام دینی و دنیاوی امور میں انسان محتاج ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو قدرت و ارادہ عطا کیا ہے جس کی وجہ سے انسان اختیاری افعال سرانجام دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اختیاری افعال سر انجام دینے کا انسان کو مکلّف نہیں ٹھہرایا، کیونکہ انسان کے اندر اتنی طاقت ہی نہیں، لیکن جب انسان اس کام کو جس کا اس نے ارادہ کیا ہے، خواہ دینی ہو یا دنیاوی، مکمل کرنے میں اللہ تعالیٰ پر کلی اعتماد کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ انسان کی مدد کرتا ہے اور اس کے ارادے کو پختہ کر دیتا ہے اور جس کام کا اس نے ارادہ کیا ہے اس کو آسان کر دیتا ہے اور رکاوٹوں کو دور کرتا اور بندے کی قوت کو دوبالا کر

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [2344] صحيح الجامع، رقم الحديث [5254]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیتا ہے اور اس کی قدرت میں بھی اضافہ کرتا ہے، کیونکہ بندے نے اس ہستی سے مدد مانگی جس کی مدد کبھی ختم نہیں ہوسکتی۔

حقیقی توکل انسان سے سستی کو دور کر دیتا ہے اور جس معاملے میں اس نے توکل اختیار کیا ہے، اس میں مکمل چستی پیدا کر دیتا ہے۔ پھر انسان پر وہ کام مشکل اور گراں نہیں ہوتا، اور انسان کامیابی اور حصولِ مطلوب سے مایوس نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس بعض انحراف کرنے والوں نے گمان کر لیا اور توکل کا معنی نہیں سمجھے یا توکل کے مفہوم سے تو واقف ہیں لیکن قدر و قضا کے انکار نے انھیں اس حق سے پھیر دیا اور انھوں نے سمجھا کہ توکل ہمت و ارادہ کو کمزور کر دیتا ہے۔ ان لوگوں نے غایت درجہ کی غلطی کا ارتکاب کیا ہے کیونکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ برا گمان قائم کیا، جبکہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیات میں توکل کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ توکل ایمان کے لوازمات میں سے ہے اور توکل کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے کفایت اور حصولِ مطلوب کا وعدہ بھی دیا ہے اور بتایا ہے کہ اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور تمام امور، دینی ہوں یا دنیاوی، توکل سے پورے ہوتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان: «حَقَّ تَوَكُّلِهِ» کا مطلب ہے توکلِ حقیقی، جو تم اللہ تعالیٰ پر طلبِ رزق میں مکمل اعتماد رکھتے ہو۔

«لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ» پرندوں کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے، کیونکہ اللہ کے علاوہ ان کا کوئی مالک نہیں۔ وہ فضا میں اڑتے ہیں، اپنے گھونسلوں کی طرف آتے ہیں اور اللہ کا رزق تلاش کر کے لاتے ہیں۔

« تغلو خماصاً » کا مطلب ہے کہ وہ شروع دن میں بھوکے نکلتے ہیں۔

«خماصًا» کا معنی بھوکا ہونا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی معلوم ہوتا ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [المائدة: 3]

''پھر جو شخص بھوک کی کسی صورت میں مجبور کر دیا جائے، اس حال میں کہ کسی گناہ کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو تو بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

«تغدو خماصاً» یعنی ان کے پیٹوں میں کچھ بھی نہیں ہوتا لیکن وہ اپنے رب پر توکل کرنے والے ہوتے ہیں۔

«وتروح بطاناً» یعنی وہ آخر دن میں لوٹ کے آتے ہیں کیونکہ ''رواح'' دن کا آخری حصہ ہوتا ہے۔«بطاناً» یعنی ان کے پیٹ اللہ کے رزق سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔

اس حدیث میں کئی مسائل کی دلیل ہے:

1. انسان کو اللہ تعالیٰ پر اتنا اعتماد کرنا چاہیے جتنا حق ہے۔
2. زمین پر جو بھی جاندار ہے اس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے، حتی کہ فضا میں اڑتے پرندوں کو فضا میں ٹھہراتا بھی اللہ ہی ہے اور انھیں رزق بھی وہی دیتا ہے۔ زمین کا ہر چوپایا؛ چیونٹی سے لے کر ہاتھی تک، تمام کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَ يَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَ مُسْتَوْدَعَهَا ﴾ [هود: 6]

''اور زمین میں کوئی چلنے والا (جاندار) نہیں مگر اس کا رزق اللہ ہی پر ہے اور وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو جانتا ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ برا گمان رکھے وہ واضح گمراہی میں چلا گیا۔ برے گمان کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ اولاد پیدا نہ ہونے دو، منصوبہ بندی کروا لو ورنہ رزق میں کمی آجائے گی اور تمھارا رزق کم ہو جائے گا۔

رب کعبہ کی قسم! ایسے گمان رکھنے والے لوگ جھوٹے ہیں۔ جب اولاد زیادہ ہو تو اللہ تعالیٰ رزق میں بھی وسعت پیدا کر دیتا ہے کیونکہ زمین پر رینگنے والی ہر چیز کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔

اس لیے اولاد و اطفال کا رزق بھی اللہ تعالیٰ ہی کے ذمے ہے۔ اللہ تعالیٰ اولاد پر خرچ کرنے کے لیے رزق کے دروازے کھول دیتا ہے، لیکن اکثر لوگ اللہ تعالیٰ پر برا گمان رکھتے ہیں اور انھیں جو مادی امور نظر آتے ہیں ان پر اعتماد رکھتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی طرف نہیں دیکھتے اور نہ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر اعتماد رکھتے ہیں۔

اے مسلمان! ایسا اعتقاد نہ رکھ، بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ جتنی زیادہ اولاد ہوگی اتنی رزق میں فراوانی ہوگی۔ زیر بحث حدیث میں اس بات کی دلیل بھی موجود ہے کہ جب انسان اللہ تعالیٰ پر کما حقہ توکل کرے تو اللہ تعالیٰ فراوانیِ اسباب پیدا فرما دیتے ہیں۔

جو شخص یہ کہتا ہے کہ میرا اللہ تعالیٰ پر توکل ہے مگر اسباب کو اختیار نہیں کرتا، یہ بھٹکا ہوا ہے۔ متوکل (توکل کرنے والا) وہ ہے جو اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتے ہوئے اسباب کو اختیار کرے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

> ”جس طرح اللہ تعالیٰ پرندوں کو رزق دیتا ہے کہ وہ خالی پیٹ گھر سے نکلتے ہیں۔“

پرندے رزق کی تلاش کرنے کے لیے جاتے ہیں، اپنے گھونسلوں میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں بیٹھے رہتے بلکہ رزق کی تلاش میں ہوتے ہیں، اس لیے اے مسلمان! جب تو اللہ تعالیٰ پر کما حقہ توکل کرے تو تجھے طلبِ رزق میں مشروع طریقے، جو حلال ہیں، جیسے: زراعت، تجارت، مزدوری وغیرہ، اختیار کرنے چاہییے۔

تو اللہ پر بھروسا کرتے ہوئے رزق کی تلاش کرو، اللہ رزق میں آسانی پیدا کر دے گا۔ اس حدیث سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ پرندے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، جو اللہ تعالیٰ کو پہچانتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ﴾ [الإسراء: 44]

''ساتوں آسمان اور زمین اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ بھی جو ان میں ہیں اور کوئی بھی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے۔''

یعنی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتی ہے۔ پھر فرمایا:

﴿ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ﴾ [الإسراء: 44]

''اور لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔''

نیز فرمایا:

﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ وَ النُّجُوْمُ وَ الْجِبَالُ وَ الشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ وَ كَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ وَ مَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَالَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ﴾ [الحج: 18]

''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ، اسی کے لیے سجدہ کرتے ہیں جو کوئی آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگ۔ اور بہت سے وہ ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا اور جسے اللہ ذلیل کر دے پھر اسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔ بے شک اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔"

پرندے اپنے خالق کو پہچانتے ہیں اور اللہ نے جو ان کی جبلت میں رکھ دیا کہ وہ رزق کی تلاش کے لیے اڑتے ہیں، وہ شام کو اپنے گھونسلوں کی طرف جب آتے ہیں تو ان کے پیٹ بھرے ہوئے ہوتے ہیں، روزانہ ان کا یہی معمول ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کو رزق دیتا ہے اور ان کے رزق کو آسان بھی کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت دیکھو کہ پرندے دور دور جگہوں پر جاتے ہیں، مگر واپس سیدھے اپنے گھونسلوں میں پہنچ جاتے ہیں اور ذرا بھر بھی گھونسلا نہیں بھولتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کرنے کے بعد راستہ بھی دکھا دیا ہے۔

حدیث پاک کے فوائد:

1. ہر چیز میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا واجب ہے۔
2. جو اللہ تعالیٰ کا سہارا لے لیتا ہے اللہ اس کو کافی ہو جاتا ہے۔
3. زمین کے ہر چوپائے کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔
4. توکل کو اختیار کرنے کے لیے پوری کوشش کرنی چاہیے۔
5. ایک دوسرے پر اعتماد کرنا منع ہے۔
6. دل کا تعلق اللہ سے قائم کرنا ضروری ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عدل وانصاف کی فضیلت

169۔ عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنهما قال: قال رسول اللهﷺ: «إِنَّ الْمُقْسِطِيْنَ عِنْدَ اللهِ عَلَى مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ عَنْ يَمِيْنِ الرَّحْمٰنِ عَزَّوَجَلَّ، وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِيْنٌ: الَّذِيْنَ يَعْدِلُوْنَ فِيْ حُكْمِهِمْ وَأَهْلِيْهِمْ وَمَا وَلُوْا» [1]

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عدل کرنے والے اللہ کے دائیں طرف نور کے منبروں پر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ ہی دائیں ہیں، وہ لوگ جو اپنے فیصلوں، اپنے اہل اور رعایا میں عدل کرتے ہیں۔''

تشریح:

عدل یہ ہے کہ حکمران اور قاضی تمام لوگوں کو برابر سمجھے۔ غنی سے اس کی دولت کی وجہ سے محبت اور فقیر سے اس کے فقر کے باعث نفرت اور غیر عادلانہ معاملہ نہ کرے، بلکہ تمام لوگوں سے خواہ قریبی ہو یا غیر، غنی ہو یا فقیر، عدل و انصاف سے پیش آئے۔

علماء کرام فرماتے ہیں: اگر عدالت میں ایک مسلمان اور ایک کافر بھی معاملہ لے کر آتے ہیں تو قاضی ان کے درمیان بھی عدل کا ترازو قائم رکھے، مسلمان کو کافر پر کسی چیز میں بھی خواہ گفتگو ہو، یا مجالست ترجیح نہ دے، کیونکہ یہ

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1827]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیصلے کی جگہ ہے جہاں عدل کرنا واجب ہے۔ بعض جاہل کہتے ہیں کہ عدالت میں مسلم کو غیر مسلم پر ترجیح ہونی چاہیے۔ ان کی یہ بات غلط ہے، عدالت اور قاضی کے کٹہرے میں مسلم کو غیر مسلم پر ترجیح دینا جائز نہیں، کیونکہ یہ فیصلہ اور عدل کی جگہ ہے اور ہر چیز میں عدل و انصاف کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''عادل (عدل و انصاف سے کام لینے والے) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دائیں طرف نور کے منبروں پر ہوں گے۔''

اس سے پتا چلتا ہے کہ عدل و انصاف کی کتنی فضیلت ہے، اس لیے ہر معاملے میں عدل سے کام لینا چاہیے، تاکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دائیں طرف نور کے منبر پر جگہ مل جائے۔

حدیث پاک کے فوائد:

1. فیصلے میں عدل و انصاف سے کام لینا چاہیے۔
2. عدل کے ساتھ فیصلہ کرنے والے کا مرتبہ بہت بلند ہوگا۔
3. اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خیر خواہی کرنا

170۔ عن تميم الداري رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: « الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ، الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ » قَالُوْا: لِمَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: « لِلّٰهِ، وَلِكِتَابِهِ، وَلِرَسُوْلِهِ، وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ »[1]

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دین خیر خواہی ہے۔ تین مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کس کے لیے خیر خواہی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، اس کے رسول کے لیے، مسلمانوں کے اماموں (حکمرانوں) کے لیے اور عام لوگوں کے لیے۔“

تشریح:

نبی کریم ﷺ نے دو بار فرمایا کہ دین خیر خواہی ہے، تاکہ لوگوں کے دلوں میں اس کی اہمیت اجاگر ہو اور وہ اچھی طرح اس کو سمجھ لیں کہ دین تمام کا تمام ظاہری و باطنی ہر لحاظ سے خیر خواہی میں منحصر ہے۔ یہ خیر خواہی پانچ قسم کی اشیا کو شامل ہے:

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث [55]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① ''النصیحة للّٰه'' اللہ کے لیے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اعتراف کیا جائے، اس کی صفات میں کسی کو اس کا شریک نہ سمجھا جائے۔ ہر حال میں اسی کی عبادت اور بندگی بجالائی جائے۔ رجوع اور رغبت اسی کی طرف ہو اور ہمیشہ اس سے گناہوں کی بخشش کی التجا کی جائے، کیونکہ انسان سے خطا سرزد ہوجاتی ہے، کبھی واجبات میں بھی تقصیر ہوجاتی ہے اور کبھی کسی حد کی خلافت ورزی ہوجاتی ہے تو توبہ و استغفار سے وہ نقصان اور کمی پوری ہوجاتی ہے۔

② ''النصیحة لكتاب اللّٰه'' اللہ کی کتاب کے لیے خیر خواہی یہ ہے کہ قرآن مجید کو یاد کیا جائے، اس میں غور و فکر کیا جائے اور اس کو سمجھا جائے اور اس پر عمل کرنے کی خود بھی کوشش کی جائے اور دوسروں کو بھی ترغیب دی جائے۔

③ ''النصیحه للرسول'' اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول پر ایمان لایا جائے، اس سے محبت کی جائے، رسول کو اپنے آپ پر، اپنی اولاد اور مال پر مقدم سمجھا جائے اور دین کے معاملات میں اسی کی اتباع کی جائے اور تمام کائنات کی بات کو اس کی بات کے سامنے ہیچ سمجھا جائے۔ رسول کے دین کی مدد کی جائے اور رسول ہی کا طریقہ اختیار کیا جائے۔

④ ''النصیحة لأئمة المسلمین'' ائمہ مسلمین سے مراد حکمران، علاقے کا والی، قاضی اور ہر وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ بھی اختیار ہوں۔ ائمہ مسلمین کی خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ انھیں حکمران تسلیم کیا جائے، اچھی بات پر ان کی اطاعت کی جائے اور لوگوں کو بھی ان کی اطاعت کی ترغیب دی جائے، ہر اس کام پر ان کو متنبہ کر دیا جائے جس سے لوگوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو نفع حاصل ہو۔

5 ''النصيحة لعامة المسلمين'' اس کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز انسان اپنے لیے پسند کرے وہ عام لوگوں کے لیے بھی پسند کرے اور جو چیز اپنے لیے پسند نہ ہو، اسے عام لوگوں کے لیے بھی ناپسند سمجھے، حتی الامکان اس صفت کو اپنانے کی کوشش کرے اور لوگوں سے اچھا برتاؤ رکھا جائے۔

نبی کریم ﷺ نے ان کی تفسیر ان پانچ امور کے ساتھ کی ہے کہ حقوق اللہ، قرآن مجید کے حقوق اور رسول کریم ﷺ کے حقوق کی پاسداری کی جائے اور تمام مسلمانوں کے حقوق ان کی حیثیت کے مطابق انھیں دیے جائیں۔ سارا دین انھیں چیزوں میں منحصر ہے، دین کی کوئی چیز اس کلام سے باہر نہیں۔

حدیث پاک کے فوائد:

خیر خواہی کے بہت سے فوائد ہیں:

1 دین خیر خواہی کے بغیر مکمل نہیں ہوتا، بلکہ دین ہے ہی خیر خواہی، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔

2 خیر خواہی کرنا ایسے اعمال میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیتے ہیں۔ اپنے آپ کو دوسرے کی خیر خواہی پر لگا دینا بہت بڑا عمل ہے اور ایسا بندہ کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہوتا ہے۔

3 جو دینی کام کرنے سے عاجز آ گیا، مگر وہ اللہ اور رسول کی خیر خواہی کرنے والا ہے اور جب بھی بھلائی میسر آ جائے تو اس کو اختیار کرنے والا ہے، اس پر کوئی حرج نہیں، یہ عاملین کے ساتھ شریک ہی ہے کیونکہ یہ عاجزی کی بنا پر پیچھے رہ گیا ہے، اس کی نیت خالص ہے، اس لیے، اجر کا مستحق

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کیونکہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

④ جو لوگوں کی خیر خواہی کے لیے کمربستہ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے معاملات آسان فرما دیتے ہیں اور وہ نجات پاتا ہے اور فلاح حاصل کرتا ہے۔ جس نفع اور خیر خواہی والے کام کے لیے اس نے کوشش کی اگر وہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا تو ٹھیک ہے، نہ پہنچے تو پھر بھی اس کو اجر مکمل ملے گا، تو جو کوئی نیک عمل شروع کرتا ہے، مگر اختتام تک نہیں پہنچا سکتا اس کا اجر ثابت ہو جاتا ہے اور وہ اجر سے نوازا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ مَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً وَ مَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ [النساء: 100]

”اور وہ شخص جو اللہ کے راستے میں ہجرت کرے، وہ زمین میں پناہ کی بہت سی جگہ اور بڑی وسعت پائے گا اور جو اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلے، پھر اسے موت پالے تو بے شک اس کا اجر اللہ پر ثابت ہو گیا اور اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

⑤ جو لوگوں کی خیر خواہی کرتا ہے وہ لوگوں سے دھوکا کرنے سے محفوظ ہو جاتا ہے، کیونکہ دھوکا دینا اور خیر خواہی دو متضاد چیزیں ہیں اور جو مسلمانوں کو دھوکا دے وہ مسلمانوں ہی سے نہیں۔ دھوکا دینا بری عادات میں سے سب سے بری عادت ہے، خواہ کسی عزیز کے ساتھ دھوکا کیا جائے یا عام آدمی کے ساتھ، بلکہ مخالف کے ساتھ بھی دھوکا نہیں کرنا چاہیے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کامیاب شادی کے سنہرے اصول

اور

ازدواجی اسرار و رموز کی نقاب کشائی

تالیف
فضیلۃ الشیخ محمد عبدالرحمٰن عمر حفظہ اللہ

ترجمہ
پروفیسر حافظ عبدالجبار حفظہ اللہ
فاضل کنگ سعود یونیورسٹی ریاض

مکتبہ بیت السلام الریاض

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیارے رسول ﷺ کی پیاری وصیتیں

محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی کتب سے ماخوذ، صحیح احادیث کی روشنی میں
کبار علمائے امت کی تشریحات کے ساتھ

ترجمہ
فضیلۃ الشیخ حافظ محمد عمر حفظہ اللہ تعالیٰ
فاضل جامعہ سلفیہ فیصل آباد

مکتبہ بیت السلام
لاہور، الریاض

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

500

سوال و جواب برائے

خرید و فروخت

لأصحاب الفضيلة

الإمام ابن باز العلامة العثيمين

العلامة الفوزان سعودی فتوی کمیٹی

ترجمہ

پروفیسر حافظ عبدالجبار حفظہ اللہ
انگلش لیکچرر سعود یونیورسٹی ریاض

مکتبہ بیت السلام
لاہور، الریاض

مکتبۃ الرحمانیۃ
۹۔ ... ماڈل ٹاؤن لاہور
22021

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

صحيح
الآداب والأخلاق

من كتب العلامة محمد ناصر الدين الألباني ﷺ

ومعه

شروح وتعليقات لجماعة من علماء الأمة

مكتبه بيت السلام
لاهور
رياض
Tel: 4381155 - 4381122 Fax: 4385991
Mob: 0542666646,0566661236,0532666640
رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
Tel: 042-37361371
Mob: 0321-9350001
Email: bait.us.salam1@gmail.com
Web: baitussalam.exai.com
Facebook page :Baitussalam book store